۱۵۵ -	۴	ہوس	ہوش
۱۶۰ -	۱۰	خون	خونِ
۱۶۳ -	۱۲	رکم	کم
۱۶۳ -	۱۲	ات	رات
۱۹۰ -	۸	سنجی	سنی
۱۹۲ -	۷	عیش و وصال	عیش وصال
۲۰۵ -	۳	جون	جون'
۲۱۱ -	۱۰	ناگورا	ناگوارا
۲۱۴ -	۴	گو	گر
۲۶۲ -	۱۲	جلے	چلے
۲۷۱ -	۱۲	کتّو	کُو
۲۹۷ -	(حاشیہ ۳)	روز تقاضا	زور تقاضا
۳۰۷ -	۱۲	لولولک	لولک
۳۲۷ -	۱	اجنتاب	اجتناب
۳۷۲ -	۱	نسّیز	نسّیر
۳۸۳ -	۵	گا	کا
۴۱۵ -	۵	تیرا	تیرے

غلط نامہ

صفحه	شعر	غلط	صحیح
۴۷ -		حاشیه ۴	حاشیه ۱
۵۰ -	۱۰ -	”روز باحوردن“	”روز باحور“
۶۲ -	۱۱	بڑے	پڑے
۶۵ -	۱۲	دوباره	دوپاره
۶۸ -	(حاشیه ۱)	طبع	طبع اول
۶۹ -	(حاشیه ۱)	۱۹۴۱ع	۱۹۳۱ع
۸۸ -	(حاشیه ۱)	دی هے	”دعا هے“
۹۰ -	۱	کردے	کردیے
۹۲ -	۶	کاه	گاه
۹۷ -	۶	شوق	شوخ
۹۸ -	۱	ازهد	زاهد
۱۰۷ -	۵	جو[1]	جو[2]
۱۲۵ -	۶	ناز	نار
۱۲۸ -	۶	یه	په
۱۴۶ -	(حاشیه ۲)	”نوا“	”نو“
۱۴۸ -	(حاشیه ۲)	ییک	پیک

ایسے نازک کو کون دے ہے سزا
نوجوانی کا تم آٹھاؤ مزا

ہے بہ فتواے اہل ذوق حرام
تجھ سے شیریں دھن کو تلخی کام

ہیں یہ دن لطف زندگانی کے
پھر کہاں ولولے جوانی کے

بے مزا کر نہ عاقبت بینی
نہ رہے گی لبوں میں شیرینی

جب کچوں کو نہ سخت پاؤ گے
سخت جانی سے تنگ آؤ گے

پھر یہ موسم جو یاد آئے گا
شوق کچھ اور گل کھلائے گا

ان دنوں کی جو آئے گی حسرت
کیجیے گا گناہ بے لذت

فائدہ پھر ھوس سے کیا تم کو
مجھ سا مشتاق مل چکا تم کو

میری باتیں نہیں تمھیں معلوم
ورنہ کاھے کو یوں رھوں محروم

میں وفا دار ھوں وفا کی قسم
تیری حسرت فزا جفا کی قسم

بے وفا بندۂ خدا گر ھوں
لیک تجھ سے پھروں تو کافر ھوں

تو جو ھے ھاشمی نسب اے جان
ھے محبت تری مرا ایمان

———

تجھ کو واں لاف کبریائی ہے
یاں بلا دین و دل پہ آئی ہے

تجھ کو دعویٰ ہے بے نیازی کا
حوصلہ کس کو پاک بازی کا

ہے تجھے پاک دامنی کا خیال
مارے ڈالے ہے مجھ کو شوق وصال

کیوں یہ دعوائے لن ترانی ہے
آخر اک دن قیامت آنی ہے

مومن ناتواں پہ ناز نہ کر
ہے خدا بھی تو احتراز نہ کر

کس لیے تجھ کو مجھ سے کام نہیں
خون کرنا مگر حرام نہیں

شرط دیں ہے جو پاک دامانی
تو ستم بھی ہے نا مسلمانی

دیکھ اک بے گناہ مرتا ہے
جان تجھ پر نثار کرتا ہے

مجھ سے عاشق کی یوں دل آزاری
ہووے فی النار ایسی دیں داری

شعلے کی طرح ہاتھ ملتا ہوں
بیم دوزخ سے تیری جلتا ہوں

تجھ کو ڈر سوزش الیم سے کیا
حور کو آتش جحیم سے کیا

عذر بے ہودہ دل پسند نہیں
باب توبہ ہنوز بند نہیں

نامهٔ باسوز و گداز

به سمت معشوقهٔ طنّاز

اے گل گلستان رعنائی
نو بہار ریاض زیبائی
اے مہ آسمان حسن و جمال
بے نظیر جہان وہم و خیال
اے در شاہوار ناسفتہ
گوہر آب دار ناسفتہ
اے گل تا بہ سر نیامدہ‌ای
اے نہال بہ بر نیامدہ‌ای
غنچۂ با صبا بہ خوشیدہ
رخ گل چیں ہنوز نا دیدہ
اے بت رو بہ دھر ننہادہ
در کف کافرے نیفتادہ
اے دل و دیں بہ‌یک نگہ بردہ
خون بے چارہ مومنے خوردہ
اے تغافل شعار بے پروا
حال معلوم کیا تجھے میرا

اپنی سی تو سوچتے ہیں سب کچھ
آتا نہیں دھیان میں سبب[1] کچھ

خود ہو گئے اس الم میں بیمار
بے علم ہو کیا علاج و تیمار

علت مجھے یا ہے تم کو معلوم
جو کچھ کہ ہوا، ہے تم کو معلوم

یعنی از بس محرّم آیا
ہنگام وفور ماتم آیا

تھا غم ترا دل کو ناگوارا
اس فکر نے مجھ کو جان مارا

ہر چند غم امام ہووے
پر تجھ کو نہ غم سے کام ہووے

ہر شب تجھے عشرت دل افروز
ہر روز ہو تیرے گھر میں نو روز

ہر شام طرب سعید تجھ کو
ہر صبح ہو صبح عید تجھ کو

ہوں میں بھی شریک محفل سور
تو مجھ سے رہے میں تجھ سے مسرور

---

[1] طبع اول و دوم (صفحہ ۲۸۲ ، ۱۷۹) میں "سبب" ہے اور طبع ششم (صفحہ ۴۰۲) میں "یہ اب" ہے - (مرتب)

بحر ظلمات موج زن ہے
دریاے فرات موج زن ہے
ہے شرم سے نیل پانی پانی
موج عمّاں نے چین مانی
سب پاس کے گھر گسستہ پیوند
طوفاں زدہ کشتیوں کی مانند
جوش خفقاں سے دل کا یہ حال
ہر شعلۂ سینہ برق تمثال
برہم زدہ صدر تا بر و دوش
تا مغز عظام "عہن منفوش"
اعصاب رہین سر بہ سر پیچ
جیسی تری زلف پیچ در پیچ
یوں اوردۂ[1] بہ خوں طپیدہ
جیسے رگ گردن بریدہ
کیا کیجے صداع کی شکایت
کس دکھ میں ہے اس قدر سرایت
از بس کہ ضماد کردیا ہے
صندل کو بھی درد سر دیا ہے
کیا چارہ گروں کو غیرتیں ہیں
تشخیص مرض میں حیرتیں ہیں

اوردہ ۔ (بہ فتح ہمزہ و کسر را) رگ ہاے غیر جہندہ ، رگ ہاے کہ خون را بہ قلب بر می‌گردانند - جمع "ورید" - (فرہنگ عمید ، صفحہ ۲۰۷) - (مرتب)

اک آگ سی لگ رہی ہے تن میں
شعلے سے بھڑکتے ہیں بدن میں

بستر کئی بار سب جلایا
اس آگ نے خاک میں ملایا

گر یوں ہی جلا کیا میں ناکام
تو فرش زمیں ہے اور آرام

کیا عضو گدازیاں کہوں میں
انگشت نمائے شمع ہوں میں

بے تاب طبیب دور سے ہیں
ہمسایوں کے گھر تنور سے ہیں

سرکش ہیں زبانہ‌ہائے پے ہم
کوچہ ہے تمام دخمۂ جم

کتنے ہی مجوس جل گئے ہیں
کتنوں ہی کے پاؤں تل گئے ہیں

گر آئے تو دور دور سے ہیں
پر پاس تو ناصبور سے ہیں

گرمی یہی گر ہے کوئی دن یاں
ہو جائیں گے برہمن مسلماں

پروانہ ہے گرچہ دل سے مجھ پر
پر جلتے ہیں یاں طبیب کے پر

پاس آنے کی تاب کاہے کو ہے
جل جانے کی تاب کاہے کو ہے

سب جوش عرق سے گھل گیا جسم
ہر عضو میں کیا رہا بہ جز اسم

نامۂ مومن جاں باز

بہ جانب محبوبۂ دل نواز

اے چارہ گر مریض بے تاب
اے نور فزاے چشم بے خواب

مرہم نہ زخم ہاے عاشق
درد عاشق ، دواے عاشق

اے نبض شناس جان مضطر
ناسور زداے دیدۂ تر

اے مایۂ لطف زندگانی
جاں بخش وفاے جاودانی

اے جان وفا شعار مومن
درمان دل فگار مومن

دھیان آپ کا ان دنوں کدھر ہے
کچھ حال کی میرے بھی خبر ہے

بیمار ہوں اور قریب مردن
ہر دم ہے عذاب جاں سپردن

ہے گرم اداے دل فریبی
جاں سوز حرارت غریبی

شراکت یہاں کی ہے طالع کا اوج
کہ ایسا امام اور ایسی ہے فوج
سعادت ہے جو جاں فشانی کرے
یہاں اور واں کامرانی کرے
الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب
یہ افضل سے افضل عبادت نصیب
الٰہی اگرچہ ہوں میں تیرہ کار
پہ تیرے کرم کا ہوں امیدوار
تو اپنی عنایت سے توفیق دے
عروج شہید اور صدیق دے
کرم کر نکال اب یہاں سے مجھے
ملا دے امام زماں سے مجھے
یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں
مری جاں فدا ہو تری راہ میں
میں گنج شہیداں میں مسرور ہوں
اسی فوج کے ساتھ محشور ہوں

———

ضرور ایسے مجمع میں ہونا شریک
کہ خوش تم سے ہو وحدۂ لا شریک
جو داخل سپاہ خدا میں ہوا
فدا جی سے راہ خدا میں ہوا
حبیب حبیب خداوند ہے
خداوند اُس سے رضامند ہے
امام زمانہ کی یاری کرو
خدا کے لیے جاں نثاری کرو
سمجھ لو جو کچھ بھی ہے تم کو تمیز
نہ جاں آفریں سے کرو جاں عزیز
کسی کو نہیں ہے اجل کی خبر
کہ آ جائے بیٹھے ہوئے اپنے گھر
تو مقدور کس کا کہ آنے نہ دے
تن خستہ سے جاں کو جانے نہ دے
تو بہتر یہی ہے کہ جاں کام آئے
پس مرگ تربت میں آرام آئے
قیامت کو اٹھو تو تم بامراد
لب ''الحمد'' گو اور دل شاد شاد
عجب وقت ہے یہ جو ہمت کرو
حیات ابد ہے گر اس دم مرو
جو ہے عمر باقی تو غازی ہو تم
سزاوار گردن فرازی ہو تم
یہ ملک جہاں ہے تمھارے لیے
نعیم جناں ہے تمھارے لیے

نه کیوں کر هوں اس کام میں نا شکیب
ظہور امام زماں هے قریب
وہ خضر طریق رسول خدا
که جو پیرو اس کا هے سو پیشوا
وہ نور مجسّم وہ ظلّ الله
که سایے سے جس کے خجل مہر و ماہ
زہے سید احمد قبول خدا
سر آستان رسول خدا
نکو گوهری کا نه پوچھو شرف
علی و حسین و حسن کا خلف
رہے حشر تک زندہ وہ نیک ذات
هے کفار کی موت اس کی حیات
خدا نے مجاهد بنایا اسے
سر قتل کفار آیا اسے
دم اس دست و بازو پہ دیوے اجل
لب تیغ کے بوسے لیوے اجل
جلو میں همیشه دواں هو ظفر
رکاب اس کی پکڑے رواں هو ظفر
کہوں کیا لواے امامت کا اوج
که هیں غوث و ابدال سب اهل فوج
خبردار هو جاؤ اے اهل دل
که رحمت برستی هے اب متصل
هوا مجتمع لشکر اسلام کا
اگر هوسکے وقت هے کام کا

مثنوی

به مضمون جہاد

پلا مجھ کو ساقی شراب طہور
کہ اعضا شکن ہے خمار فجور
کوئی جرعہ دے دیں‌فزا جام کا
کہ آ جائے بس نشہ اسلام کا
بہ رنگ سے ایماں کو آ جائے جوش
نہ اپنا رہے اور نہ دنیا کا ہوش
عناد نہفتہ کو ظاہر کروں
دم تیغ سے قتل کافر کروں
پئے تشنہ کامی سبو در سبو
پیوں شوق سے ملحدوں کا لہو
یہی اب تو کچھ آ گیا ہے خیال
کہ گردن کشوں کو کروں پائمال
بہت کوشش و جاں نثاری کروں
کہ شرع پیمبر کو جاری کروں
دکھا دوں بس انجام الحاد کا
نہ چھوڑوں کہیں نام الحاد کا

جو اٹھوں تو اٹھ جائے وہ پاس سے
نہ پھرنے دے گرد اپنے وسواس سے

محبت میں بھی جان دینے نہ دے
بلائیں اگر لوں تو لینے نہ دے

کرے معتمد ساتھ جاؤں جہاں
پس امتحاں بھی رہے بدگماں

میں[1] قابو میں تو بھی وہ بے اختیار
وفا پر وفا کا نہ ہو اعتبار

رکھے مجھ کو، جیسا میں اُس کو عزیز
نہ معشوق و عاشق میں ہو کچھ تمیز

مہیا ہوں عشرت کے سامان سب
نکالے مرے دل کے ارمان سب

بس اب چپ کہ مومن دعا ہو چکی
بہت زاری و التجا ہو چکی

ہر اک شعر میں جلوہ گر ہے قبول
تضرع سے بعد اثر کیا حصول

دل سامعیں محو تاثیر ہے
دعا ہے کہ افسون تسخیر ہے

مبارک وصال تمنائے وصل
تجلی مہ[2] رو و شب ہائے وصل

---

۱ - نسخۂ اول و دوم نول کشور میں ”میں“ اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۴۷) میں ”جو“ ہے - (مرتب)

۲ - نسخۂ طبع اول (صفحہ ۱۵۴) میں ”مہ و رو و“ ہے، لیکن طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۸۷، ۱۴۷) میں ”مہ رو و“ درست ہے - (مرتب)

شرارت کرے آتش افروزیاں
جلانے کو ہوں میرے دل سوزیاں

مری ہر طرح جاں نوازی کرے
بلا سے کوئی پھر جیسے یا مرے

نہ ہو تنگ گر بھینچ ڈالا کروں
نہ ملنے کا بدلا نکالا کروں

سدا دل بری ، دل ستانی کرے
عنایت کرے مہربانی کرے

کبھی مجھ سے ہرگز کنارا نہ ہو
نہ ہو بوالہوس کا گزارا نہ ہو

لگے جی نہ میرے مکاں کے سوا
نہ ٹھہرے کہیں جان ، یاں کے سوا

مزا میرے ہی ساتھ کھانے میں آئے
اگر یوں نعیم جناں ہو[1] نہ بھائے

لگے ذکر کیا ہے پلک سے پلک
نہ ہو میرے بازو پہ سر جب تلک

مرے پاس آ لیٹے جوں[2] شام آئے
مرے ساتھ سونے میں آرام آئے

شکر ریز رغبت مذاق طلب
ملائے ہی رکھے، مرے لب سے لب

---

۱ - مصرع ثانی طبع اول و دوم (صفحہ ۴۵۱ ، ۲۸۷) میں : ''اگر یوں نعیم جناں ہو بھائے'' ہے لیکن طبع ششم (صفحہ ۴۱۷) میں اس طرح ہے : اگر یوں نعیم جناں ہو نہ بھائے'' - (مرتب)

۲ - نسخۂ طبع اول و دوم میں ''جوں'' اور طبع ششم (صفحہ ۴۱۷) میں ''جو'' ہے - (مرتب)

کرے میری تدبیر بے چارگی
زمانہ بدل جائے یک بارگی

مرا دور آ جائے تو سیر ہو
کہ پامال جان و دل غیر ہو

مرے بن ملے اس سے ٹھہرا نہ جائے
مرے پاس آئے تو گھبرا نہ جائے

نہ لے پھر مرے گھر سے جانے کا نام
چلے میرے کہنے پہ وہ خوش خرام

نہ ہو صبر پھر بے قراری کو دیکھ
کرے دل دھی جاں نثاری کو دیکھ

نہ پے ہم یہ جور و جفا ہوسکے
نہ یوں امتحان وفا ہوسکے

مری حالت زار دیکھی نہ جائے
مری چشم خوں بار دیکھی نہ جائے

جو نیل تمنا میں تاخیر ہو
مکافات حسرت کی تدبیر ہو

شب و روز ہوں گردشیں جام کی
تلافی کرے رفتہ ایام کی

پلائے مجھے اپنی جھوٹی شراب
کرے ایسے ناکام کو کامیاب

ہنسوں میں رلائے رقیبوں کو وہ
مری طرح روئے نصیبوں کو وہ

نہ پروا کہ ہے منہ دکھانا کبھی
ترستے رہیں دیکھنے کو سبھی

به جز بے روی دم نه لیں آبلے
کف پا سے آنکھیں ملیں آبلے

هوائے تپیدن اڑائے مجھے
مری بے پری پر لگائے مجھے

مرا دم بھریں مضطرب زاریاں
مرے نام پر جان دیں خواریاں

میں دیوانه و دل فراست شعار
میں ناکام و سرگرمی کاروبار

پھروں اپنے احوال میں شاد شاد
هو یاس آرزو ، نامرادی مراد

نگه هائے حسرت سے دیکھوں جدھر
وہ رو دے مرے حال کو دیکھ کر

کروں گر میں بد طالعی کا گله
کسی کو نه هو سننے کا حوصله

قلق سے مرے سب یه بے تاب هوں
که بیگانے مانند احباب هوں

ترحم سے هر پیرهن هو قبا
ملیں مجھ سے اغیار ، جوں اقربا

یه وہ غیر جن کے نہیں دل میں چاہ
نه وہ غیر جو اس سے رکھتے هیں راہ

یه وہ اقربا جو هیں بیگانه وار
نه وہ اقربا جو هیں اس پر نثار

ستم گر بھی سمجھائیں اس شوخ کو
ذرا راہ پر لائیں اس شوخ کو

نشے میں محبت کے سرشار ہوں
خراب نگہ ہائے خمّار ہوں

فغاں ہے مرا شور رندانہ وش
یہی بے خودی بس کہ آجائے غش

لگی چپ پر اس پر بھی کیا کیا کہوں
رہے جب تلک دم بلکتا رہوں

قلق سے سدا تلملایا کروں
سنے کون پر بلبلایا کروں

رکھے گرم افغاں امید اثر
رہیں اجابت دعائے سحر

جہاں میں مرے عشق کی دھوم ہو
یہاں تک کہ دلبر کو معلوم ہو

مرا نام بدنام کیا کیا نہ ہو
جہاں سنیے میرا ہی افسانہ ہو

ہر اک کوچے میں غل مچاتا پھروں
میں خود خاک اپنی اڑاتا پھروں

جو چھیڑے کوئی تو قیامت کروں
ملامت گروں کو ملامت کروں

سدا اہل تدبیر سے جنگ ہو
ادھر کف میں بیڑی ادھر سنگ ہو

مری واپسی بے نوائی کرے
مری گم رہی رہ نمائی کرے

رہوں ہرزہ گرد بیابان شوق
سر خار پامال جولان شوق

گزر جائے خوش زندگی غم کے ساتھ
رہے آہ و نالہ مرے دم کے ساتھ

مری آس حرماں بندھایا کرے
تمنا کی حسرت نہ آیا کرے

مصیبت میں جان بلاکش رہے
دل و جذب دل میں کشاکش رہے

کرے سختیاں سنگ کہسار غم
مجھے سر اٹھانے نہ دے بار غم

دوا سے اثر کو علاقہ نہ ہو
کبھی درد دل سے افاقہ نہ ہو

رکھے سخت بے طاقتی مضمحل
نہ چھوڑے ذرا مجھ میں جاں ضعف دل

دبائے مجھے ناتوانی مری
نہ کام آئے کچھ سخت جانی مری

کھجایا کروں ناخن غم سے دل
تھلکتا[1] رہے دست ماتم سے دل

نہ تاب تپش ہو تو آرام آئے
دم آخریں فکر انجام آئے

لب زخم سے خوں ٹپکتا رہے
نمک شور الفت چھڑکتا رہے

بھرے ساغر چشم تلخاب دل
پلائے مئے ناب خوناب دل ہوں

---

۱ - نسخہ طبع اول و دوم میں ''تھلکنا'' اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۵ ۴) میں ''تھلکتا'' اور ن کے تحت ''تھپکتا'' بھی ہے - (مرتب)

نه اُلجھے کبھی خار داماں کے ساتھ
جگر چاک ہووے گریباں کے ساتھ

کبھی ہرزہ گردی ٹھکانے لگے
کسی شوخ کو رحم آنے لگے

رہیں مر کے بھی وحشتیں برقرار
قیامت کو آٹھوں تو دیوانہ وار

یوں ہی سوے جیب و کفن ہاتھ جاے
مری ہرزہ گردی مرے ساتھ جاے

کرے دفن اتنا نہ ہووے کوئی
مری بیکسی کو نہ رووے کوئی

پڑے گور پاؤں نہ پھیلاؤں میں
کسی دشت میں مر کے رہ جاؤں میں

جو نہلائے تو سیل دریا مجھے
کفن دے تو داماں صحرا مجھے

جنازہ آٹھائے تو روز نشور
کسی دوش کا بار ہوں کیا ضرور

نہ چھوڑیں مرا ساتھ شب ہاے تار
لیے جاؤں یہ تیرگی تا مزار

سدا جاں کنی میں گزرتی رہے
مری زندگی مجھ پہ مرتی رہے

مرے منہ پہ سرخی نہ جھلکے کبھو
نہ ہوں زرد رنگوں میں، میں زرد رو

ہوا دار افغاں ہو باد سحر
ہنسے زخم گل پر شگاف جگر

ٹھہرنے نہ دے ایک جا اضطرار
رکھے جاں کو بے طاقتی بے قرار
مرے دل کو تسکیں نہ آئے کہیں
مری بے قراری نہ جائے کہیں
قلق سے مرا زخم ناسور ہو
مئے لالہ گوں زور انگور ہو
مرا ولولہ خوں تراوی کرے
نہانی خلش سینہ کاوی کرے
جو دم لے فغاں کو ملامت کروں
رکے دم تو کیا کیا قیامت کروں
دکھائے مزے مجھ کو شور جنوں
پری طلعتوں کا نظارہ کروں
اڑائیں مری خاک رسوائیاں
رہے سر پہ جوش تماشائیاں
بناؤں میں بازیچہ اس حال کو
ہو شنبہ بھی آدینہ اطفال کو
مرے پند گو مجھ سے ڈرتے رہیں
لحاظ لکدکوب کرتے رہیں
سلاسل پہ زور آزماتا رہوں
سدا بیڑیاں میں تڑاتا رہوں
گرفتار ہر بند آفات میں
گہے طوق گردن میں، گہہ ہات میں
گریں سر پٹکنے سے دیوار و در
بنا کر رہوں قیدخانے کو گھر

پلا ساقیا آب آتش اثر
کہ جل جائے گرمی سے دامان تر

صراحی نمط اشک باری کروں
تہ دل سے فریاد و زاری کروں

بنے قصر سے خانہ بیت الحرام
کروں دور مستانہ، مانند جام

میں دل کھول کر بلبلاؤں ذرا
میں رو رو کے طوفاں دکھاؤں ذرا

نہ روکوں دل و جان غم دیدہ کو
جگاؤں اثر ہاے خوابیدہ کو

کرے خاک بیزی دعاے سحر
ملے خاک میں سب صفاے سحر

فلک رس ہوا[1] غوغا مناجات کا
کروں التماس اپنی حاجات کا

الٰہی مجھے دل دے اور دل کو داغ
جلے صبح محشر تلک یہ چراغ

رہے شعلہ زن آتش دل فروز
کرے گرم جوشی تپ سینہ سوز

مری چشم دریا بہاتی رہے
مری آگ عالم جلاتی رہی

مری وحشتیں چین لینے نہ دیں
مری حسرتیں جان دینے نہ دیں

---

۱ - نسخۂ طبع اول و دوم (صفحہ ۴۴۷، حاشیہ صفحہ ۲۸۴) میں "ہو" اور نسخہ طبعِ ششم (صفحہ ۳۱۴) میں "ہے" - (مرتب)

عجب احتساب اُس کا اعجاز جوش
خرابات افتادہ، جوں بادہ نوش
نگہبان صدگونہ اسرار دل
گہہ خواب جوں بخت بےدار دل
نہ مثبت فقط قول جن و بشر
گواہ نبوت شجر تا حجر
مطاع جہان و مطیع اِلٰہ
سرافراز عبد جہاں بادشاہ
بہار ازل خاتم المرسلیں
گل اولین و بر آخریں
کروں کس طرح میں شمار صفات
کہ ممکن نہیں انحصار صفات
یہ مشکل گرہ کھولے بے دست کیا
میں کیا اور مری فطرت پست کیا
کہاں میں کہاں مدح خیرالانام
علیہ الصّلواۃ و علیہ السّلام
درود خدا وقف اصحاب و آل
ہوے ختم جن پر جہاں کے کمال
خصوصاً مہیں پیروان رسول
کہ چاروں ہیں ارکان کاخ قبول
خصوصاً آئمّہ کہ ہیں پیشوا
ہدایت نگاہ و طریقت نما
خصوصاً شہیدان خونیں کفن
گلِ اندام و گلِ فام و گل پیرہن

نہ سمجھے یہ مضمون جوش ھمم
کہ بحر کرم ھے وہ دست کرم
کہوں کس طرح اس کو یوسف جمال
کہاں ماہ کنعاں میں ایسا کمال
کہاں اس کے عشّاق صاحب مذاق
کہاں شورش لذت اشتیاق
نمک ذوق بخش جراحت کہاں
صباحت کہاں اور ملاحت کہاں
بہت فرق ھے بلکہ بالکل جدا
حبیب زلیخا ، حبیب خدا
حضور اس کی طلعت کے بے آب و تاب
چراغ سحر سے کہیں آفتاب
یہ ایما ھے اعجاز شق القمر
کہ کٹتے ھیں مہ‌رو اسے دیکھ کر
یہاں تک تو حسن اس کا مشہور ھے
ھوس میں ملاقات کی حور ھے
وہ مستاصل بیخ کفر و عناد
کہ جس کی چھری ، تیغ وقت جہاد
دم قتل کفار قہر خدا
ستم‌گار و خوں‌خوار بہر خدا
زمان کشش سخت چالاک و چست
شکست بتاں میں تگا پو درست
قضا کی نظر سوے ایما رھے
اجل پر غضب کارفرما رھے

کیا عقل کل سے فلک نے سوال
کہ اے[1] مصدر گونہ گونہ کمال
محمد کے سایہ نہیں کیا سبب
کہا اس نے مت پوچھ اس کا سبب
نہیں راز یہ قابل اظہار کے
کہ اصرار ہیں حفظ اسرار کے
ہوا جب کہ بہر ہدایت ضرور
کہ ہو جلوہ فرما زمیں پر وہ نور
گوارا نہ تھا بس کہ ہونا جدا
رہا سایہ حاضر حضور خدا
یہ ہے رسم تجھ کو نہیں کیا خبر
کہ رکھ چھوڑتے ہیں زمان سفر
مصور سے کھنچوا کے تصویر یار
برائے سکون دل بےقرار
مرے دل کی پوچھو تو ہے بات اور
یہ فکر اور سب کے خیالات اور
غلط یہ کہاں ذہن کا کام ہے
جو انصاف کیجے تو الہام ہے
زبس سایہ تھا ہم شمار گناہ
نہ حاصل ہوا قرب عصمت پناہ
عجب تشنہ کاموں کو طاری ہوا
انامل سے جب چشمہ جاری ہوا

۱۔ نسخہ طبع اول و دوم میں "اے" اور طبع ششم (صفحہ ۳۱۲) میں "ہے" ۔ (مرتب)

جو وہ اوج ہو جلوہ گر پھر کہاں
ستاروں کی تاب آسمانوں کی شان
یہ تابش میں انجم کا پایہ نہیں
کہ ان کے ہے ظل ، اس کے سایہ نہیں
کدورت کہاں جسم اطہر ہے وہ
کہ نور مجرّد کا مظہر ہے وہ
نہ ہونے میں سایے کے کیا بات ہے
یہ ادراک فخر کرامات ہے
نہیں یہ پذیرائے طبع سلیم
کہ حکمت سے خالی ہو فعل حکیم
تگا پوے اندیشۂ چرخ تاب
رہے پاے بند طریق مجاز
حقیقت کھلی کچھ نہ اس بات کی
عبث سعی میں صرف اوقات کی
مگر جب خدا ہی سے کی التجا
تو ہاتف نے پیر خرد سے کہا
کہ اے نکتہ سنج سراپا شعور
نہ ہونا تھا سایے کا اس کے ضرور
رہے تا شریروں کو بیم اجل
نظام جہاں میں نہ آئے خلل
اگر وہ سبب خلق افلاک کا
تو سایہ بھی باعث ہے اہلاک کا
اگر ذات وجہ وجود امم
تو سایے سے آباد ملک عدم

ثبوت اوج یہ حق کے اظہار سے
نہیں کام چلتا کچھ انکار سے
جو کہتے ہیں خرق فلک ہے محال
یہی ہے دلیل حضیض خیال
سمجھنے کی ہے بات اے نکتہ داں
ہوا خلق جس کے لیے آسماں
ہوا خرق اس کے لیے پھر اگر
تو کیا دور ہے گفتگو مختصر
کہاں نکتہ چیں میں دم جنگ ہے
کہ یاں بحث کا دائرہ تنگ ہے
بس اے تیرہ باطن نہ انکار کر
کہ برہان ساطع ہے شق القمر
سمجھ میں جو آوے وہ اعجاز کیا
خیالات وسواس پرداز کیا
گیا ہے کدھر فلسفی کا خیال
کہاں فکر ناقص کہاں یہ کمال
تری عقل کیا اے ظلوم و جہول
کہ حیراں ہیں یاں سب نفوس و عقول
فلک سے نہ ہوا[1] حصر اس کی صفات
زیادہ ثوابت سے ہیں معجزات
صعود اس کا گو مرکز خاک ہے
پہ برتر بلندی میں افلاک ہے

۱- ہوں ؟ (مرتب)

نہیں عقل اول کو بھی یہ کہاں
اسی کو ہے معلوم آخر کا حال
وہی شافع خلق روز جزا
اسی کی گزارش پہ عفو و سزا
نکو خواہ ساری امم کا وہی
وسیلہ نجات و کرم کا وہی
وہی ساقیٔ کوثر و سلسبیل
وہی آبرو بخش عبد ذلیل
اسی کے مقلد کو جنت میں راہ
اسی کی ضراعت پہ عفو گناہ[1]
اسی کی اطاعت کا سارا حساب
محب پر عنایت، عدو پر عذاب
نہ کیجے اگر حسب شرع رسول
خدا کی بھی طاعت نہ ہووے قبول
یہ کیا منزلت ہے زہے عز و شاں
کہ ہے خاک مال اوج ہفت آسماں
یہ کیا جسم خاکی کی معراج ہے
کہ نقش قدم عرش کا تاج ہے
کرے یاں کی پرواز کی گر کمیں
تو اڑ جائے دنیا سے روح الامیں
کوئی مرتبہ اس سے اعلیٰ نہ ہو
یہ رتبہ ہوا ہے کسی کا، نہ ہو

۱- نسخۂ اول اور دوم (صفحہ ۳۴۳، حاشیہ صفحہ ۲۸۲) ”میں عفو و گناہ“ اور طبع ششم ۱۹۳۰ع (صفحہ ۲۱۰) میں ”عفوِ گناہ“ ہے - (مرتب)

وہ مے جس کی موج صفا تہہ نشیں
وہ مے جس کی مستی میں لغزش نہیں
وہ مے جس کا مے کش نہ گم راہ ہو
وہ مے جس سے کیا کیا دل آگاہ ہو
بجھے اس سے گر تشنہ کامی مری
منشّی ہو شیریں کلامی مری
خراب شراب سخن ہو قبول
بنوں مے فروش ثنائے رسول
محمد سزائے ستائش گری
مدیح آفریں جس کی پیغمبری
دل ساکنان سپہر بریں
سر انبیا سید المرسلیں
وہ امّی ولے نقش بند علوم
کلام اس کے سب دل پسند علوم
یہ کیسے فنون اس کو حاصل ہوئے
کہ سارے صحف نقش باطل ہوئے
اسی بات پر حجت اتمام ہے
کہ جو بات ہے وحی و الہام ہے
عجب بات ہے اس کی نام خدا
کہ بعضے سخن ہیں کلام خدا
کہاں ایسا علّامۂ روزگار
کہ حکم کواکب ہو تقویم پار
اسی ابر کی ہیں در افشانیاں
کہ یوں آب ہو علم یونانیاں

مثنوی ناتمام (دیگر)

پلا ساقیا جام کوثر مجھے
خراب شراب ھدیٰ کر مجھے
وہ ذوق آشنا لذت افزا شراب
کہ تسنیم ھو شرم سے جس کی آب
وہ مے جو کرے لوث عصیاں کو دور
کہے جس کو خالق شراب طہور
وہ مے جس کے حور و ملک تشنہ کام
وہ مے جو سوا احمدی کے حرام
وہ مے جس کا صہبا و خم حوض و نہر
وہ مے جو پئے تشنہ کامی ھے زھر
وہ مے جس کی تیزی دم ذوالفقار
علی سرخوش نشۂ بے خمار
وہ مے مشتری جس کے ھیں سر فروش
وہ مے جس کا صدیق سا خم بہ دوش
وہ مے جس کا خود رفتہ پیر ھدیٰ
صراحی و مینا کی گردن عصا
وہ مے جس کی قلقل ندائے صلات
سجود صراحی ادائے صلات

مری بے شعوری شعور آفریں
کہ مقصود دونوں کا شوخی نہیں
مگر اور مشکل بنی جان پر
کہ ہے شکر واجب ہر انسان پر
اگر اس کی پرسش ہو روز حساب
تو حیراں ہوں اس میں کہ پھر کیا جواب
مگر تو ہی اپنی عنایت کرے
کہ لب خامشی کی شکایت کرے
ملے تیرا دیوان قسمت سے سات
خموشی کو تعزیر، مجھ کو نجات

کمال سخن ہے خموشی یہاں
دل افسردگی گرم جوشی یہاں
عجب راہ ہے کوئی طاقت گداز
رکھیں پاؤں یاں پھونک کر شعلہ تاز
نہ پیرو یہاں گرم پا بے دلیل
کہ جلتے ہیں بال و پر جبرئیل
بیاں کیا ہو گو سر بہ سر جوش ہے
خرد بے خبر ہوش بے ہوش ہے
کہے کون جز طعنہ یاں آفریں
زباں اور حمد زباں آفریں
کوئی ہرزہ تازی سے جاوے کہاں
نہیں گم‌رہی پیش جاتی یہاں
کہ گر مدح کو رہ نمائی نہ ہو
تو دل سے زباں تک رسائی نہ ہو
سراسیمہ پرواز کی جا نہیں
یہ اوج ، اوج عرش معلیٰ نہیں
خدایا کرے کس زباں سے بیاں
ترا شکر یہ بندۂ بے زباں
کہ طعن سخن کی ملالت نہیں
ادب دانیوں سے خجالت نہیں
نہیں زرد رنگ رخ آبرو
زباں لال تھی تن ہوا سرخ رو
مری خامشی قبلہ گاہ سخن
یہ درگہ حریم پناہ سخن

نہ کی ، نہ کرے گا کسی کی طرف
وہ جس کی طرف ، حق اُسی کی طرف

وہ صانع کہ جس نے بنایا ہمیں
نہ دیکھا تھا جو کچھ ، دکھایا ہمیں

نہ ہم جو کہ بالاے عیّوق ہیں
اُسی دست قدرت کی مخلوق ہیں

اُسی ذات سے ہے وجود جہاں
اگر وہ نہ ہووے تو پھر ہم کہاں

اُسی مہر کی تابش آب حیات
کہ ہے خضر ہر ذرۂ کائنات

وہ بے چون اور ڈھنگ اُسی کے ہیں سب
وہ بے رنگ اور رنگ اُسی کے ہیں سب

ملائک میں ہے وہ نہ انسان میں
ولے جلوہ اُس کا ہے ہر شان میں

نہ نور مجرد وہ خلاق مہر
نہ عرش بریں پر محیط سپہر

منزّہ کم و کیف سے اُس کی ذات
مبرّا تخیل سے اُس کے صفات

وہ عالم میں مانند ''لم'' جلوہ زن
کہ ثابت کرو تو ہے نفی سخن

کرے جلوہ تو بھی نہ آئے نظر
رہے دل میں پر دل وہی بے خبر

کہاں تاب آئینہ عرض صفت
کہ حیرت ہے معراج ہر معرفت

کہے گر چلی جا تو بے ہم چلے
غرض اس کے کہنے پہ ہر دم چلے

جو فرماں زمیں کو ہو بہر فلق[1]
الٹ دے ابھی آسماں کا طبق

کہے گر نہ چل چرخ کو ، بیٹھ جائے
ہے فتنے پہ کیا ذکر جو سر اٹھائے

وہ رازق کہ دے نعمت رنگ رنگ
سزاوار ہر ذوق اور بے درنگ

نہیں اس کے خواں سے کوئی تلخ کام
وہی اشتہا بخشے وہ ہی طعام

وہ کفران نعمت پہ دے بے حساب
محبّوں کو غم ، مے کشوں کو کباب

وہ ناصر کہ گر اس کی امداد ہو
فغاں سے مری ، چرخ برباد ہو

وہ حافظ کہ آتش سے خس کو بچائے
تپ عشق سے بوالہوس کو بچائے

ڈبووے نہ تابوت موسیٰ کو نیل
حق کاہ میں سیل ہو سلسبیل

وہ عادل کہ دے زلف کو پیچ و تاب
اگر جان عاشق کو ہو پیچ و تاب

نہ مسلم کا درگاہ میں اس کی پاس
نہ کافر کو انصاف سے اس کے یاس

---

۱ - نسخہ اول و دوم (صفحہ ۴۴۰ ، حاشیہ صفحہ ۲۴۰) میں "فلق" اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۴۰۷) میں "قلق" - (مرتب)

ہو فرعون کو آتش جاں گداز
کہاں آب کو اس قدر امتیاز
اشارت سے آتش وہ افسردہ ہو
کہ تشبیہ سے لالہ پژمردہ ہو
یہ کیا تاب منکر جو مانگے دلیل
کہ مشہور ہے ماجرائے خلیل
جو سمجھیں تو کیا دور کفار سے
کہ ہوں آب دوزخ کے انکار سے
یہ محکوم ابلیس جانیں کہیں
کہ آتش سزائے پرستش نہیں
نکلتا اگر اُس کی طاعت سے کام
تو پروانہ جل کر نہ ہوتا تمام
بنے امر سے اُس کے صر صر، نسیم
اُڑا دے چمن کو بہ رنگ شمیم
گلستان عالم کی یہ خاک اُڑائے
کہ جوں گرد دل ، آہ غم ناک اُڑائے
ارم کو بنا دے بر لق و دق
کہ ہو رنگ گل جس کے دیکھے سے فق
بجھا دے اگر مشعل ماہ کو
نہ چھیڑے چراغ ہوا خواہ کو
اگر محفل شہ سے لے جائے نور
رہے شمع سہرند سے دور دور
اگر واں سے فرمان آرام ہو
تو کیا دم کہ پھر قطع یک گام ہو

وہ راحم کہ ''لاتقنطو'' خود کہے
پئے معذرت تا وسیلہ رہے
پزیرندۂ توبۂ جرم کوش
سیاہی زدائے رخ بادہ نوش
وفور ترحم سے وہ بے نیاز
کرے عفو تا جرم عشق مجاز
وہ عالم کہ معلوم ہر بات اُسے
نیاز سخن بے اشارات اُسے
وہ قادر کہ گر چاہے اُس کا کرم
مٹا دے مرے دل سے عشق صنم
نہ قدرت نمائی سے یہ بھی محال
کہ وہ بت کرے آرزوے وصال
سوا اُس کے یہ تو کسی سے نہ ہو
جو وہ کرسکے ، سو کسی سے نہ ہو
وہ حاکم کہ سب جس کے فرمان پزیر
عناصر سے لے تا بہ چرخ اثیر
اجازت اگر ہو ابابیل کو
کرے طعمہ ہر صاحب فیل کو
اگر حکم اہلاک نمرود ہو
تو پشے سے جوں پشہ نابود ہو
اطاعت کی کیسی[۱] ہے قاطع دلیل
کہ رہ قوم موسیٰ کو دے رود نیل

---

۱ - ''کیسی'' نسخہ اول (صفحہ ۴۴۰) اور نسخہ دوم (صفحہ ۲۸۰) میں - نسخہ طبع ششم صفحہ ۷۰۴) میں ''کافی'' ہے - (مرتب)

لیا جس نے دوزخ میں گرتوں کو تھام
کیا جس نے صہبا کو ہم پر حرام
بشر کو دیا قدرتوں سے وہ جوش
سبوے امانت نہ تھا بار دوش
ہمیں گو ملی خدمت احتساب
خرابات دشمن کو رکھا خراب
کسی کو نہ ہم پر دیا اختیار
ہمیں محتسب اور ہمیں بادہ خوار
وہ جام محبت پلایا ہمیں
کہ ہوش اپنی جاں کا نہ آیا ہمیں
اسی سے کی ہیں شورشیں ہر طرف
وگرنہ کہاں خاک کو یہ شرف
کہ ہو جان اہل فلک خاک رشک
مئے لعل سے سرخ تر رنگ اشک
جو ان عزتوں پر بھی ہوں ہم خراب
تو ہے تیغ درہ، جہاد احتساب
وہ بھیجے بشیر و نذیر انبیا
کہ فردوس و دوزخ کو دکھلا دیا
نہ سوجھا کسی بے بصر کو تو کیا
کہا کور اہل نظر کو تو کیا
جو انصاف سے اک ذرا کیجے غور
سزاے پرستش نہیں کوئی اور
یہ کیا کفر ہے اے طلب گار غیر
کہ بندہ ہو اس کا پرستار غیر

ادائے شکر خندہ آموز گل
قد افزائے گل‌بن ، رخ افروز گل
طراوت فزائے شمال و صبا
عقوبت ربائے سموم و وبا
فرازندۂ خیمۂ آسماں
نوازندۂ زہرۂ نغمہ خواں
ردا باف برجیس روشن قیاس
قضا طیلسان و بہ حکم لباس
فروزندۂ مہر عالم فروز
مذہب نمائے[1] مہ تیرہ روز
کمر بند بہرام شمشیرزن
صف آرا و جلاد لشکرشکن
مرصع نگار سریر فلک
قلم داں سپار دبیر فلک
فراتر نہ پایہ گاہ اجل
بنا افگن قصر جاہ زحل
تتق بند جلباب شب ہائے تار
خطا پوش ہر عاصئ تیرہ کار
کدورت بر چادر ماھتاب
گریباں در صبح زریں نقاب
نگہبان خم خانۂ بے ستوں
بہ دور آور ساغر واژگوں

---

۱ - ''نما ہے'' طبع اول اور دوم (صفحہ ۲۳۸ ، ۲۷۹) میں - طبع ششم (صفحہ ۳۰۶) میں ''نمائے'' ہے - (مرتب)

وہ مے جس سے مومن زباں تر کریں
وہ مے جس سے پرہیز کافر کریں

وہ مے جس کی موجیں تجلیٔ طور
وہ مے جس کے کف مہر و مہ کا ظہور

وہ مے جس کی حد سے زیادہ صفت
وہ مے جس کو صوفی کہیں معرفت

وہ مے جس کا خم خانہ عرش عظیم
وہ مے جس کا خمّار رب کریم

شہ مسند کبریا و جلال
مہ مہر بے زوال سپہر کمال

گل گلستان تنزّہ نسیم
نسیم ریاض تقدس شمیم

بہار چمن زار بے رنگ و بو
تبسم دہ غنچۂ آرزو

ہیولیٰ طرازندۂ جزو و کل[1]
نگارندۂ صورت خار و گل

کہن باغ نخل وجوب و قدم
نوی بخش نخل وجود و عدم

چمن آفریں ، باغبان دھور
مہیں نخل بند خفا و ظہور

ہوائے دل بے ہوا و ہوس
نفس پرور باد عیسیٰ نفس

---

۱ - طبع اول (صفحہ ۳۸ہ) میں ''جزو و کل'' اور طبع دوم و ششم میں ''جزو کل'' ہے - (مرتب)

وہ مے جس کے مدھوش آداب داں
وہ مے ھووے زن[1] جس کی تسبیح خواں
وہ مے جس کے تر دامن اھل یقیں
وہ مے داغ جس کے گل جیب[2] دیں
وہ مے جس کی کلفت صفاے سحر
وہ مے جس کی قلقل دعاے سحر
وہ مے نشہ جس کا حضور دوام
وہ مے[3] چشم اھل نظر جس کا جام
وہ مے جس کی گردش قرار و ثبات
وہ مے جو ھے ھم دورۂ اسم ذات
وہ مے جس کی بو جان صاحب دلاں
وہ مے جس کا رنگ آتش مقبلاں
وہ مے جو پئے درد عیسیٰ دوا
وہ مے جس سے محروم اھل ھوا
وہ مے جس سے روح الامیں کامیاب
وہ مے جس کو قدسی کہیں آفتاب
وہ مے جس سے سرشار جام فلک
وہ مے جس سے شیریں ھے کام ملک

---

۱ - تینوں نسخوں (طبع اول ، دوم اور ششم) میں یہی ھے البتہ نسخہ ششم کے صفحہ ۴۰۵ میں تحت ن ”جس کے زاھد ھوں“ اصلاح ھے (مرتب)

۲ - نسخہ طبع دوم (حاشیہ صفحہ ۲۷۸) میں ”جیب و دیں“ ھے طبع اول و ششم میں ”و“ نہیں ھے ۔ (مرتب)

۳ - لفظ ”مے“ نسخہ طبع اول (صفحہ ۳۴۷) میں رہ گیا ھے ، نسخہ دوم اور ششم میں ھے ۔ (مرتب)

اشعار ''مثنوی'' ناتمام

کہاں ہے تو اے ساقیٔ تیز ہوش
کہ مانند مے مجھ کو آیا ہے جوش

شراب سراسر ہدایت پلا
کہیں سے مئے توبہ تاثیر لا

وہ مے جس کے اہل ورع تشنہ کام
وہ مے جس کو زاہد نہ جانے حرام

وہ مے فکر عقبیٰ ہے جس کا خمار
وہ مے جس کے آلودہ پرہیزگار

وہ مے جس کا مینا دل اتقیا
وہ مے جس کے دردی کش اہل ریا

وہ مے جس سے روشن ہو اک بار دل
وہ مے جس کے بدمست ہشیار دل

وہ مے جس کا ساقی لب مرسلیں
وہ مے جو مزا دے دم واپسیں

وہ مے جس کی نکہت نسیم بہشت
وہ مے جس کی تلخی نعیم بہشت

وہ مے جو غم نزع سے دے نجات
وہ مے جس میں تاثیر آب حیات

ادائے آرزو کا کس میں حال اب
کروں عرض تمنا کیا مجال اب
الٰہی مومن اتنا ناتواں ہے
کہ ذکر آس سنگ دل کا بھی گراں ہے
سخن رفت از تواں خاموش گشتم
کشیدم نالہ و بے ہوش گشتم

کہاں تک رشک دشمن یار جانی
کہاں تک مہرباں، نا مہربانی
کہاں تک طول ایام جدائی
کہاں تک عرض غم کی نارسائی
کہاں تک سوز دل شمع شب تار
کہاں تک بخت خفتہ چشم بیدار
کہاں تک بےکسی فریاد رس ہو
کہاں تک سینے میں دل خوں ہوس ہو
کہاں تک کچھ نہ ہو تدبیر آرام
کہاں تک چھوڑ دوں تقدیر پر کام
کہاں تک مفت جی جائے کہاں تک
کہاں تک کچھ نہ بن آئے کہاں تک
حریف یاس اک مدت ہوا میں
خبر لے جلد ہی ظالم موا میں
نہیں بچتا کہ جی پر ہے قیامت
رہے عاشق کشی تیری سلامت
الہٰی اب کہاں طاقت فغاں کی
قسم اس کم سخن غنچہ دہاں کی
نہیں تاب و توان آہ شب گیر
دعاے کردہ کی ہوجائے تاثیر
وگرنہ حکم مرگ ناگہاں کو
کہ سن لے نالہاے ناتواں کو
بنی ہے ہر طرح دم پر الہٰی
کہاں یاراے جوش داد خواہی

کہیں جانے نہ دے کیا تاب و طاقت
ادب سنگ رہ شوق رفاقت

سراپا محو حیرت آئنہ وار
ترا منہ دیکھتی رہ جائے ناچار

وہ کیا سچ تو یہی اے نازنیں ھے
کہ بس چلتا ھمارا بھی نہیں ھے

نکالوں زلف کا بل میری کیا تاب
کروں اس عقدے کو حل میری کیا تاب

وہ عاجز ھے میں عاجز تو ستم گر
ترحم کر ترحم کر ستم گر

کہاں تک شوق وصلت میں مروں میں
نہیں جی صبر کرتا ، کیا کروں میں

نہیں جاں ٹھہرتی ، ٹھہراؤں کیوں کر
نہیں دل مانتا سمجھاؤں کیوں کر

کہاں تک آرزوے ھم نشینی
رکھے واماندۂ خلوت گزینی

کہاں تک سوز شوق ھم کناری
کرے یوں گرم جا بر میں ھماری

کہاں تک اشتیاق بوسۂ لب
فسوں خوان فغان و جوش یا رب

کہاں تک پاس ھم خوابی جگاوے
پریشاں خواب بے داری دکھاوے

کہاں تک حسرت ذوق ملاقات
کہاں تک تلخ کامی بے مکافات

قیامت میں[1] بہم ربط برو دوش
کہاں سے جی اٹھا شوق ہم آغوش

نصیب اس کے حیات جاودانی
کرے جو اس طرح سے جاں فشانی

یہ مرنا کاہے کو جینے سے کم ہے
کہ خواب ناز یہ خواب عدم ہے

نہیں یہ ماجرا ظالم فسانہ
نہ میں، آگاہ ہے سارا زمانہ

سنو تو ایسے سو قصے سناؤں
اگر باور نہ ہو مر کر دکھاؤں

یہ ہے بہتر کہ دل جوئی کرو تم
ہمارے جان دینے پر مرو تم

نہیں تو جذبۂ شوق ملاقات
خدا جانے کرے کیا کیا مکافات

غضب ہے التفات داد و بے داد
بھلا دوں گا تغافل میں، رہے یاد

دکھا دوں گا تماشا چشم تر کا
رہا یوں خشک کب دامن نظر کا

نہیں یہ بوالہوس کی عشق بازی
کہ اتنا ہار دے جی چارہ سازی

نہ ہو ارماں دل آزاری کا میری
علاج آئے نہ عیاری کا میری

---

۱ - "میں" نسخۂ طبع اول نول کشور (صفحہ ۳۵۴) میں نہیں ہے، طبع دوم اور ششم میں ہے - اس سے معنی واضح نہیں ہوے، "تھا" سے معنی زیادہ مربوط ہو جائیں گے - (مرتب)

تجھے معلوم ہے سب ابتدا سے
جو کچھ اُس پر بنی تیری جفا سے

نہیں دیکھی تھی اُس نے تیری تصویر
نہیں آئی تھی رنگ رخ میں تغیر

نہیں محو تماشا بن گیا تھا
نہیں حیرت کا پتلا بن گیا تھا

کہا' دل میں جو سن کر اُس نے افسوس
کہ ایسا عاشق اور مر جائے مایوس

چلی تربت پہ اُس کی جذب دل سے
چلے کیا پیش درد جاں گسل سے

کسی حیلے سے اُس کو بھی لیا ساتھ
کہ ساتھ آئے تو جانے کیا کیا ساتھ

ہوئی جب شمع تربت وہ دل افروز
کہا یہ کھینچ کر اک آہ جاں سوز

کہ مجھ بن کس طرح آرام آیا
یہ کیا خواب عدم میں چین آیا

لپٹ کر گور سے رونے لگی بس
وہ خاک تفتہ گل ہونے لگی بس

تپاں ایسا دل مشتاق بے صبر
کہ شق اُس زلزلے سے ہوگئی قبر

گلے سے لگ کے اُس آرام جاں کے
نکالے حوصلے جان تپاں کے

---

۱ ۔ کیا ؟۔ (مرتب)

سحر چونکی جو دل بے تاب دیکھا
بس آنکھیں کھل گئیں وہ خواب دیکھا

چلے آتے تھے آنسو چشم تر میں
کہ وہ ھی ماجرا شب کا نظر میں

نہ بہلی طبع بہلائے سے ھرگز
نہ ٹھہری جان ، ٹھہرائے سے ھرگز

ھوئی سرگرم استفسار احوال
کہ ھے ضبط نفس سے جان پامال

گئی گھر اُس کے جس پر افترا تھا
کہ تا معلوم ھو یہ قصہ کیا تھا

ملی آپس میں جب وہ سحر پرداز
ھوئی جادو بیانی سے فسوں ساز

کہا اُس سے[۱] کہ وہ شیدا کہاں ھے
تمھارا چاھنے والا کہاں ھے

وھی شور محبت اب تلک ھے
کہ ذوق تلخ کامی بے نمک ھے

کہا اُس نے کہ لو اپنی خبر تم
بنو نادان نہ اتنی ، جان کر تم

مری جاں کل گھر آتے ھی موا وہ
ترے صدقے ، ترے قرباں ھوا وہ

ترے غم میں گیا دنیا سے ناکام
ھوئی میں مفت اک عالم میں بدنام

---

۱ - نسخۂ اول نول کشور (صفحہ ۴۳۴) ”سے“ اور طبع دوم (صفحہ ۲۷۶) اور ششم (صفحہ ۳۹۸) میں ”نے“ ھے - (مرتب)

ولے وہ بد دماغ و رو کشیدہ
گریباں تازۂ دامن دریدہ

سکوں محو جنوں سامانی اُس میں
نہ وہ زنداں پہ وہ زندانی اُس میں

پریشاں حالت و بے تاب و مضطر
نگاہ شوق مائل جانب در

یہ حالت دیکھ یہ محو تماشا
اُسی جانب کو دوڑی بے تحاشا

کہ ناگہ پاسباں نے آن گھیرا
کہا فردوس میں کیا کام تیرا

جو رکھے اپنے دل تفتہ کو محروم
بہ جز دوزخ ٹھکانا اُس کا معلوم

یہ سن کر وہ جوان مضطر آیا
کہ دیکھوں رحم اُس کو کیوں کر آیا

کہا روکا کسے جانانہ ہے یہ
میں اک بندہ ہوں صاحب خانہ ہے یہ

نصیب اس باغ کے اے مانع خیر
کہ ایسی رشک حور آئی پئے سیر

سمجھ اس گل زمیں کی سرفرازی
کہاں یہ بے دماغ اور ہرزہ تازی

ہوا گستاخ آخر ولولے سے
یہ کہہ کر لگ گیا اُس کے گلے سے

کہ بس اب تو نہیں کچھ بدگمانی
یقیں آئی وفا و جاں فشانی

نہ چھوڑا اس تغافل کیش کو بھی
کیا مظلوم ، ظلم اندیش کو بھی
نہ بیٹھا چین سے بن سر اٹھائے
نہ آئی نیند بے فتنہ جگائے
کیا اس سایۂ راحت کو بےتاب
دکھایا ہوش افزائے سحر خواب
نہ خواب آگاہی اسرار تقدیر
کہ تھی خواب عدم ہی جس کی تعبیر
نظر آیا کہ باغ دل نشیں ہے
اگر جنت تو فردوس بریں ہے
اک ایواں اس میں رشک قصر شداد
مذہّب اور مرصّع تا بہ بنیاد
میسر کم کسی کو جو وہاں فرش
کہ یوں استبرق و سندس کہاں فرش
جواں اک جلوہ فرما شہ نشیں میں
کہ یہ جلوہ نہیں روے زمیں میں
کئی ہم بزم اس کے وہ پری وش
سلیماں دیکھ کر جس کو کرے غش
یہ طلعت کب کبھی دیکھی سنی تھی
وہی صورت جو حوروں کی سنی تھی
ادائے دل ربائی ناز سب کے
ترحم پیشگی انداز سب کے
نظر سے بےحجابی پر عیاں شرم
اس افسردہ کی دل جوئی میں سرگرم

زبس اُس کوچے میں جانے نہ پایا
خیال سیر جنت دل میں آیا
اقارب آشنا حیران و گریاں
تب و تاب الم سے سینہ بریاں
فغان و آہ مرگ ناگہانی
تمام عمر آغاز جوانی
نصیحت گر ہوے اب نعرہ زن ہاے
پنھایا بخیہ سازوں نے کفن ہاے
دی اُس نے جان کیسی حسرتوں سے
کہ یہ بے درد روئے شدّتوں سے
اُٹھایا سر پہ گھر ہنگام فریاد
کیا جن دوستوں نے خانہ برباد
غضب ہے بے کسی کیا کیا اثر تھے
کہ جو قاتل تھے وہ ہی نوحہ گر تھے
اُنھوں نے حیف لاش اُس کی دبائی
جنھوں نے دوستی کی خاک اُڑائی
کریں کیوں دفن وہ ظالم خدایا
جنھوں نے خاک میں اُس کو ملایا
یہ حالت دیکھ کر عشق فسوں ساز
ہوا بار دگر ہنگامہ پرداز
کہاں تک چشم پوشی غیرت آئی
نگاہ بے کسی سے حیرت آئی
گزاف حسن سے تنگ آ گیا بس
کہاں تک درگذر گھبرا گیا بس

دم آخر ہو کچھ تاثیر شاید
کرے وہ چارہ و تدبیر شاید
ہوا جاں بر تو عیش جاوداں ہے
موا تو یہ اجل پیدا کہاں ہے
غرض آزار نے کی رہ نمائی
اسے سوے وطن پھر موت لائی
جب آیا شہر میں وہ مچ گئی دھوم
اقارب کو ہوا یہ حال معلوم
قلق سے بہر استقبال دوڑے
وہ گو بد حال تھے، خوش حال دوڑے
سر رہ آلیا آن دشمنوں نے
بجھائی آگ کب آتش زنوں نے
وہ کوے یار تک جانے نہ پایا
کہ سدّ راہ تھا جو کوئی آیا
رہا اوہام گوناگوں سے مانوس
کہ تھا ملحوظ اس کا پاس ناموس
نہ دیکھی پیش جاتی گھر میں آیا
ٹھکانے ہرزہ گردی نے لگایا
تحمل نا توانی سے گراں تھا
کوئی دم کا، گھڑی کا میہماں تھا
وطن میں وقفہ یہ ہی کوئی دم تھا
کہ احرام سفر سوے عدم تھا
نہ ٹھہری لب پہ اک دم نیم‌جاں حیف
کہاں آیا تھا اور پہنچا کہاں حیف

قسم کھانا[1] کہ وہ مطلب غلط ہے
غلط ہے ، سب غلط ہے ، سب غلط ہے

اجازت ہو تو پھر آؤں وطن میں
پھروں آوارہ کیوں دشت محن میں

یہ کہتے کہتے جوش آہ و زاری
دم صبح دگر تک ، اشک باری

اسی غم میں ملول و شاد ہونا
اسی سودے میں ہنسنا اور رونا

اسی آزار سے بیمار رہنا
اسی اندوہ میں سن سار رہنا

اسی اندیشے سے آشفتہ احوال
اسی دل بستگی میں فارغ البال

خیال گفتگوے دل میں خاموش
سر واماندگی ، غارت گر ہوش

بڑھا غش کا زمانہ رفتہ رفتہ
قریب مرگ پہنچا رفتہ رفتہ

ہوا اس بے خودی سے جب خبر دار
کہ دیوانہ بہ کار خویش ہشیار

خیال آیا کہ یاں مرنے سے حاصل
عبث جی کے فدا کرنے سے حاصل

چلو اس کوچے میں چل کر مروں میں
علاج حسرت و حرماں کروں میں

---

۱ ۔ کھاتا ؟ ۔ (مرتب)

رواں بے تاب جوں ریگ رواں وہ
کہ اک صحرا میں گزرا ناگہاں وہ
نہ صحرا ، خانۂ زنبور تھا وہ
کہ نیش خار سے معمور تھا وہ
نہ صحرا رشک میدان قیامت
ملا دے خاک میں شان قیامت
غضب پُرھول و پُر آشوب و پُر درد
تصور سے رخ سیاح ھو زرد
کچھ آیا وہ جنوں افزاے جاں کاہ
پسند خاطر مشکل پسند آہ
زبس مطبوع تر ، ویرانہ تر تھا
بس ایسا رہ پڑا گویا کہ گھر تھا
اسی پُر ھول دشت لق و دق میں
بسر کی ایک مدت ، پر قلق میں
تمنا بے خود حرماں نصیبی
سیہ مست مئے شام غریبی
اگر آتش فشاں یاد وطن ھو
نسیم صبح سے گرم سخن ھو
کہ اے باد بہار دل نوازی
نہال خشک کی کچھ چارہ سازی
سنا دے رفع بدنامی کی باتیں
کروں کب تک میں ناکامی کی باتیں
شمیم یار پہنچا ناتواں تک
کہاں تک بے دماغی کہہ کہاں تک

پھرا ناچار مایوسانہ واں سے
یہ کرتا مشورت شوق نہاں سے

کہ کیا کیجے علاج بدگمانی
یقیں کس طرح آئے جاں فشانی

مگر ترک وطن یک چند کیجے
کسی صحرا میں دل خورسند کیجے

کہ بے نام و نشاں بدنامیاں ہوں
ذرا کچھ دور یہ ناکامیاں ہوں

تو پھر شاید محبت باور آئے
ترحم کچھ مری حالت پر آئے

خیال خام کی یہ پختہ کاری
کہ دل گرمی ، غریبی ، بے قراری

عناں کش جوش وحشت سوے صحرا
تپش رشک رم آھوے صحرا

کیا آخر سفر بے چارگی سے
ھوا ویرانہ گھر آوارگی سے

چلا منزل بہ منزل خاک آڑاتا
ھوا پر خاک کے تودے لگاتا

سراسیمہ ، پریشاں حال ، بے دل
نہ ھم راہ و نہ سامان و نہ منزل

نہ زیر سایہ وقفہ دوپہر کو
نہ حد و انتہا عزم سفر کو

تگ و دو جوش وحشت سے شب و روز
سپہر کج روش کو گردش آموز

عبث ہے مجھ سے اظہار محبت
کہ ہوں دانائے اسرار محبت
مجھے ہے خوب تیرا حال معلوم
مکرر سن چکی ہوں عشق کی دھوم
سبب اس غفلت مزاجی پر خبر ہے
کہ تو عاشق ہے لیکن اور پر ہے
بگاڑے گا کہیں باتیں بنا کر
یہ دم دے تو کسی ناداں کو جا کر
فسون نالہ بے تاثیر ہے یاں
سراپا معجزہ تقریر ہے یاں
خدا کے واسطے رسوا نہ کیجو
کہیں اس بات کا چرچا نہ کیجو
رہے اس کو مبارک جو ہے بدنام
تری ناکامیوں سے مجھ کو کیا کام
کبھی اے بے خرد ! بھولے سے زنہار
نہ لینا نام میرا پھر خبردار
ملا جب یہ جواب سامعہ سوز
ہوا سرگرم آہ آتش افروز
کہ بخت تیرہ یہ کیا رنگ لایا
سرشک سرخ ُدرّ نابھا تھا
نظر آتی ہے یاس جاودانی
نہیں بے ہودہ لاف لن ترانی
ہوا تاثیر غم کو کیا خدایا
نہ آیا رحم اس بت کو نہ آیا

میں وہ آوارۂ ہرزہ درا ہوں
کہ ناحق خلق میں رسوا ہوا ہوں
اگر اتنی کرے تو مہربانی
کہ پہنچادے یہ پیغام زبانی
تو میں تیرا غلام زر خریدہ
غلط ہے ، بندۂ جاں آفریدہ
کہ اے بے رحم و بے درد و ستم گار
دل آزار و دل آرام دل زار
تغافل حال سے میرے نہ کر تو
خیال امتحاں سے درگذر تو
نہیں دم مجھ میں ، کیا تاب تظلم
ترحم اے ستم پیشہ ، ترحم
تری صورت نے میرا دل لیا ہے
تری تصویر نے حیراں کیا ہے
دل آزار تمنائے ملاقات
ہوا ہوں جان سے بے زار ہیہات
بھری ہے حسرت دیدار دل میں
نہاں ہے جلوۂ رخسار دل میں
نہ لائے لب پہ عذر ناز کی دوش
کہ ہے اعضا گسل ، شوق ہم آغوش
ہوا گستاخ ادب سے حرف مطلب
ہے لب پر التماس بوسۂ لب
سنا اس تند خو نے جب یہ پیغام
کہا ، کہہ دے کہ اے عیار خود کام

کہا اے درد مند چشم بیمار
ترا درماں ہے عیسیٰ سے بھی دشوار
کہ وہ سرکش ہے جس کا تو ہے پامال
نہیں سنتی کسی دل خستہ کا حال
عداوت ذکر سے عشاق کے ہے
تنفّر نام سے مشتاق کے ہے
کرے کس طرح کوئی چارہ سازی
کہ ستم ہے چارہ گر کی بے نیازی
پیام شوق کا یارا کسے ہے
توانِ جرأت بےجا کسے ہے
مگر اک میں کہ ہمدم ہم زباں ہوں
سدا سے معتمد ہوں راز داں ہوں
اگر چاہوں تو لے لوں نام عاشق
بیاں کردوں کوئی پیغام عاشق
سو وہ بھی وقت پا کر ایک ڈھب سے
نہ گستاخانہ ، انداز ادب سے
اگر افسانۂ غم تو سناوے
مجھے نام و نشاں اپنا بتاوے
تو میں اس ناز پرور کو سنادوں
جواب شوخی و انداز لادوں
کہ ہے میری طبیعت رحم مانوس
جوانی پر تری آتا ہے افسوس
کہا اس نے کہ اے غم خوار عاشق
دل معشوقہ و دلدار عاشق

صفا و تاب کیا کیا جلوہ گر تھی
نظر صدقے در و دیوار پر تھی
لگے یک بار پاؤں لڑکھڑانے
بنایا تھا مگر واں گھر صفا نے
تمنا تھی فدا ہونے کی جی میں
لگا بے تاب پھرنے اس گلی میں
کہ ناگہ اک کنیز برق رفتار
ہوئی جوں شعلۂ آتش نمودار
نہ چالاکی ہی میں رشک قمر وہ
کہ تھی خورشید سے بھی گرم تر وہ
نشاط افزا بہار گل جبینی
شگفتن جاں نثار گل جبینی
عیاں طرز نظر سے مہربانی
نگہ نا آشنائے سرگرانی
دہن جوں غنچہ لب ریز تبسم
گل افشاں بے سخن طرز تکلم
ادا فہم نگاہ چشم مشتاق
زباں دان اشارت ہائے عشاق
مشخص اک نظر میں سارے آزار
طبیب درد عاشق ، چشم بیمار
سخن سازی میں افسوں کی سی تاثیر
وہ لب معجز نما و سحر تقریر
ہوئی جوں ہی دوچار اس خستہ جاں سے
تو واقف ہوگئی درد نہاں سے

سبھی اُس بے وفا پر دیتے ہیں جاں
نہیں مرنے کا اُس پر کس کو ارماں
ہزاروں نیم بسمل جستجو میں
ہزاروں مر گئے اس آرزو میں
کہاں ایسے کسی کے بخت بیدار
کہ ہو ہم خواب وہ خورشید رخسار
غرض نام و نشاں سارا بتایا
دل گم گشتہ کا یوں کھوج پایا
پتا اُس سے مکاں کا لگ گیا واں
کہ جی تاب و تواں کا لگ گیا واں
کیا معلوم جب اپنا ٹھکانا
ہوا وحشت زدہ واں سے روانا
چلا بے تاب سوے کوے دل بر
کہ کھینچا جذب دل نے سوے دل بر
کی ایسی پیروی تاب و تواں کی
کہ سیدھی راہ لی اُس کے مکاں کی
سر کُو سجدہ پامال زمیں تھا
نشان پا کی جا نقش جبیں تھا
زبان تہنیت گو نالہ مایوس[۱]
لب خود کام سر گرم زمیں بوس
نگاہ حیرت چشم تماشا
سوے در دوڑتی تھی بے تحاشا

---

۱ ۔ مانوس ؟ (مرتب)

هوا بے هوش چھاتی سے لگا کر
بنا تصویر ، جان تازہ پا کر
یہ حالت دیکھ کر سمجھی وہ عیار
کہ هے یہ بوالهوس ، نے عاشق زار
هوئی بےزار الطاف نہاں سے
حجاب آیا ، ادائے امتحاں سے
گراں تھی اس سے گرچہ مہربانی
کہ پوچھے حال درد سخت جانی
ولے پاس طلب سے آخر کار
هوئی مستفسر مطلب وہ ناچار
بیاں اس نے کیا جو ماجرا تھا
هوا ظاهر کہ وہ سب افترا تھا
کہا اے عاشق شوریدہ انجام
سیہ مست شراب تلخئ کام
مبارک درد ، بے درمان[1] و تدبیر
کہ وہ بے درد هے جس کی یہ تصویر
خبر لے اپنی کیوں سودا هوا هے
کہ وہ لیلیٰ شمائل بد بلا هے
وبال جان نازک دل ربائی
ترحم کو وہ سمجھے بے حیائی
دماغ لطف دلداری کہاں هے
کہ یہ آرام جاں ، جان جہاں هے

---

۱ - ''درمان و تدبیر'' طبع اول (صفحہ ۴۲۷) - طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۷۱ ، ۳۹۲) میں واؤ نہیں هے - (مرتب)

وہ صورت دیکھتے ہی اُڑ گیا رنگ
دکھایا جوش وحشت نے نیا رنگ

ہوا شوق نظارہ محو دیدار
بنایا بےخودی نے نقش دیوار

گہے خوں‌ریز و گاہے اشک افشاں
بنے کلک مصور موے مژگاں

خط تقدیر تھا، نے[۱] نقش ہستی
کہ مٹتا مذہب صورت پرستی

ہوا غش مرشد آداب ابرو
سکھایا سجدۂ محراب ابرو

عیاں رخ سے ہوئی دل کی کدورت
تغیر رنگ نے کردی یہ صورت

جمے نقشے عذاب جاں گسل کے
قیامت آگئی جاتے ہی دل کے

نہ چھوڑا دم ذرا جوش فغاں نے
نکالیں حسرتیں درد نہاں نے

زمیں پر بےقراری نے لٹایا
تپش نے خاک میں اُس کو ملایا

نہ ٹھہرا دل ذرا کتنا سنبھالا
ہوا بےتاب تر جتنا سنبھالا

ادب سے اُٹھ کے وہ تصویر اُتاری
کہ تھا گستاخ شوق ہم‌کناری

---

۱ - نسخۂ طبع اول (صفحہ ۲۲۶) اور طبع دوم (صفحہ ۲۷۱) میں "نے" ہے اور طبع ششم (صفحہ ۳۹۱) میں "بے" ہے - (مرتب)

وہ جس دم آ کے بیٹھا اُس مکاں میں
نہ تھی تاب سکوں ، تاب و تواں میں
غضب ہے اس بلا کا کیا ٹھکانا
پری خانے میں دیوانے کا آنا
کیا گھر دل میں شوق بےدلی نے
محل پایا غم آب و گلی نے
ہوا وحشت‌فزا درد نہانی
ٹھکانے لگ گئی بے خانمانی

زبس ہر صورت خورشید رخسار
نگاہ شوق کو نظّارہ دشوار
سراپا حیرت افزائے نظر تھا
جہاں پہنچی نظر گویا کہ گھر تھا
صفا سے گر نہ ہوتی لغزش پا
تو رہتی پا بہ گل چشم تماشا
شبیہ اک آن میں رشک نقش تسخیر
کہ تھا جادو کا پتلا وہ نہ تصویر
عجب صورت کہ جس سے ناز ظاہر
سکوں سے شوخی انداز ظاہر
خموشی سے عیاں شیریں زبانی
گل افشاں معنی غنچہ دھانی
نشان رشک سودا نقطۂ خال
کہ وہ بے مثل ، تھی جس کی یہ تمثال
تظلم فرق معنی کے سبب تھا
لباس کاغذی بے وجہ کب تھا

ذرا تکلیف کر اُس نوجواں تک
کسی ڈھب سے اُسے لے آ یہاں تک
کہ منع محشر آرائی کروں میں
علاج درد رسوائی کروں میں
مرے کہنے کو شاید مان جائے
عبث ہے جاں فشانی جان جائے
غرض یہ دل نشیں فتنہ اُٹھایا
کہ اُس خود رفتہ کو مہماں بلایا
نیا ڈھب اور سوجھا امتحاں کا
کہ سر خط ہے ضمیر نکتہ‌داں گا
زبس تھی ناتوانی اُس کی معلوم
کہ بھایا ناز کو آزار مظلوم
کی آرائش دہ آئینہ خانہ
شبیہہ سادہ رویان زمانہ
دکھایا نقش حیرانی نظر کو
مرقع کردیا دیوار و در کو
وہ ایواں آفت عقل و دل و دیں
کرے سجدہ جسے بت خانۂ چیں
ہے اس اعجاز میں عیسیٰ بھی حیراں
کہ تصویروں سے اُس میں پڑ گئی جاں
عجب نقش و نگار و[1] حسن تدبیر
انھیں میں اک طرف اپنی بھی تصویر

---

۱ - ''نگار و حسن'' نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۹۰) میں - ''نگار حسن'' طبع اول و دوم (صفحہ ۴۲۵، ۲۷۰) میں - (مرتب)

بلا تیری مرے اندوہ و غم میں
کہ وہ کیا میں پری کو لاؤں دم میں
نکال اپنی ہوس ہائے نہانی
ترے قربان عیش جاودانی ۔
ذرا دھر کان حرف دل نشیں پر
نہ کر بے داد جان نازنیں پر
کہاں تک دور بینی ہے کہاں تو
بلا لے شوق سے اس کو یہاں تو
وہ گو بدنام ہے پر چھپ کے آنا
کوئی گر جان لے تو میں نے جانا
عذاب ہجر تیری جان سے دور
نصیب دشمناں اندوہ مہجور
مرے کہنے پہ چل مت ہاتھ سے جا
نکالے پاؤں کیوں انداز بے جا
ہنر مندی سے ہو تو کیوں کھلے عیب
کہ وہ ستّار ہے جو عالم الغیب
قرار اس مصلحت نے جب کہ پایا
دل بے تاب کو آرام آیا
وہی ٹھہری جو ٹھہرائی تھی دل میں
زباں پر آئی جو آئی تھی دل میں
بلا کر اک عجوز حیلہ پرداز
کہا اے جادوے پرفن، فسوں‌ساز
وہ مجنوں جو نیا پیدا ہوا ہے
مجھی پر کہتے ہیں شیدا ہوا ہے

نہ سوئے شوق ہم خوابی کے مارے
انھیں افکار میں راتیں گذارے
رہے بیٹھی صبا کی رہ‌گذر میں
کٹے دن انتظار نامہ‌بر میں
اسی حالت میں گذرے جب کئی سال
کہ تھی مثل زماں تغییر احوال
زبس مطلوب نازش تھا طلب‌گار
بنی سو خود فروشی پر خریدار
نہ آیا صبر بے دیدار مشتاق
نہ ٹھہری جان و طاقت ہوگئی طاق
کی آخر مشورت اک ہم نشیں سے
کہ اٹھتا ہے دھواں جان حزیں سے
جلایا شوق وصل تفتہ جاں نے
کیا خاک آتش سوز نہاں نے
انھیں فکروں میں سرگرداں‌ہوں دن رات
کہ اس وحشی سے ہو کیوں کر ملاقات
ذرا دیکھوں تو کیا ہے اس کی صورت
نہ کر دے خاک، تاثیر کدورت
نہ کیوں کر رحم آئے سن کر احوال
کہ ہے اک سرفراز اس طرح پامال
کوئی تدبیر لے تو ہی بتا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھادے
کہا اس نے کہ اے سرمایۂ ناز
فدا تیرے ستم پر سب کے انداز

نظربازی کسے مدّنظر ہے
کہ پردے ہی میں ہےشوخی بھی گر ہے
پری سے ہوسکے دیوانگی کیا
نکالے پاؤں مجھ سی خانگی کیا
مگر شہرت نے کی یہ بے حجابی
کہ گھر بیٹھے ہوئی خانہ خرابی
زبس تھا اعتماد دل‌ربائی
نہ سمجھی تہمت آشفتہ‌رائی
یقیں جانا کہ سن کر میرے انداز
ہوا ہوگا شہید خنجر ناز
ہوئی جب دل نشیں یہ بے نشاں فکر
لگی رہنے اُسی کی ہر زماں فکر
غضب لذت اُٹھانے کا بندھا دھیان
کھڑے ہونے لگے ہر بات پر کان
کرے سامع فریبی جب یہ افسوں
کہ واں ہے کاہش جاں ، روز افزوں
بڑھی جاں‌کاہی سوز[۱] نہانی
جتائے زور عجز ناتوانی
شکست رنگ ، نقش روے سادہ
نزاکت لحظہ لحظہ ہو زیادہ
رہی آخر نہ چالاکی نہ چستی
خیال باطل اور اتنی درستی

---

۱ - ''روز'' نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۸۹) میں غلط ہے - طبع اول اور دوم میں ''سوز'' صحیح - (مرتب)

یہ کی کس چشم مےگوں نے خرابی
کہ ہے خودرفتہ جوں رند شرابی

جلایا اس طرح کس شعلہ خو نے
یہ دن دکھلائے کس خورشیدرو نے

یہ فتنہ کس کی قامت نے اٹھایا
بلا میں کس کی زلفوں نے پھنسایا

یہ کس دست نگاریں کے ہیں نیرنگ
کہ رنگ خوں نیا کچھ لائے ہے رنگ

لگایا آخر اک کافر پہ بہتاں
کہ ہے وہ آفت عقل و دل و جاں

یقیں کا بدگمانی سے لیا کام
کیا اس بےگنہ کو مفت بدنام

سخن ہاے غلط کو سب نے جانا
ہوا یہ تذکرہ آخر فسانا

کسے رسوائی بےجرم کی فکر
جہاں سنیے یہی چرچا یہی ذکر

ہوا شہرہ قریب و دور کیا کیا
علاج اتہام اقربا کیا

سنی جب اڑتے اڑتے یہ حکایت
ہوئی وہ سادہ‌رو حیراں نہایت

کہ میرا جلوہ دیکھا کیوں کر اس نے
کہاں سے سینک لی چشم تر اس نے

ہوا بےپردہ کب حسن نقابی
کہاں ایسی حیا پر بےحجابی

خراب آرزوے خواری عشق
ہلاک حسرت بیماری عشق

اسی ارمان میں رویا کرے وہ
نگاہ پاک کو دھویا کرے وہ

پھرے دیوانہ وار اک گلی میں
یہ کیا سودا ، ہوس سودے کے جی میں

ہو اس سے آتش سوز نہاں تیز
پڑھے اشعار کیا کیا درد آمیز

کوئی گر حال پوچھے تو نہ بولے
نہ کچھ[1] سر بستہ مطلب ، پر نہ کھولے

رہے دل ھی میں دل کی ، پرعیاں سب
نہ کوئی رازداں اور رازداں سب

اقارب کو گلہ بےگانگی کا
میں دیوانہ ہوں اس دیوانگی کا

احبا کو شکایت بلکہ سو بیر
کہ ھم کو جانتا ھے بدگماں غیر

ہوئے اک روز آخر سب فراھم
پریشاں گفتگو کرنے کو باھم

یہ فکر باطل آشفتہ سری کی
بلا لائی ہوئی ھے کس پری کی

ہلاک جنبش ابرو ھے کس کا
اسیر حلقۂ گیسو ھے کس کا

---

۱ - ''نگہ'' نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۸۸) اور ''نہ کچھ'' طبع اول (صفحہ ۲۲۴) طبع دوم (حاشیہ ۲۶۸) میں ھے - (مرتب)

عیاں صورت سے دل کی شعلہ باری
ہیولٰی میں زیادہ جزو ناری
جو دیکھے اس کی فطرت کی تب و تاب
کہے اپنے کو آپ ابلیس کذّاب
کہاں یہ مہر میں آتش فشانی
کہ اس کے سایے سے ہو سنگ پانی
دلیل اعتدال طبع آزار
بہ رنگ نرگس بیمار، بیمار
ہزال و ناتوانی خواہش جاں
نشان تندرستی کاہش جاں
جنوں قوت فزاے جان بے تاب
بہر نور نگاہ چشم بے خواب
قلق کلفت زداے جان مضطر
صفا پروردۂ طبع مکدر
نفس بے اختیار نالہ ہر دم
تظلم سے نفس ناکام ہر دم
تمناے ستم ہنگامہ ایجاد
قیامت خانہ‌زاد شور فریاد
رواں پرور خیال جاں فشانی
اجل کے آسرے پر زندگانی
نہ چھوڑے دل لگانے کی تمنا
قیامت ناز اٹھانے کی تمنا
اسیر حسرت گیسوے دل دار
گرفتار گرفتاری دل آزار

نہ پھولو اس قدر سنگیں دلی پر
نہیں فرہاد سے کچھ میں بھی کم تر
نہ جاؤ آہ بے تاثیر پر تم
کرو تغییر حالت پر نظر تم
بدل جاتا ہے اک دم میں زمانا
نہیں اس چرخ کجرو کا ٹھکانا
نہ سمجھو یہ غرور جاودانی
کہ میری جاں نثاری ، جاں فشانی
معاذ اللہ اگر معجز نما ہو
تو بعد مرگ بھی کیا جانے کیا ہو
نہ ہوتی خاک مضطر میں جو تاثیر
نہ بنتا کشتۂ سیماب اکسیر
سرایت عشق کی وہ بد بلا ہے
کہ جس سے خاک میں عاشق ملا ہے
ہوی جب ملتفت یہ سوے معشوق
تو کیا مشکل کہ بدلے خوے معشوق
کیے ہیں جذب دل نے کام کیا کیا
نہیں تم نے سنا یہ ماجرا کیا

آغاز داستان

کہ تھا اس شہر میں اک خانہ ویران
جنوں تعلیم فرمانے اسیراں
جواں سال و کہن پیر محبت
سراپا اُس کا تصویر محبت

سمجھ تو کس کی ہے بے امتیازی
کرے فخر زماں یوں ہرزہ تازی

مسیح وقت کی بے چارگی حیف
وحید عصر کی آوارگی حیف

قیامت ہے وہ پامال جفا ہو
کہ جس کا چرخ ہفتم خاک پا ہو

ستم ہے، اس مکرم پر ستم ہو
جو صدر مجلس اہل کرم ہو

نہیں کچھ عیب آخر قدردانی
کرو تم دل دہی میں جاں فشانی

نہیں ایما کہ بس رخصت طلب ہوں
جو کہنا ہے سو کہہ چک جاں بہ‌لب ہوں

نظر ہے محو شوق گرم جوشی
نہ کر اے بے مروت چشم پوشی

یہ بے پروا ترے انداز کب تک
تغافل ناز ہے پر ناز کب تک

اگر ہے شوق بے اندازہ بے داد
بگڑ مل کر کہ ہے یہ تازہ بے داد

مجھے بھی اک ذرا آ جائے طاقت
تو شاید تاب پھر کچھ لائے طاقت

نہیں اب قابل جور و جفا میں
سدا غش رہتے رہتے مرگیا میں

نہ جانو یہ تگ و دو ہرزہ تازی
نہ سمجھو کھیل میری عشق بازی

جہنم تاب حرف ہر جگر سوز
قیامت ہم نشیں کی جان پر روز
سدا سودائیوں کی طرح بکنا
در و دیوار کو حیرت سے تکنا
تصور سے ترے ہر دم حکایت
کہ شوق وصل ہے اور بے نہایت
کبھی کہنا کہ کیوں کر آئے یاں تم
ہوے کس طرح بارے مہرباں تم
کبھی قول و قسم ترک جفا پر
کبھی تکرار پیماں وفا پر
کبھی شکوے نصیبوں کے ہزاروں
کبھی طعنے رقیبوں کے ہزاروں
کچھ آپ ہی آپ مضطر ہونے لگنا
ہنسی کی بات میں بھی رونے لگنا
کبھی ہنسنا تو حال چشم تر پر
ہمیشہ نوحہ تابوت اثر پر
بگڑنا نالہائے نارسا سے
بنے کیوں کر کہ لڑتا ہوں ہوا سے
سدا آوارگی ، صحرا نوردی
نہ دے آرام شوق دشت گردی
کدورت سے غبار دل نکالوں
جفائے آسماں پر خاک ڈالوں
اڑائی خاک یوں ہیہات اپنی
ملائی خاک میں اوقات اپنی

فراز عرش ہے شور تظلّم
خدا کے واسطے کافر ترحم

اجازت دود دل کو اپنے گر دوں
اٹھا کر پھینک دے بنیاد گردوں

کہیں شعلے شرار[1] افشاں فغاں کے
اڑا ڈالیں دھویں ہفت آسماں کے

مری آہیں جلا دیں خرمن برق
فغاں سے رعد، آب شرم میں غرق

مرے نالوں سے نالاں ایک عالم
سبھی بیگانہ و احباب و ہم دم

مری گریہ سے آب و رنگ طوفاں
ترے گھر کے سوا سب شہر ویراں

مرے غوغاے شب سے صبح گاہاں
سدا دیواں میں شور داد خواہاں

مرے ہاتھوں سے سودا ظلم پیشہ
گریباں پاؤں پڑتا ہے ہمیشہ

رفو سازوں سے وہ گستاخی دست
کہ جیب محتسب اور پنجۂ مست

جنوں کی کیا کہوں زور آزمائی
جواب حرف ناصح ہاتھا پائی

بلا تر شوخ تر، گستاخ تر میں
کہیں تم سے زیادہ خرقہ در میں

۱- ''شرار'' طبع اول اور ششم (صفحہ ۱۹، ۳۸۵) میں - ''شرر'' طبع دوم (صفحہ ۲٦۷) میں - (مرتب)

رہے کب آتش عرض ہوس تیز
فرح ہے نیّر اعظم کی غم ریز

نحوست ہے دلیل برج آبی
نظر آتی ہے کچھ خانہ خرابی

یہ ہے مضمون حکم انتقالات
کہ ہوگی ان جفاؤں کی مکافات

بہم ہم تم کریں گے کام رانی
نہ ناکامی، رہے نہ[1] سرگرانی

ابھی سے گر جفا کم ہو تو اچھا
زیادہ ربط باہم ہو تو اچھا

نہیں تو ہوگی اس دن شرم ساری
کسے منظور ہے خجلت تمہاری

نہ شرماؤ کہ شرمانا پڑے گا
نہ گھبراؤ کہ گھبرانا پڑے گا

کرو اظہار گر شوق ملاقات
تمھیں اول تو کیا ہے شرم کی بات

نہ ہو کیوں گرمی صحبت کا ایما
کہ میں پروانہ ہوں تم شمع سیما

کہاں تک بے وفا غفلت شعاری
خبر لے، ہے بری حالت ہماری

مرے غوغا سے غل ہے آسماں پر
یہ کیسی آگئی آفت جہاں پر

۱- طبع ششم (صفحہ ۳۸۵) میں "نے" اور طبع اول و دوم میں "نہ" ہے - (مرتب)

مرے داغ آفتاب عالم افروز
کہ جس کی روشنی سے شام‌غم روز
یہ سب کچھ سچ پر اتنا بھی کہیں گے
کہ جیتے ہیں تو اک دن مل رہیں گے
سلیماں ہم‌دم بلقیس ہوگا
قران زہرہ و برجیس ہوگا
بدل جائے گی آخر تیری عادت
مرے طالع میں ہے سہم السعادت
ترا لانا یہاں مدنظر ہے
کہ استقبال و اقبال قمر ہے
تری دل سوزیوں سے کیوں ہوں مایوس
نہیں کچھ احتراق ''تیر'' منحوس
سعادت سے ششم کی جیتے ہیں ہم
کہ یاں بہرام کو ہے عشرت جم
دلیل اس کی ہے استیلاے ناھید
کہ ہو عیش اور عیش وصل جاوید
قبول قوت ''کیواں'' ہے ہشتم
نہ ہو صحبت سے میری رنج کش تم
کہاں آبادیٔ کاشانۂ غیر
کہ برج منقلب ہے خانۂ غیر
اگر ہو سعد اکبر کوکب اس کا
ولے یہ درجہ رھتا ہے کب اس کا
کہ نے پھر دور ریحان زحل ہے
سعادت سرحد وجہ خلل ہے

غلام اپنا کیا بازی لگا کر
یہ کھل کھیلے نہ تھے کچھ داؤ کھا کر
نہ تھے صاحب کہ نکلے بے‌وفا تم
کہو میں بھاگتا پھرتا ہوں یا تم
عدو کی عشق بازی آشکارا
غرض سچ ہے کہ تم جیتے میں ہارا
نظر تیری پھری اے مہ‌جبیں اب
وہ چشم مہر کا ایما نہیں اب
کہاں اے بدر سیما وہ ترحم
کہ ہوں میں رازدار سیر انجم
نہیں کیا تم نے احکام آزمائے
انھیں باتوں نے تو یہ دن دکھائے
مجھے جب زائچہ تم نے دکھایا
قراں ہی اول و ہفتم میں پایا
نہ زہرہ سب سعادت پرتو انجم
رہیں رونق فزائے برج پنجم
سدا ساعت دبیر آسماں کی
ضمیر الفت حکیم نکتہ داں کی
ہمیشہ اختر بد طالع غیر
شرف بخش ہبوط و راجع السیر
نہیں کچھ اعتبار دور افلاک
کہ اک گردش میں مجھ کو کردیا خاک
سیہ روزی کا جلوہ کس قدر ہے
کہ شام ہجر کی ظلمت سحر ہے

رہے گر ناز سے تم سرگراں اب
تو یہ پامال دوری پھر کہاں اب

اس آغاز محبت کا مآل آہ
کہ ہووے وصل سے پہلے وصال آہ

نہ پروا تھی تو کیوں تھے در پئے دل
نہ کی کچھ دلدہی جب لے گئے دل

نہ آنا تھا تو کیوں گھر میں بلایا
بٹھا کر پاس یہ فتنہ اٹھایا

نہ تھی منظور گر تم کو ملاقات
تو کی آنکھیں ملا کر کس لیے بات

تری وہ ہائے پہلودار تقریر
نوید ہم‌کناری جس کی تعبیر

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے
کہ منظور نظر ہو تم ہمارے

نہ بگڑو تو کہوں اپنی بنی کی
کہ تم دشمن نہ تھے پر دشمنی کی

خیال دلدہی اب جاں طلب ہے
حدیث لطف یاد آنی غضب ہے

ستم ہے ظالم اندیشہ کرم کا
تو خود انصاف کر اپنے ستم کا

قرار ہم‌کناری نے ستایا
کنارے گور کے مجھ کو لگایا

خبر پامال غم کی اپنے لو تم
ملے ہم خاک میں اب تو ملو تم

کہاں تک ضبط جوش نوجوانی
ہوس مرحوم لطف زندگانی
کہاں تک جبر دل پر اختیاری
طبیعت کیا نہیں راغب تمھاری
کہاں تک پاس رسوائی کہاں تک
مری فریاد پہنچی آسماں تک
کہاں تک وہم دامن کب رہا پاک
کہ داغ خون و مے دونوں ہیں ناپاک
کہاں تک دور اندیشی سے وسواس
ھجوم شوق میں کیا ننگ کا پاس
کوئی پیغام بر جو رازداں ہو
ادافہم اشارات نہاں ہو
زباں دان نگاہ لطف آلود
کہیں شاگرد چشم سرمہ فرسود
مکرر امتحاں فرمودۂ ناز
فسوں خوان زباں بندیٔ غماز
محل اعتماد ننگ و ناموس
نظر باز فریب چشم جاسوس
تمھیں بھیجو کہ جاں میں جان آئے
دل خودرفتہ کو اوسان آئے
وگرنہ کام آخر ہوچکا ہے
مکرر چارہ فرما روچکا ہے
نہیں کچھ بھی امید زندگانی
تھکی اس کش مکش میں سخت جانی

مگر اتنا کرے باد سحرگاہ
کہ آخر تو وہ کوچہ ہے گذرگاہ
ذرا میرا بھی سنتی جائے پیغام
نہیں آتے ہیں کیا ناکام کے کام
کرے پر کان میں اس گل کے اظہار
یہ راز عندلیب نو گرفتار
کہ ظالم کب تلک غفلت شعاری
ذرا بے خرد کی اپنے پاس داری
کہاں تک سینہ سوزی ہائے بے جا
غضب ہے پک گیا میرا کلیجا
کہاں تک مشق ناز بے نیازی
خط باطل ہے کیا عاجز نوازی
کہاں تک بے دماغی سرگرانی
کہ جاں ہے پائے مال ناتوانی
کہاں تک دورباش جور و بے داد
ستم ہے اہتمام نالہ ، فریاد
کہاں تک صرف ہمت کسب زر میں
نہیں اب خاک بھی غیروں کے گھر میں
کہاں تک کثرت عشاق کی فکر
کبھی تو کچھ بھی اس مشتاق کی فکر
کہاں تک طرز بے پروا خرامی
قیامت کو ہے لاف نیک نامی
کہاں تک خواہش عشق نسا بس
عذاب غیرت لذت فزا بس

گیا کیوں[1] کر نہ تھا بلقیس کے ھاں
ولے ھدھد بنا مرغ سلیماں

نہ کیوں اس طبع نازک پر گراں ھو
کہ یہ خفت نصیب دشمناں ھو

الٰہی کس قدر بگڑی ھے تقدیر
کہ کچھ بنتی نہیں کیا کیجے تدبیر

تمنا وصل[2] کی کیوں کر جتاؤں
پیام شوق کہوں کر لب پہ لاؤں

کہوں کیا ولولے میں آرزو کے
کہ ملتے بھی ھیں تو گھر میں عدو کے

کہاں سے لاؤں وہ پیغام پرداز
کہ ھو اس شوخ کا بھی محرم راز

وگرنہ بیم طبع نازنیں ھے
کہ پھر میں کیا نہیں وہ بھی نہیں ھے

حذر اس آتشیں خو کے غضب سے
کہ عالم پھونک دے اک شعلہ تب[3] سے

اگر آزردگی سے دے وہ دشنام
تو لے عیسیٰ سے بس جلاد کا کام

نگاہ قہر جب تیغ آزما ھو
حریم کعبہ رشک کربلا ھو

---

۱ - طبع اول (صفحہ ۴۱۵) میں ”کیوں کر گیا“ ھے جو موزوں نہیں ، ”گیا کیوں کر نہ تھا بلقیس کے ھاں “ طبع دوم اور سوم میں صحیح ھے - طبع ششم میں ”یاں“ بجاے ھاں (مرتب)

۲ - ”نی“ طبع اول (صفحہ ۴۵۱) میں غلط ھے - (مرتب)

۳ - طبع اول اور دوم (صفحہ ۴۱۵ ، ۲۶۴) ”تپ ، غلط“ ھے صحیح ”تب“ ھے بہ لحاظ قافیہ - (مرتب)

متاع صبر و راحت گر تلف ہے
الٰہی حق مرے دل کی طرف ہے

سکوں کیا ہو، سکوں کی کون سی بات
نہیں وعدہ بھی کیا ذکر ملاقات

ملاقات اس کو بھی ہے گرچہ منظور
و لیکن کیا کرے ناچار و مجبور

اگر بھیجے تو کیوں کر بھیجے پیغام
کرے کس طرح خوداری کو بدنام

غرور حسن سے آساں ہے دشوار
بھلا مطلوب کیوں کر ہو طلب گار

خلاف وعدہ جب[1] ہو کام معشوق
تو نازیبا وفا پیغام معشوق

طلب عشاق کی ہے کس قدر عار
غلامی پر نہ ہو یوسف خریدار

کہو[2] کیوں کر زمان سرو آزاد
غم قمری میں ہو پابند فریاد

نہایت یہ کہ گوش شوق سے گل
ذرا سن لے فغاں و آہ بلبل

سنا ہوگا یہ افسانہ ہے مشہور
کہ خسرو کا فرستادہ ہے شاپور

---

۱ - ''جز''طبع دوم (صفحہ ۲۶۴) میں غلط ہے - نسخہ اول میں جب کی بے چھاپے میں اڑ گئی ہے - طبع ششم میں ''جب'' صحیح ہے - (مرتب)

۲ - نسخہ اول و دوم (صفحہ ۴۱۵ ، ۲۶۴) میں ''کہو'' اور نسخہ ششم (صفحہ ۳۸۱) میں ''کہوں'' ہے - (مرتب)

نہ نکلا ایک ارماں آہ میرا
گیا جی مفت میں اللہ میرا

رہا خمیازہ فرمائے برودوش
خمار بادۂ شوق ہم آغوش

شکر ریز فسوں تھا حرف مطلب
ہوے بند التماس بوسہ میں لب

مری یہ شورش شیریں کلامی
رہی لذت فزائے تلخ کامی

نہ پہنچے خلوت دل دار میں گاہ
ملے تو خانۂ اغیار میں آہ

ملے کیوں کر نہ مژگاں دست افسوس
کف پا کے ہے سہلانے سے مایوس

نہ کیوں رو رو کے بس اپنا کرے خوں
نہ رکھے چشم پر وہ پائے گل گوں

جگر خوں گشتۂ بے دست و پائی
نہ آئے ہاتھ وہ پائے حنائی

الٰہی ہاتھ میرے ٹوٹ جائیں
جو لی ہوں اس ستم گر کی بلائیں

ہوا اک شب نہ میں قربان جاناں
کروں ایسی سیہ روزی کو قرباں

چراغ بزم دشمن وہ دل افروز
یہاں تیز آتش حرماں جاں سوز

اگر اس شمع رو کے گرد پھرتے
تو پروانوں کی نظروں سے نہ گرتے

زباں پر نغمہ واں ، یاں آہ ہے حیف
سرور افزا غم جاں کاہ ہے حیف
تبسم ریز حرف اشک باری
تسلی بخش یاد بے قراری
پئے آرام ذکر جان[1] بے تاب
حدیث تلخ سے شیریں ہوا خواب
نہیں ڈر جذبۂ طاقت گسل کا
دل آسودہ ہے آس آرام دل کا
نہ کچھ اندیشۂ آہ جہاں سوز
نہ بیم نالہائے آسماں سوز
نہ ترس طعن نقص دل ربائی
نہ کچھ معیوب اسیروں کی رہائی
ستم گر ، بے وفا ، بے درد ، بے باک
نہ عاشق ہے معزز ، نے ہوس ناک
تغافل پر نہ چھوڑے نو گرفتار
نہ دل داری کرے لیکن وہ دل دار
نہ سمجھے ظلم کو وہ فتنہ گر ظلم
عداوت آشتی سے ، رحم پر ظلم
الٰہی کس ستم گر سے پڑا کام
کہ ناکامی نے میری کردیا کام
ہوس نکلی فراق جاں گسل کی
رہی دل ہی میں حسرت میرے دل کی

۱۔ نسخہ طبع اول و دوم میں اسی طرح ہے لیکن طبع ششم نول کشور (صفحہ ۳۸۰) میں ''جاں سے بے تاب'' ہے ۔ (مرتب)

کرے تزئین نوا[1] تشریف اسلام
دل و جاں سے ہو وہ زیبا صنم رام

نکالے عرض ایماں مطلب اپنا
کروں آخر آسے ہم مذہب اپنا

پڑھے کلمہ مرا وہ نامسلماں
مبارک باد دیں کیا کیا مسلماں

ادا ہو احتساب پارسائی
بنے دیں دار کافر ماجرائی

امام شہر کی تجدید ایماں
کرے کس کس طرح تائید ایماں

الہیٰ ناک میں دم ہے دعا سے
جلی[2] جاں آہ اجابت کی جفا سے

نہ کی تاثیر نے پروائے زاری
ہوئی اس بت سے حاصل شرم ساری

تظلم سے اثر کی بے نیازی
فزوں تر کرگئی ناز مجازی

بلا طاقت شکن ہے سختیٔ جور
غرور اس سنگ دل کا بڑھ گیا اور

ہوا بگڑی دعا ہائے سحر کی
ہوئی آب، آبرو مژگان تر کی

---

۱ - ''تو'' نسخہ طبع ششم ۱۹۳۰ ع (صفحہ ۳۷۹) غلط - بقیہ نسخوں میں ''نو'' صحیح - (مرتب)

۲ - نسخہ طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۳۱۳، ۲۶۳) میں 'جلی' ہے اور طبع ششم (صفحہ ۳۸۰) میں ''چلی'' ہے (مرتب)

کہے کوچے کو فردوس بریں وہ
پری رویوں کو جانے حورعیں وہ
الٰہی غیرت شان الٰہی
نہ جانے سہل مومن کی تباہی
مصیبت ہے بلا عشق بتاں کی
کہاں بندے میں طاقت امتحاں کی
کہاں تک بے نیازی کبریائی
نہیں اب تاب ایماں آزمائی
وہ بت دیتا ہے طعنہ کس ادا سے
کہ اب تم چاہتے ہو کیا خدا سے
گزر اس گھر میں جو ہے رشک جنت
ملا معشوق مجھ سا حور طلعت
غلط جلوہ ہے میرا شعلۂ طور
جہنم میں گئی، ہے کیا بلا حور
ہوا رحمت کو کیا، کچھ کیا ستم ہے
ترے بندے پہ بے داد صنم ہے
نہیں زنہار شایان غیوری
غرور اس بت کا میری ناصبوری
جلال غنچہ پرور جوش میں آئے
تلافی کچھ مری خواری کی ہو جائے
یہ دن دکھلائے ہاں قدرت نمائی
کہ صبح وصل ہو شام جدائی

نہ ڈھونڈھے قتل عاشق میں سبب کچھ
برائے مصلحت ، جائز ھے سب کچھ

مسلمانوں کے حق میں دوزخ اندیش
کہے کفار کو مومن وہ بدکیش

طلسم شیعگی ، جادو کلامی
صفت میری جو ہو تو نیک نامی

مری الفت چھپائے مجھ سے بے دیں
تقیّہ فرض جانے ، مستحب کیں

خلافت ھے حق لیلیٰ کہے وہ
مرے بس در پئے ایماں رہے وہ

ہوس اوروں کا غم مطلب رسی سے
مجھے تفضیل سب پر واپسی سے

یہ مومن اس سے کہہ تو جو نہ جانے
وہ کافر تو خدا کو بھی نہ مانے

کہاں تقلید مذہب اس پری کو
جو قدرت سمجھے ھے جادوگری کو

دم رفتار جو ھو حشر اموات
کرے دعوائے خلّاقی وہ اثبات

ھلاک خلق جانے چشم کا کام
اجل رکھے نگاہ ناز کا نام

اگر ارض و سما کا ذکر آ جائے
غبار و دود دل عاشق کا دکھلائے

عذاب اندیشۂ حرماں کو جانے
جہنم آتش ھجراں کو جانے

کرے بے داد دوری کی مکافات
نکالے کوئی تدبیر ملاقات

پیے اگر مے تو پیمانے کی میرے
قسم کھائے تو غم کھانے کی میرے

الٰہی کیا کروں، خودکام ہے وہ
بت غارتگر اسلام ہے وہ

تعجب کیا دعا کی ناشکیبی
اثر ہونے نہ دے عابد فریبی

نہ چھوڑے وہ صنم ایماں کسی کا
بنائے داغ جبہہ شیخ، ٹیکا

اگر ترک نگہ جائے سوے چرخ
تو کردے مشتری کو ہندوے چرخ

اگر لاف ورع ہو ورد دیں دار
بنا دے وہ رگ گردن کو زنّار

وفور خود پرستی چشم بد دور
شیوع بت پرستی دل سے منظور

بہم ربط رقیباں کے خیالات
رواج شرک میں مصروف دن رات

نرالا سب سے اس کا کیش و آئیں
محب اہل بیت و دشمن دیں

غضب خوں ریز و کافر ماجرا ہے
فضاے خانہ دشت کربلا ہے

گلے اپنے شہیدوں کے لگے خاک
جسد مردے کا اس مذہب میں ناپاک

رقیب بوالہوس بیگانہ سا ہو
دل جاناں محبت آشنا ہو
مری حالت پہ رحم آ جائے اس کو
عدو کی تلخ کامی بھائے اس کو
مرے سوز دروں سے چشم تر ہو
نگاہ حسرت آلا پر نظر ہو
اٹھا دے پردۂ روے منور
کرے روز سیہ کو صبح محشر
دوا سوچے تپ دل تفتگی کی
خبر رکھے مری خود رفتگی کی
تمیز عشق بازی نکتہ رس ہو
تغافل صرف ارباب ہوس ہو
دم رفتن قیامت کا جو ہو ذکر
جواب خون مومن کی پڑے فکر
کرے درمان بیمار محبت
نہ سمجھے سہل دشوار محبت
مرے اقرار ذلت کو نہ مانے
مری نا لائقی کی قدر جانے
کرے ہر ہر طرح عاشق نوازی
مرے اشعار سے ہو نغمہ سازی
مرا احوال سن لے[1] گوش دل سے
نہ گھبرائے فغان متصل سے

۱- نسخہ طبع اول (۱۲۸۴ھ صفحہ ۲۱۱) و طبع دوم ۱۸۷۶ء (صفحہ ۲۶۲) میں "لے" اور طبع ششم نول کشور ۱۹۳۰ء (صفحہ ۳۷۸) میں "کے" ہے - (مرتب)

کمند نالہ کو دے چین بہبود
بندھا امید آہ حسرت آلود

نہ ہو وحشت رم لیلیٰ سے مانوس
کرے صحرائے مجنوں میرا پابوس

رکھوں پہلو میں اس شیریں‌دھن کو
سکھاؤں سینہ کاوی کوہ‌کن کو

دکھائے چشم تر کی اشک باری
خزاں گریۂ ابر بہاری

ہو گریہ چشم جادو کے مقابل
بھرے پانی فسون چاہ بابل

رہے یوں ہی قیامت آسماں پر
نہ آئے حرف کچھ آہ و فغاں پر

کسی میں ہو نہ بات اس بےکسی کی
نہ جائے پیشوائی واپسی کی

رہے نام و نشاں بد نامیوں سے
نکالوں کام کچھ ناکامیوں سے

ذرا طاقت کہ بےتابی کروں میں
رہوں جیتا کہ اس بت پر مروں میں

تامل کرسکوں عرض وفا کا
تحمل ہوسکے پےہم جفا کا

بھرے رحمت دم اظہار الفت
فلک پر ہو دماغ گرد کلفت

دل ناامید کا ارمان نکلے
اجابت کی دعا پر جان نکلے

(۶) مثنوی ششم

آہ و زاریٔ مظلوم

نام و تاریخ ایں فشار غموم
نیست جز ''آہ و زاریٔ مظلوم''

۱۲۴۶ھ

الٰہی نالۂ اخگر فشاں دے
فغاں شعلہ ریز و خوں چکاں دے

عنایت کر مجھے آتش زبانی
کہ لب تک لاسکوں سوز نہانی

دے اتنی گرمیٔ طرز تکلم
کہ ہو غرق عرق، برق تبسم

جھڑیں باتوں سیں میرے منہ سے وہ پھول
کہ جائیں شعلہ رو، گل ریز کو بھول

بتان سنگ دل کا جی جلادے
زباں کو شعلۂ دوزخ بنادے

اثر دے نالۂ افلاک رس کو
دعاے نوح کر، ہر ہر نفس کو

کہ گر موج سخن کا دم بھرے جوش
تنور سینہ سے طوفاں کرے جوش

آیۂ ''لاتقنطوا'' تو ہوگی یاد
قول حق پر کیوں نہیں ہے اعتماد
ساتھ دل کے کھو دیا کیا دین بھی
نذر اس بت کی کیا، کیا دین بھی
رحمت حق سے ہے کیوں مایوس تو
کافر ایسا ہوگیا، افسوس تو
نالہائے نارسا سے فائدہ
ان بتوں کی التجا سے فائدہ
سنگ دل ہیں ان کو کیوں کر آئے رحم
کس پر آیا ہے کہ تجھ پر آئے رحم
مدعا ہے دین، دعا سے چاہیے
چاہیے جو کچھ خدا سے چاہیے
ضبط آہ و نالہ و فریاد کر
بھول جا سب کچھ، خدا کو یاد کر
پھر تماشائے نیاز و ناز دیکھ
انتقام تفرقہ پرداز دیکھ
رحم کن بر حال زار خویشتن
با خدا بسپار کار خویشتن

تاب وطاقت اپنی زور عشق ہے
گر عزیمت ہے تو شور عشق ہے

جو کیا تھا وہ الٹ جاتا اگر
جان دیتے تم مری ہر بات پر

جس فسوں گرنے کیا ہے یہ فساد
سمجھو اس کی بات کا کیا اعتماد

جو ہے بہتاں کا سبب معلوم ہے
حال میرا اس کا سب معلوم ہے

ہے خبر آخر تمھیں ہر راز کی
بات کیا اس شعبدہ پرداز کی

یہ نہیں جو کچھ کہا مت مانیے
مدعی کا قول باطل جانیے

لائق جور و جفا ہے وہ ، نہ میں
مفتری ، فتنہ ، بلا ہے وہ ، نہ میں

آؤ مل جائیں کہ دم ہے ناک میں
اس کدورت کو ملائیں خاک میں

اس ستم گر کو ستائیں خوب سا
ہنس کے آپس میں ، رلائیں خوب سا

گرمیٔ صحبت ہو اس کے رو بہ رو
گاہ میں اس کو جلاؤں ، گاہ تو

مومن اتنی بےقراری کس لیے
جوش مایوسانہ زاری کس لیے

ناامیدی اس قدر کس واسطے
شیون شام و سحر کس واسطے

کب تلک ترک دلاسا کب تلک
کب تلک یہ ناز بے جا کب تلک

تیری بے زاری سے جی بے زار ہے
سخت کوشی نیم‌جاں پر بار ہے

تیرے ہاتھوں[1] سے ہوں پامال ستم
خاک سر پر، خار ہیں زیر قدم

موت سوجھی بے نگاہ التفات
پھر گئیں آنکھیں، تری آنکھوں کے سات

لاگ لب کو "واشدن" سے لگ گئی
چپ ترے ترک سخن سے لگ گئی

بات بگڑی سب بگڑنے سے ترے
بن گئی بے ڈھب بگڑنے سے ترے

تیرے غصے سے غضب آیا غضب
دم رکے ہے تیرے رکنے کے سبب

کون سی تقصیر کی حیران ہوں
کیا کہا بدگو نے میں بھی تو سنوں

جو سنا ہے وہ نہیں آتا یقیں
گرچہ ہوں بے ہوش پر اتنا نہیں

میں کہاں افسوں کہاں کس کی مجال
انتقام چشم جادو کا خیال

ابتدا سے منکر تسخیر ہوں
عامل افغان بے تاثیر ہوں

---

۱ - نسخۂ طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۰۸، ۲۶۰) میں "ہاتھوں" اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۷۵) میں "باتوں" ہے - (مرتب)

اے نسیم صبح گر جائے آدھر
تو یہ کہہ دینا کہ اے بے دادگر

کب تلک بے بس نیازی کب تلک
کب تلک دشمن نوازی کب تلک

کب تلک بے جرم پر جور و جفا
بے سبب آزردگی کیوں بے وفا

کب تلک بے وجہ پیشانی میں چیں
آخر اس محروم کا تو دل نہیں

تلخ گوئی ، تند خوئی کب تلک
انتہا بھی سرکہ روئی کب تلک

کب تلک مد نظر اظہار خشم
انتقام سوز الفت زہر چشم

دعوے غفلت سگالی کب تلک
لاف ہائے لا آبالی کب تلک

کب تلک جلادی و غارت گری
کب تلک عاشق کشی ، کیں پروری

عار و ننگ زیردستی کب تلک
کب تلک بدگو پرستی کب تلک

کب تلک ناعاقبت اندیشی آہ
کب تلک نافہم کافر کیشی آہ

کب تلک جرم بدآموزی معاف
جا بہ جا ابلہ فریبی گاہے لاف

رحم نا انصاف کب تک داد خواہ
واجب التعذیر کب تک بے گناہ

پھر فروغ ماہ سیما دیکھ لوں
چشم حیراں کا تماشا دیکھ لوں

پھر وھی باھم ملاقاتیں رھیں
پھر وھی گوش آشنا باتیں رھیں

پھر مرے پہلو میں دلبر بیٹھ جائے
فتنہ جو اٹھا ھے تھک کر بیٹھ جائے

پھر کرے وہ مہروش دل سوزیاں
پھر شب عشرت کی ھوں بہروزیاں

پھر ھو گرمی صحبت دلدار کی
پھر جلے جان تپاں اغیار کی

طنز کی باتیں کہیں غماز کو
چھیڑیں کیا کیا اس خلل انداز کو

جان و دل کو چین ھو آرام ھو
ابتدا جو تھی وھی انجام ھو

بلکہ دل میں رہ گئی ھے جو ھوس
وہ بھی نکلے اس تنعم سے کہ بس

شکر گو ھوں طالع بیدار کے
ساتھ کھائیں ساتھ سوئیں یار کے

کیا کہا میں نے کہاں ایسے نصیب
نا سزا ھے از آرام و شکیب

پھر فغاں کرتا ھوں جی گھبرائے ھے
کیا کروں رہ رہ کے حسرت آئے ھے

دل نہ ٹھہرا تھا کہ مضطر ھو گیا
جی نہ سنبھلا تھا کہ بدتر ھو گیا

چارہ دان و بے دوائی حیف حیف
کامیاب و بے نوائی حیف حیف

وجہ کھل جاتی تو عقدہ باز تھا
عذر رشک افترا پرداز تھا

لیک ناگفتہ حکایت رہ گئی
حرف شکوہ کی شکایت رہ گئی

اب بھی مل جائے، جو مل جائے کہیں
جذب دل یاں تک اُسے لائے کہیں

کاش کے تاثیر جان بے قرار
ایک دم اُس کو نہ لینے دے قرار

کچھ اثر کو[1] پاس ننگ و نام آے
کارگر ھی درد دوری کام آے

پھر صفائی سے بنے آئینہ دل
پھر نہ دیکھے روے زنگ کینہ، دل

پھر پھریں دن عاشق سرگشتہ کے
شکوے کم ھوں طالع برگشتہ کے

بے غمی پھر اپنی غم خواری کرے
جاں فزائی اُس کی دل داری کرے

پھر نگاہ آشنا آئے نظر
گوشۂ چشم وفا آئے نظر

پھر وھی میلان طبع یار ھو
پھر دل آزاری سے جی بے زار ھو

---

۱ - "کو" نسخہ طبع اول و دوم (صفحہ ۲۰۷، ۲۵۹) میں "کچھ" نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۷۳) میں (مرتب) .

یاس کو بے طاقتی سے تقویت
آرزو خون شہید بے دیت

دست برد نالہ[1] و افغاں ستم
کنج عزلت میں ھجوم درد و غم

لب گذا تر ھجر سے ذکر وصال
دشمن جاں دوست داری کا خیال

یاد میں کوٹھے کی لوٹوں خاک پر
سر زمیں پر اور دماغ افلاک پر

دھیان اس کی جاں فزا آواز کا
کان کا پردہ تھا پردہ ساز کا

لب گزیدن لذت آماے شکر
اب تلک محسوس بوسے کا اثر

وصل کی خواھش بھری دل میں تمام
ھر ادا اپنا ادا کرتی تھی کام

جس تمنا کا اٹھایا تھا مزا
وہ زیادہ تر ھوئی حسرت فزا

تلخ کامی نے شکر کھا کر ستم
بے مزا ھونا مزا پا کر ستم

ھنستے ھنستے اشک باری ھاے ھاے
بعد راحت بے قراری ھاے ھاے

---

۱ - نسخہ طبع اول (صفحہ ۴۰۶) اور نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع (صفحہ حاشیہ ۲۵۸) میں ''نالہ افغاں'' اور مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۷۳) میں ''نالہ و افغاں'' ھیں - ''نالہ و افغاں'' تصحیح قیاسی ھے - (مرتب)

ملتے ہی باہم جدائی ڈال دی
نیک کے دل میں برائی ڈال دی

بھر دیے کان اس سراپا ناز کے
خاک منہ میں تفرقہ انداز کے

ایسے بے دردوں کو یا رب موت آے
جو بناویں جی پہ ان کی جان جاے

جو کہ یہ چاہے کسی کا ہو برا
پیش تر اس سے اسی کا ہو برا

خاک میں مل جاے خود جو خاک اڑاے
جیتے جی جلتا رہے جو جی جلاے

خانہ بربادوں کا ہو خانہ خراب
ہاے مجھ سے بے گنہ پر یہ عذاب

پھر کہاں وہ دل دہی، جاں پروری
یہ بد آموزی ہے یا افسوں گری

پھر سنی میری نہ کچھ اپنی کہی
کیسی صحبت بات میں جاتی رہی

بے سبب اس شوخ کا بگڑا مزاج
موت آئی تھی ہماری کیا علاج

بگڑی وہ اور میری جاں پر بن گئی
کیسی جان ناتواں پر بن گئی

دونوں وہم و بدگمانی سے خفا
مجھ سے وہ، میں سخت جانی سے خفا

سرگرانی سب گئی انجام سے
جان نکلی زندگی کے نام سے

مضطرب رکھنے لگی آوارگی
صاحبی اور اس قدر بےچارگی

دیدۂ مشتاق مائل سوے در
حسرت نظارۂ پیغام بر

ہر کبوتر دیکھ کر ہو بے قرار
پاس ناموس اڑ گیا بس ایک بار

لے فغان زاغ سے وہ بے سکون
بلبل شیدا کے آنے کا شگون

سوز غم سے ہر زماں جلتی رہے
یاد دل گرمی میں جاں جلتی رہے

گفتگو سب ہم دموں سے چھوڑ دی
بات کرنی محرموں سے چھوڑ دی

آخر اس احوال کا چرچا ہوا
راز پنہاں بن کہے افشا ہوا

جب سنی اس بد بلا نے یہ خبر
حال جس کا کہہ چکا ہوں پیش تر

وہ کریہ الشّکل مردود جہاں
ہوچکا ہے جس کی صورت کا بیاں

ایک دو[1] دن آ کے مہماں رہ گئی
بد زباں کیا جانیے[2] کیا کہہ گئی

---

۱ - ''دو دن'' نسخہ طبع اول و دوم (صفحہ ۴۰۵، ۲۵۸) میں اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۷۲) میں ''دن وو'' ہے - (مرتب)

۲ - نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۷۲) : بد زباں کیا جانے کیا کیا کہہ گئی - متن مطابق نسخہ ۱۸۷۶ع (صفحہ ۳۵۸) ہے - (مرتب)

شور و غوغا شکر کا دونوں طرف
''اقتران'' یک دگر سے سو ''شرف''

آخریں ''درجے'' میں الفت کی نظر
گہ ''مقارن'' گہ ''مقارب'' یک دگر

بوسہ و آغوش کا عالم رہا
کوے عشرت کا تقاضا کم رہا

عہد و پیماں وفا باہم ہوے
وعدہ ہاے وصل مستحکم ہوے

میرے گھر اقرار آنے کا کیا
قول اس سے پھر نہ جانے کا کیا

وقت رخصت مضطرب ہونے لگی
دیکھ کر حسرت زدہ رونے لگی

آنے کب دے گر نہ ہو لوگوں کا پاس
ذکر سے جانے کے جاتے تھے حواس

جوش آیا کسمسا کر رہ گئی
تا بہ‌دامن ہاتھ لا کر رہ گئی

چلتے چلتے کہہ دیا جلد آئیو
کچھ بہانہ ہو نہ ہو، ہو جائیو

دم بہ دم میل طبیعت ہو زیاد
جو مراد اپنی وہی اس کی مراد

شام ہجراں بےخودی سوداے وصل
روز افزوں رغبت شب ہاے وصل

جی سوا خلوت کے گھبرانے لگا
صحبت دشمن میں فرق آنے لگا

کر کے استقبال وہ ماہ تمام
لے گئی بارے مجھے بالائے بام

ہے نئی یہ گردش چرخ کبود
اختر عاشق کو ہو اتنا صعود

دیکھ کر اوج ''منجم'' بے سخن
جاہ ''کیواں'' پر ''عطارد'' طعنہ‌زن

پایہ بالا تر رہے عرش بریں
خاک کو یوں کر دیا کرسی نشیں

آخر ''مہ'' میں کیے ہم نے یہ چین
تھا مبارک ''اجتماع نیّرین''

مشرقستاں تاب رخ سے جلوہ گاہ
مٹ گیا سب شکوۂ روز سیاہ

تہنیت گو مضطرب ''ناہید'' نام
خواب راحت بخت خفتہ کو حرام

حکم عشرت راں قضائے ''مشتری''
معجر[1] ''زہرہ''، ردائے ''مشتری''

تازہ ''رجعت'' رشک وصل یار میں
''نحس اکبر'' طالع اغیار میں

صرف دشمن جور و بے داد فلک
خوں حلال تیغ جلاد فلک

---

۱ - نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۷۶ع (صفحہ ۴۰۴ ، حاشیہ صفحہ ۲۵۷) :- معجز زہرہ ردائے مشتری
نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۷۱): معجز زہرہ زدائے مشتری
''معجر'' تصحیح قیاسی ہے (مرتب)

گاہ باور التماس اضطراب
شوخی بے جا کو پاس اضطراب

گاہ وہ نالائقی پر طعنہ زن
عیب جوے حسن معشوق کہن

عمر رفتہ پر کبھی افسوس ہو
تا نہ دل پھر اس سے کچھ مانوس ہو

ایک دن ناگاہ وہ خورشید فام
جلوہ گر خورشید ساں بالاے بام

وحشی السیر اضطراب شوق سے
محرق جاں سوز[1] و تاب شوق سے

آرزو دل میں ''قران تیر'' کی
اس لیے پہلے سے یہ تدبیر کی

کہہ دیا سب سے کہ اک راز نہاں
آج پوچھوں گی کہ ہے بے تاب جاں

وہ زبوں طالع کہ ہے اختر شناس
آئے تو تم بھیج دینا میرے پاس

جوں ہی اس گھر میں ہوا اپنا گزر
آئی کچھ ''تثلیث زہرہ'' کی نظر

آفریں ہے طالع مصعود[2] کو
پہنچے ہم یوں منزل مقصود کو

---

۱ - ''شوز'' نسخۂ اول (صفحہ ۴۰۴) میں غلط ، دوم اور ششم میں ''سوز'' صحیح (مرتب)
۲ - ''مصعود'' نسخۂ اول و دوم (صفحہ ۴۰۴ ، ۲۵۷) میں ، ''مسعود'' طبع ششم (صفحہ ۱۷۳) میں (مرتب)

اب بہت مضطر ہے جان نا شکیب
کب تلک آخر رہوں حرماں نصیب
وہ اگر چاہے تو ملنا کیا محال
اس سے استدعا کروں میں کیا مجال
بس نہیں چلتا مرا ناچار ہوں
دیکھتا حسرت سے سو سو بار ہوں
بن ملے آخر رہا جاتا نہیں
صبر کرتا ہوں مگر آتا نہیں
اس جگہ حیران ہوں میں کیا کروں
کیا کروں میں کیا کروں میں کیا کروں
ہنس دیا اُس شوخ نے پڑھ کر جواب
گریۂ غم کی بڑھی یوں آب و تاب
بات سے ظاہر نہانی دل دہی
روز افزوں مہربانی دل دہی
دل فریب اللہ وہ عیّاریاں
میری خاطر سب کی خاطر داریاں
گاہ گاہے شعر پڑھوایا کریں
وصل کے مضموں سے شرمایا کریں
تذکرے ہجراں کے دل پرشاق ہوں
حسرتوں کے ذکر سے مشتاق ہوں
گاہ چلمن سے دکھا دیویں جھلک
یہ عنایت جھپکے ہے آنکھ اب تلک
بدگمانی گاہ عشق غیر کی
کثرت الفت سے باتیں بیر کی

اس رخ مہتاب انور کے حضور
شمع سے پروانہ بھاگے دور دور

مہر کے نظارے سے ہے احتراز
دن کو کیا ہو چشم ''حربا'' نیم باز

فرش رہ اس کا ہے سو آداب سے
دل کتاں کا پھٹ گیا مہتاب سے

دل ربائی پر گر اپنی آئے وہ
میں تو کیا تیرا بھی دل لے جائے وہ

کہہ دوں تجھ سے میں اگر ہو ایک بات
ہے ستم وہ، اور مجھ پر التفات

پیش چلتی کچھ نہ تھی مجبور تھا
دل نہ دیتا اس کو میں مقدور تھا

حال بگڑا جائے تھا ہر آن پر
بے طرح سی بن گئی تھی جان پر

گر نہ ہو تجھ کو یقیں اے بدگماں
آپ کر لے آن کر تو امتحاں

ہر جگہ تھا محترز مومن نہ یاں
بے وفائی عیب ہے لیکن نہ یاں

منہ لگائے جب کہ وہ شیریں کلام
لے زلیخا یوسف مصری کا نام

بس یہاں زور آزمائی ہو چکی
دام دل کش ہے رہائی ہو چکی

گر تمھیں سچ ہے مری الفت کہاں
تو نکالو کوئی تدبیر وصال

دیکھ کر وہ جلوۂ جاں آفریں
زہر کھائے سبزۂ خلد بریں
ماتم لیلیٰ میں مجنوں شاد ہو
نوحہ خجلت سے مبارک باد ہو
چرخ مینو مضطرب آن آن میں
خضر ڈوبے چشمۂ حیوان میں
رنگ سے اس کے مشابہ ہے زبس
مہر کو ہے مہ کے ملنے کی ہوس
زور سے ترک نگہ ، دل چھین لے
چشم کافر دل سے پہلے دین لے
غمزۂ جادو بلا اعجاز اثر
بانی عابد فریبی ہر نظر
گر اشارہ ، کچھ ہوی اس ابرو کا پائے
سجدے کرتا بس امام شہر آئے
گر کرے ایما ذرا وہ مست ناز
طائف میخانہ ہوں اہل حجاز
وہ فسوں طرز کمین دل بری
جس کی پابند[1] وفا ہر ہر پری
شوق گل ، بلبل کے دل میں خار ہے
فصل فروردیں سے دل بے زار ہے
مرگئیں اس غیرت شمشاد پر
قمریاں ہیں سرو سے آزاد تر

---

١ - ''وفا'' نسخہ طبع اول (صفحہ ٢٠٣) میں ، ''ہوا'' نسخہ دوم اور ششم (صفحہ ٢٥٦ ، ٣٦٩) میں - (مرتب)

مجھ کو پھر کیا ھے پسند اب جو تمھیں
تم رھو اس کو مبارک وہ تمھیں
پڑھ کے یہ نامہ لکھا میں نے جواب
اے دل آرام سراپا انتخاب
دوست دار و خیر خواہ و جاں نواز
محرم اسرار اور دانائے راز
نکتہ سنج و نکتہ فہم و نکتہ چیں
هم نفس، هم‌درد و هم‌دم ، هم نشیں
چارہ ساز دردمند لاعلاج
دل نواز عاشق نازک مزاج
مجتنب هم بزمئ غماز سے
محترز ، حرف خلل انداز سے
خوردہ گیر دل‌بر خواری پسند
بوالہوس دشمن ، وفاداری پسند
باعث آرام جان نا شکیب
کام بخش عاشق حرماں نصیب
مہربان مہربانی پیشگاں
قدردان جاں فشانی پیشگاں
کیا کہوں تجھ سے کہ مجھ پر کیا بنی
دل گیا کس طرح ، کیسی آ بنی
شرم آتی ھے میں گو معذور ھوں
اختیار اس میں نہ تھا مجبور ھوں
اک پری وش ، سبز رنگ و سبز پوش
جس کے آگے حور کے اڑ جائیں ھوش

دیکھوں کیا ھے اس میں جو مجھ میں نہیں
کیا ادا ھے اس میں جو مجھ میں نہیں

اب بھی آ ، جانے دے اس کے گھر نہ جا
دل فریبی ھے لگاوٹ پر نہ جا

ان ستم کیشوں میں غم خواری نہیں
ایک میں مجھ سی وفا داری نہیں

ھیں یہ ظاہر داریاں دو چار دن
اور محبت بھی ھوئی تو چار دن

پھر کہاں تم اور کہاں یہ بے وفا
ھو کدھر، ھیں میری جاں یہ بے وفا

پختگی ان میں نہیں ھے نام کو
آگ لگ جائے خیال خام کو

دیکھنا آخر ندامت ھوئے گی
آپ اپنے پر قیامت ھوئے گی

بھولتے ھو بھول جاؤں[1] گی بہت
یاد رکھو یاد آؤں[2] گی بہت

ایسے ھرجائی سے پھر ملتا[3] ھے کون
بے حیا ، اے بے حیا ! ایسا ھے کون

۱- ''جاؤں گی'' طبع اول (صفحہ ۱۰۴) ، ''جاؤ گے'' طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۵۵ ، ۳۶۸) میں - (مرتب)

۲- ''آؤں گی'' طبع اول (صفحہ ۱۰۴) ، ''آؤ گے'' طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۵۵ ، ۳۶۸) میں - (مرتب)

۳- ''بکتا'' طبع اول و دوم (صفحہ ۱۰۴ ، حاشیہ صفحہ ۲۵۵) میں ''ملتا'' طبع ششم (صفحہ ۳۶۸) میں - (مرتب)

خاطر مہر آشنا کو کیا ہوا
کیا ہوا تیری وفا کو کیا ہوا

سنگ دل نکلا تو اور ایسا غضب
عہد سارے توڑ ڈالے بے سبب

ہاے تو بے داد گر میں داد خواہ
یہ ستم کرتا ہے کوئی بے گناہ

یوں اذیت میری چاہی واہ وا
واہ وا اچھی نباہی واہ وا

چھوڑ دینا تھا تو کیوں رسوا کیا
کیا کیا اے بے مروت کیا کیا

وہ موکّد عہد و پیماں کیا ہوے
وہ مواثیق صد ایماں کیا ہوے

کیا کروں دل سخت نکلا آہ تو
مجھ سے یوں سختی کرے اللہ تو

بے دلی کس با وفا دل دار سے
بے رخی اور مجھ سے مہ رخسار سے

کیا خبر تھی یہ کہ ہرجائی ہے تو
موجب صد گونہ رسوائی ہے تو

ہم کو بھی ایسے سے اب ملنا نہیں
چل نہیں ملتا نہ مل پروا نہیں

لیک یہ تو کہیے کس کو دل دیا
میں بھی دیکھوں اس کو جس کو دل دیا

اس میں ہے کیا بات بتلاؤ ذرا
اپنی چاہیتی کو دکھلاؤ ذرا

اور القاب آرزو مند ستم
قابلِ معشوق پابند ستم
بے مروت ، بے وفا ، نا مہرباں
بے تمیز و بے خرد ، ناقدرداں

بے زبان[1] پاسخ دہ دنداں شکن
دل شکن ، خاطر شکن ، پیماں شکن
ناسزائے لطف و شایان جفا
خوگر آز و پشیمان وفا

شور بخت لذت وصل مدام
تلخ عیش و تلخ روز و تلخ کام
خاک راہ حسرت مشکل پسند
از نظر افگندۂ بخت بلند

درد مند زحمت بے چارگی
ہرزہ تاز کوچۂ آوارگی
تختہ مشق فکرت ابلہ فریب
سر خط اندیشۂ حرماں نصیب

دور گرد بارگاہ عاشقی
کج خرام شاہ راہ عاشقی
سخت نا فہم ادائے دل فریب
بے تمیز ناز ہائے دل فریب

ترک صحبت گفتنی ، آزردنی
کشتنی ، دل خستنی ، خوں کردنی

۱- ''بے زبان پاسخ'' نسخہ طبع اول و دوم (صفحہ ۴۰۰ ، حاشیہ ۲۵۴) میں اور طبع ششم (صفحہ ۳۶۷) میں ''بے زباں پاسخ دہ'' ہے - (مرتب)

اشک رحمت آشنا ، آب حیات
گرم جاں بخشی ، نگاہ التفات

حرف شرم آگین و اظہار وفا
پردہ در مضمون اقرار وفا

مژدۂ وصل و نوید دل دہی
ہر ہوس محو امید دل دہی

گرم جوشی جاں گداز اشتیاق
اشتیاق ناز و ناز اشتیاق

حرف تسکیں بے قراری کا سبب
عرض رغبت ، رغبت انگیز طلب

پاس داری ، حسرت دوری کا ذکر
رہ نمائے سعی مجبوری کا ذکر

پردۂ انکار میں اقرار سا
عذر نام و ننگ بے تکرار سا

الغرض چندے یہ دل داری رہی
دوست کامی ، دشمن آزاری رہی

اکثر اس گھر میں ملاقاتیں ہوئیں
سو نیاز و ناز کی باتیں ہوئیں

گاہ لکھ کر نامۂ عاشق نواز
شوخیٔ مضموں کو جس کی لاف ناز

دے دیا مجھ کو کہ اس کا کیا جواب
مدعا پاسخ طلب ، پر لاجواب

لیک سر نامے پہ نام اس کا رقم
ایک مدت جس سے تھے بدنام ہم

تھی تجلی طور کی چلون کی آڑ
کیا کہوں تنکے کے اوجھل ہے پہاڑ

چشم حق بیں کو ہے مشکل امتیاز
یاں حقیقت کھل گئی کیسا مجاز

جلوۂ پنہاں نمایاں ہو گیا
وعدۂ محشر وفا یاں ہوگیا

دیکھ کر وہ جلوہ ہاے دل فریب
ہوگئی غش میری جان ناشکیب

میں نو کیا تھا جو نہ ہوتا ہائے غش
ہو تو موسیٰ کو مکرر آئے غش

میری بے ہوشی سے ہوش آیا اسے
خوب خاموشی نے سمجھایا اسے

پاے بند غم ہوئی وارستگی
کھل گئی بے تابی و دل بستگی

مخبر، انداز نظارہ ہوگیا
راز پنہاں آشکارا ہوگیا

کان کھولے اس کے جوش آہ نے
قدر افزوں کی غم جاں کاہ نے

بے گماں درد نہاں آیا یقیں
جاں نثاری ہوگئی بس دل نشیں

غل مچایا شور سیر آہنگ نے
غم کیا ثابت تغیر رنگ نے

رہ گئی سن، نالہاے زار سے
حیرت آئی حیرت دیدار سے

اک جگہ وارد ہوا ناگاہ میں
اس خرابی سے نہ تھا آگاہ میں
کیا جگہ تھی کثرت آفات کی
ہم نشیں ہیں[1] جمع اس بدذات کی
کیسی کیسی نازنیں اک اک پری
گرم فکر دل ربائی ، دل بری
ایک سے اک آتشیں رخسار تر
ایک سے اک دل ربا ، دل دار تر
ان میں اک رشک پری محسود حور
سب بلائیں سی لگیں جس کے حضور
اس پری رخسار پر دل آ گیا
جلوۂ پنہاں نظر میں چھا گیا
ہوگیا کیسا ہوا عزت کا پاس
رنگ کے ساتھ اڑ گئے ہوش و حواس
جانب چلون نظر جو جا پڑی
ایک بجلی تھی کہ[2] جاں پر آ پڑی
ایسے رخ کی تاب کیا لائے نظر
اس لیے تھا پردہ تا آئے نظر
ورنہ کیوں کرچھپ سکے ایسی چمک
پردہ کھل جائے تو حائل ہو فلک

۱- نسخۂ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ ، ۱۸۶۷ع اور ۱۹۳۰ع میں ''ہیں'' ہے لیکن مصرع کی معنویت کے لحاظ سے ''تھیں'' ہونا چاہیے - (مرتب)

۲- ''جو'' نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۶۶) میں ، بقیہ نسخوں میں ''کہ'' ہے - (مرتب)

کیجیے ایسی قلق کی گفتگو
سامعیں کا جی نہ گھبرائے کبھو
ہو بیاں اس دل ربا کی دل بری
جس سے چھپتی پھرتی ہیں حور و پری
ایسے یوسف کا کروں قصہ رقم
ہو زلیخا کو گراں خواب عدم
وہ حکایت جلوۂ دل خواہ کی
جس سے بس کھل جائیں آنکھیں ماہ کی
خیرہ جس کے حسن سے ہووے نگاہ
مہر کو آئے نظر روز سیاہ
دیکھ لے چہرے کی تابش چشم کور
آنکھ جھپکے زہرہ کی جس کے حضور
جلوہ فرما ہو جو وہ عالم فروز
کون دنیا میں رہے پھر تیرہ روز
کس قدر ہیں اپنی جاں بازی پہ ناز
ہیں مگر معشوق اس کے عشق باز
خوں بہائے گل ہے رنگ و بوئے داغ
سر فروشوں کا نہیں ملتا دماغ
شان و شوکت کی یہ کیسی ہے دلیل
شان و شوکت میری نظروں میں ذلیل
سر بلندی ہر قدم پامال ہے
میری وحشت کا بلا اقبال ہے
کیا کہوں یہ رتبہ کیوں کر مل گیا
کس طرح اس مہروش پر دل گیا

کج روی ظاہر برے اطوار سے
فتنہ برپا صدمۂ رفتار سے
شور آواز قدم افلاک تک
چونک اٹھیں خفتگان خاک تک
خانہ بربادی کے غم میں خاص و عام
خاک میں مل جائے یہ طرز خرام
لطف تو یہ ہے کہ اس صورت پہ ناز
گرمئی خو ، آتش عالم گداز
بے محابا دعویٔ حسن و جمال
جوش لاف جلوہ ہاے بے مثال
سب پہ وہم عشق سے جور و جفا
بوالہوس سے بھی تمناے وفا
ابلہی سے دعویٔ عقل و شعور
اپنے نزدیک آپ کو جانے ہے دور
باتیں اس احمق کی میں کیا کیا کہوں
طعنہ ہاے سامعیں کب تک سہوں
کب تلک اپنی خرابی کا بیاں
بے وقوفی بے حجابی کا بیاں
وسعت تقریر سے تنگ آ گیا
آدمی ہوں مجھ کو بھی ننگ آگیا
بندھ گیا دل میں تلافی کا خیال
ذلت نقص نظر کھینچے ہے کہاں
اب کہوں وہ داستاں جس سے جہاں
یوں کہے ایسے نصیب اپنے کہاں

تار زنّار کشیشاں سے خجل
کیا رگ خواب پریشاں سے خجل
سنبلستاں تر خم گیسو سے ناف
نافۂ مشکیں ، ھجوم مو سے ناف
آگے جی کہتے ہوئے شرمائے ھے
اپنی باتوں سے خجالت آئے ھے
ھے یہ زور شاعری کی جائے کب
کیا کہوں وا رہ گئے حیرت سے لب
لکھنے کے قابل نہ جانی ہوگی بات
خامے کو میلاں نہیں سوے دوات
وہ سرین صاف سطح مستوی
ذکر جسم اندیشے کی بالا دوی
کیا تصور نے کیا ھے کام زہر
کاسۂ زانو تھا گویا جام زہر
پھر دھواں اٹھا دل مشتاق سے
جل گیا جی یاد شمع ساق سے
پیٹھ کچھوے کی بعینہ پشت پا
خار ماھی رشک ھر انگشت پا
پنجہ ایسا جیسے پاے عنکبوت
ناخن اس کے پردہ ھاے عنکبوت
وہ کف پا کس قدر نفرت فزا
کون چھیڑے اس کو جز دزد حنا
رشک تیغ اصفہانی قد خم
خلق کا ھیبت سے نکلا جائے دم

کیا عفونت آشنا بوے بغل
سبزۂ بیگانہ وہ موے بغل
سوکھے سوکھے ساعد و باز و ستم
جیسے دو خار مغیلاں ہوں بہم
وصف ساعد کا جو دھیان آ جائے ہے
خامہ بھی ہاتھوں سے نکلا جائے ہے
فکر سے طبع سخن ور ہاتھ اٹھاے
وہ تو کیا تشبیہ بھی گر ہاتھ آے
ایک سے تھے باعث رنگ حنا
وہ کف دست اور دشت کربلا
طائر جاں کشتۂ پرواز تھا
پنجہ رشک پنجۂ شہ باز تھا
اس کے سینے کو کہوں کیا آسماں
جوف یہ سطح مقعّر میں کہاں
چھاتیاں وہ کتنی نامعلوم بس
بے گماں دو نقطۂ موھوم بس
تفرقہ اتنا کہ بہر ربط ہم
شکل خطّ منحنی وہ پشت خم
گر محاذی ان کے ہو فہم حکیم
بھول جاوے بحث خط مستقیم
اس کی جو خوبی تھی سو معیوب تھی
سینہ صافی کتنی نامرغوب تھی
بد نما تر موے چینی سے کمر
منفعل باریک بینی سے کمر

فصل فروردی میں فریاد زغن
بہمن و دے نغمۂ مرغ چمن
شاکی ھجراں کے لب پر ھاے وصل
نالۂ مرغ سحر شب ھاے وصل

دام میں ھنگامۂ مرغان باغ
استخواں ھاے ھما پر شور زاغ
نالۂ آوارۂ گم کردہ راہ
شہرۂ فرمان قتل بے گناہ

شورش واعظ دم وجد و سماع
پاے جاناں کی صدا وقت وداع
عاشقوں پر ناصحوں کا ولولہ
محتسب کا مے کدے میں غلغلہ

آہ و زاری نوجواں کی نعش پر
وہ صدا ان سب سے نامطبوع تر
اس ذقن کو کس نے باندھا ھے کنواں
چاہ بابل کے اٹھا دل سے دھواں

کیسی گردن جس کے آگے دم بہ دم
ھووے گردن ناقۂ لیلیٰ کی خم
پائی گردن میں جو اس گردن کی بات
اونٹ کو کہتے ھیں اب ڈائن کی ذات

عاشقوں کو جلوہ اس کے دوش کا
چارہ درد حسرت آغوش کا
دیکھ لے شانے کو اس کے گر کہیں
چھوڑ دے بس شانہ بینی شانہ بیں

گوشۂ چشم بہ افسوں فتنہ گر
وہ مثلث جس کا ویرانی اثر
کان گل تھے لیک مرجھائے ہوئے
فصل بہمن کی ہوا کھائے ہوئے
لالۂ پژمردہ وہ رنگیں عذار
داغ چیچک ، داغ رشک نو بہار
ناک وہ مقراض قطع آرزو
منفعل تشبیہ سے زنبق کی بو
بوالہوس کا بوسہ لینا قہر تھا
وہ لب شیریں کہ میٹھا زہر تھا
بارے یاں تو آبرو میری رہی
دانت وہ موتی تھے گو جھوٹے سہی
گر نہ تھا غنچہ دھن ، گل رنگ تھا
گو زباں سے ہو ولیکن تنگ تھا
تھے وہ دندان مسی آلودہ سین
لیک سین لفظ وقت واپسین
اختلاط لب سے عار و ننگ پان
مارے خجلت کے نہ ٹھہرے رنگ پان
رشک نفخ صور ، آواز بلند
خندۂ صبح قیامت ، زہر خند
کیا کریہہ الصوت جیسے شور رعد
شہر پر بجلی گرے ہنسنے کے بعد
خانۂ دشمن میں آواز حبیب
کوچۂ جاناں میں غوغاے رقیب

شعلۂ دوزخ رخ انور کی تاب
جس سے ہر مومن کو واجب اجتناب

جبہہ یا صبح وداع مہ جبیں
رو سیہ پر تیرگی ظاہر نہیں

گردہ اک دل تنگی مایوس کا
ہر شکن خط تھا کف افسوس کا

موے سر سے شام غربت رو سفید
ظلمت شب ہاے ہجراں صبح عید

دیدۂ حیراں سے رخ بے آب تر
زلف عاشق سے کہیں بے تاب تر

طرّہ یا روز سیاہ بوالہوس
جعد رشک دود آہ بوالہوس

ابروے بے مو سے ظاہر جلد یوں
زنگ خوردہ جیسے تیغ سیم گوں

یا نیام مخمل فرسودہ خواب
یا شکستہ ، کہنہ محراب خراب

شوخی مژگاں خرام نا شکیب
نرگس بیمار مرنے کے قریب

یوں سفیدی میں سیاہی کم نما
جوں بیاض صبح صادق میں سُہا

ہر نگاہ تیز ، تیغ بے اثر
غیرت تیر ہوائی ہر نظر

خانۂ چشم ایک صحراے خراب
آنکھ کے ڈھیلے کلوخ خوردہ آب

پاس سے دیکھاتو بس دیکھا نہ جائے
ہر نگاہ منفعل آنکھیں چرائے

غم سے جی چشم غلط بیں کا جلا
چشم بد دور ایک رشک صد بلا

دل ہوا سرد اختلاط گرم سے
بجھ گیا جی جوش آب شرم سے

لاف الفت کی ندامت ہائے ہائے
آپ اپنے پر قیامت ہائے ہائے

جبہ نم سے دیدۂ نم منفعل
مجھ سے دل ، میں دل سے باہم منفعل

قدر ذوق حسرت عشاق کی
حسرتیں ناکامی مشتاق کی

پاس خاطر داری طبع نفور
دل[1] ربائی ہائے غم اپنے سے دور

دل سے نقض عہد و پیماں کی قسم
دم بہ دم جان پشیماں کی قسم

وصل میں رنج جدائی ہائے ہجر
شکوہ ہائے کم نمائی ہائے ہجر

گرم جوشی ، موجب دل تفتگی
آمد آس کی باعث خود رفتگی

شوخیاں رشک رم صبر و شکیب
کیا بلائے جان وہ شکل مہیب

---

۱ - ”دلبریہائے“ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۹۴ ، ۲۵۱) میں ناموزوں ، نسخہ طبع ششم (صفحہ ۲۰۲) میں ”دل ربائی ہائے“ درست ہے - (مرتب)

کوئی ملنے کی کروں تدبیر میں
هجر میں کب تک رهوں دل گیر میں

تها مطوّل بس که عذر اضطراب
مختصر سا یه لکها میں نے جواب

کر گیا[1] بے خود هجوم اشتیاق
اب برابر هے همیں وصل و فراق

گر ملو شکر عنایت کچھ نہیں
اور نه ملیے تو شکایت کچھ نہیں

کوئی اس پر فن کی باتیں کیا کہے
ان جوابوں پر پیام آتے رهے

گهه گهے بے واسطه باتیں هوئیں
چپکے چپکے کچھ ملاقاتیں هوئیں

گرچه دل اس دل ربا سے پهر گیا
آشنا، نا آشنا سے پهر گیا

پر رکها پاس وفا نے تهام تهام
بے وفاؤں میں رهیں تا نیک نام

ورنه اس نفرت په مشکل تهی نباه
اجتماع احتراز و شوق[2] واه

وجه نفرت یه که وه آتش عذار
دور هی سے خوش نما تهی جوں شرار

---

۱ - ''گر کیا'' نسخه مطبوعه ۱۹۳۰ع (صفحه ۳۶۱) اور نسخه مطبوعه ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۷۶ع میں ''کر گیا'' هے (مرتب)

۲ - ''شوق آه'' نسخه مطبوعه ۱۹۳۰ع (صفحه ۳۶۱) میں اور نسخه طبع اول و دوم (صفحه ۳۹۳، حاشیه صفحه ۲۵۰) ''میں شوق و آه'' هے - غالباً ''واه'' هوگا - مرتب

اے قبول شوق دشواری پسند
اے پسند وحشت خواری پسند

اے خراب حالت عبرت فزا
اے مطیع حسرت فرماں روا

اے عدوے عقل وہوش اے بےحواس
دور تھا تو پر نہ آیا میرے پاس

یہ نہ سمجھا ، نا سمجھ کیا ہووے گا
ساتھ میرے کون رسوا ہووے گا

کیسے خوش خو کو ملامت ہووے گی
کیسے نازک پر قیامت ہووے گی

طعنے دیں گے غیر کس محبوب کو
بد کہیں گے لوگ کیسے خوب کو

کیسی چھاتی طعنے سے چھن جائے گی
کیسی نازک جان پر بن جائے گی

مل سکیں گے کیوں کہ رسوائی کے بعد
یاس ہے ہنگامہ آرائی کے بعد

گر نہ تھی تم کو تمنائے وصال
شوق کا میرے تو کرنا تھا خیال

دیکھنا تھا میرے حال زار کو
سوچنا تھا حسرت دیدار کو

کیا کہوں کس بےگنہ سے کیا کیا
خیر وہ تو جو کیا اچھا کیا

اب بھی گر کچھ پاس رسوائی کرو
دور یہ ہنگامہ آرائی کرو

ہر نفس رشک نفس ہائے نسیم
جلوہ گر اُس غیرت گل کی شمیم

خم حضور قامت خم ، قدّ سرو
خندہ و رفتار جوں کبک و تدرو

ہم زبان طوطئی شکر فشاں
اس لب شیریں سے گویا ترجماں

چشم و طرز دل نوازی ہائے یار
صد نگاہ آشنا بیگانہ وار

زیر لب حرف بشارات و نوید
خندۂ منت فزا جوں صبح عید

گوہر افشانی لب گفتار سے
یہ پیام اُس لعل گوہر بار سے

اے خراب ، اے بے حیا، اے نابکار
اے ذلیل، اے مضطرب، اے بےقرار

اے ہوس آمیز رنگ عاشقی
دشمن ناموس و ننگ عاشقی

اے پشیمانی پسند ، اے بے تمیز
اے دل آزار دل آرام عزیز

اے قتیل و قاتل صد آرزو
اے ستم گر ، اے ستم کش، اے عدو

اے نصیحت ناشنو ، اے بے شعور
اے زبون اضطراب ،ا ے نا صبور

اے قرار اضطراب ، اے نا شکیب
اے مصیبت بہرہ ، اے حسرت نصیب

آف رے دعوے آہ عالم سوز کے
دن پھرے کس عاشق بد روز کے

پیرو خواہش حصول آرزو
کیا اجابت کو دعا کی جستجو

خضر نے گم کردہ رہ کو آ لیا
حاصل مطلب نے مطلب پا لیا

قصہ کوتہ[1] ایک دن تھی[2]، جاں گداز
گرمی افسانۂ زلف دراز

آز شادی مرگ، نو امید اجل
یاد مژگاں باعث طول امل

ہر نظر محو رخ تاب و ثبات
پیش چشم اس کی نگاہ التفات

دیدۂ شوق تجلی سوے در
گردش چشم وفا مدّ نظر

اعتماد نالۂ شب گیر تھا
انتظار مقدم تاثیر تھا

ناگہاں وارد ہوئی اک پیر زال
جس کے صدقے نوجوانی کا جمال

رخ سے انداز شگفتن آشکار
کیا جبیں داغ دل صبح بہار

۱- ''کوتاہ'' تینوں نسخوں میں ہے، بہ لحاظ موزونیت ''کوتہ'' لکھا - (مرتب)

۲- ''تھا'' نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع (حاشیہ صفحہ ۲۴۹) میں اور ''تھی'' نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ اور ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۹۲، ۳۶۰) میں (مرتب)

مہر و مہ داغِ وفاے روز و شب
روز و شب حسرت فزاے روز و شب

آئیں یہ راتیں ولے جیتے رہے
روز بد دیکھے بھلے جیتے رہے

ہم سے بے طاقت نہ پہنچے تا بہ گور
سخت جانی نے جتائے اپنے زور

زندگی باقی تھی دن مر مر کٹے
کٹ گئے پر کیا کہوں کیوں کر کٹے

ہر نفس ، ہردم ، دم خنجر ہوا
میں خیال سر بریدن میں مرا

کٹ گیا دن بھی اگر شب کٹ گئی
صبح کی پو تھی کہ چھاتی پھٹ گئی

اختیار مرگ میں ناچار زیست
سہل نزع ، سخت دل ، دشوار زیست

جب کہ گزرے چند روز اس حال سے
باز آیا چرخ اپنی چال سے

پاس بدنامی فلک کو آ گیا
شور[۱] آہ و نالہ سے گھبرا گیا

بھر گیا جی آسماں کا جور سے
دل کو خالی کر چکا ہر طور سے

دل گیا جوش اثر کا آہ پر
طالع برگشتہ آئے راہ پر

۱- نسخہ طبع ششم ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۵۹) میں "شور و آہ" غلط ہے - (مرتب)

کینۂ یاراں[۱] ، دل غم ناک میں
پرسش احباب سے دم نک میں

باغ و بستاں مجلس ماتم لگے
کنج خلوت کے سوا جی کم لگے

وحشت و سودا بلاے خانگی
گوشۂ تنہائی و دیوانگی

گہ خیال چشم میں حال خراب
اشک مے گوں سے سیہ مست شراب

گہ فراق طرہ سے چین جبیں
گاہ فکر زلف میں دل شانہ بیں

یاد کو میں دوڑتے پھرنا کبھی
آپ اپنے پاؤں پر گرنا کبھی

شوخی وحشت سے گھبرایا کروں
جان کھونے میں مزا پایا کروں

جب تصور آئے ہوں میں پاے مال
اس کو اپنے زعم میں دکھلاؤں حال

صبح سے تا شام جوں مہر منیر
دم بہ دم رنگ رخ و حالت تغیر

شام سے تا صبح جوں ماہ تمام
چشم کو آسودن و خفتن حرام

نصف شب ہم گردش اسمال و پار
دورۂ خور نیمۂ نصف النہار

۱- نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع (حاشیہ صفحہ ۲۴۸) میں ''کینہ باراں''
اور طبع ۱۲۸۴ھ اور ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۹۰ ، ۳۵۸) میں ''کینہ یاراں''
ہے - (مرتب)

صد خلش خار و رگ جاں میں ہوئی
کش مکش دست و گریباں میں ہوئی

جوش وحشت سلسلہ جنباں ہے
بادیہ آباد ، گھر ویراں ہوا

جان بے طاقت ٹھکانے لگ گئی
ضعف کی محنت ٹھکانے لگ گئی

دیکھ جوش دست برد اضطرار
لڑکھڑائے پائے تسکین و قرار

آہ و افغاں سے دم آیا ناک میں
جی کدورت نے ملایا خاک میں

جلوے اُس بے دید کے نظروں میں چھائے
جس طرف کو دیکھیے دیکھا نہ جائے

اشک سے آنکھوں پہ چربی چھا گئی
دل گدازی سی نظر میں آ گئی

وصل کی حسرت میں سودا ہو گیا
دم بہ دم لب پر کہ یہ کیا ہو گیا

ہر نفس صد جوش طبع غم گزیں
دم بہ دم بے تاب تر جان حزیں

جی نہ بہلے گر چہ بہلایا کروں
دل نہ ٹھہرے لاکھ ٹھہرایا کروں

مجلس احباب سے نفرت ہوئی
بے کسی سے گرمی صحبت ہوئی

آس ٹوٹی سن جواب جاں گسل
نکلی وہ پیماں شکن ، پیماں گسل

اڑ گیا رنگ امید چارہ جو
نا امیدی کی بر آئی آرزو

ہائے ہجر[1] آرزو ہائے وصال
جان سے گزری تمنائے وصال

سر اٹھایا خاطر مایوس نے
پاؤں پھیلائے کف افسوس نے

چشم سے ٹپکے سر شک لالہ گوں
فوج حرماں نے کیا حسرت کا خوں

شور و افغاں نے اٹھایا سر پہ گھر
ہر نفس نکلا لیے لخت جگر

ہو گئی دل سوز آہ آتشیں
آسماں رس نالۂ کرسی نشیں

خاک اڑائی اشک کلفت توز نے
جی بجھایا آتش جاں سوز نے

ہو گیا افسانہ سا خواب وصال
تھی امید وصل یا تاب وصال

داغ دل ہم راہ اشک آنکھوں میں آئے
خار خار رنج نے یہ گل کھلائے

دل نے پائی جرم الفت کی سزا
جاں نے چکھا تلخ کامی کا مزا

۱۔ ''ہجر'' کے بعد ''و'' نسخہ اول اور دوم میں نہیں ہے ، طبع ششم (صفحہ ۳۵۸) میں ہے ۔ (مرتب)

لب پہ آیا قصۂ درد آفریں
دل سے نکلے نالہاے دل نشیں

بہر استقبال آتا ہے اثر
گفتگوے غیرت آہ سحر

بس کہ اک رشک پری جانانہ ہے
ہم دم افسوں ، مرا افسانہ ہے

کیا فسانہ جس سے خوب آزار ہو
فتنۂ روز جزا بے دار ہو

داستان عاشق حرماں نصیب
سرگزشت نا امید نا شکیب

حیرت افزا ماجراے شوق ہے
انتہا و ابتداے شوق ہے

یہ معما کون سمجھے بن کہے
عقل بھی میری طرح حیراں رہے[1]

وہ جو قصہ رہ گیا ہے نا تمام
جب تلک اس کا نہ ہووے اختتام

ابتدا اس کی سمجھ میں آئے کب
فہم سامع مدعا کو پائے کب

کون سا قصہ وہ خواری کا بیاں
اس سے پہلی مثنوی کی داستاں

یعنی جب قاصد پھرا لے کر جواب
لفظ ہاے مغنی و مضموں عتاب

۱- ”ہے“ نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۵۷) میں اور مطبوعہ ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۶۷ع (صفحہ ۳۸۹ ، ۲۴۸) میں ”رہے“ - (مرتب)

ابتدا سے جان پر کھیلا کیا
ہائے مجھ ناکام نے کیا کیا کیا

چپکے چپکے غل مچاتا ہی رہا
تھک نہ بیٹھا ناز اٹھاتا ہی رہا

جامۂ سالم کبھی پہنا نہیں
پردہ در تھی اک نئی پردہ نشیں

کیا کہوں دیکھے ہیں کس کس کے ستم
پر نرالے سب سے ہیں اس کے ستم

مہربانی ، دل دہی بھی جور ہے
اور تھی کچھ اور ، یہ کچھ اور ہے

حال میرا لائق اظہار ہے
لیک پاس آبروے یار ہے

جوش سودا ہے ولے بکتا نہیں
لگ گئی چپ ، پر میں کہہ سکتا نہیں

پھر گئے نالے پہنچ کر تا گلو
اف کروں کیوں کر کہ ہے وہ شعلہ خو

کیا بن آتی ہے سوا صبر و شکیب
یوں خرابی ہاے افغاں یا نصیب

پر خلش کی سینہ کاوی ہے غضب
''اہتمام خوں تراوی'' ہے غضب

پاس مطلب زہر قاتل ہے کہ بس
ریزۂ الماس ہے ہر ہر نفس

رک گیا دم ، کیا کرے ناچار ہے
گر نہ نکلے ٹھہرنا دشوار ہے

ذکر شیریں کس مزے سے ہر نمط
بر سر فرہاد ، پر جانا غلط

واہ انصاف دل خارا شکن
بے گنہ پرویز و مجرم کوہ کن

وصل شکر تہمت لذت فزا
تلخ کامی ہاے شیریں افترا

اور انداز ستم کیا کیا کہوں
کیا کروں ہے پاس اس کا کیا کہوں

اور یاں تو ننگ ہے نام آوری
شان و شوکت ہے خرابی ابتری

ہوچکی ہے کیسی رسوائی مری
شہرہ ہے ہنگامہ آرائی مری

وحشیان عشق میں سرخیل ہوں
خانہ بربادی میں رشک سیل ہوں

جا بہ جا قصہ مرا مشہور ہے
اہل وجد و حال تک مذکور ہے

حق تو یہ ہے عشق بازی یہ نہیں
پایۂ عشق مجازی یہ نہیں

پہلے تھا یہ عشق کا رتبہ کہاں
میری خواری سے لگی الفت کو شاں

دے گئیں نام اس قدر بدنامیاں
کام کی نکلیں مری ناکامیاں

بے وفا میری وفا کے ہیں گواہ
فتنہ گر ، طرز ستم کے داد خواہ

ہیں براہین و دلائل بے جواب
لیکن اس سے کہہ سکے یہ کس کی تاب
اس تجاہل کیش کو سمجھائے کون
کون سنتا ہے، زباں پر لائے کون
چارہ غیر از صبر و خاموشی نہیں
بے زباں کو حکم سرگوشی نہیں
کم نگاہ و کم نما بے دید ہے
بے مروت، بے وفا، بے دید ہے
حال ابتر کو دکھاؤں کس طرح
ماجرائے غم سناؤں کس طرح
التماس شوق نظروں میں محال
ناتواں ہیں پر نہ دیکھے میرا حال
نکلے باتوں میں اگر منہ سے دھواں
شعلۂ رخسار ہو آتش زباں
شعر سے زینت فزائے خم ہو زلف
موشگافی گر کروں برہم ہو زلف
آئے گر کچھ تذکرے میں لفظ آہ
ہو مکدر سرمے سے چشم سیاہ
سرگذشت قیس محرومی مآل
گر کہوں کچھ کچھ کہ ہے سب حسب حال
یوں کہے وحشت فزا افسانہ ہے
ایسی باتیں جو کرے دیوانہ ہے
تھی زبس عاشق نواز و دل فروز
نام لیلیٰ ہے سیہ رو تیرہ روز

ہے فسوں افسانہ کیوں کر نیند آے
بند ہوں آنکھیں جو وہ آنکھیں ملاے

چاندنی کے پھول سے تسکیں کہاں
مہروش کی یاد میں ہے دل تپاں

چارۂ غش کر سکے کیوں کر گلاب
لے گئی ہوش اس رخ گل گوں کی تاب

واے[1] کاکل کی کجی کو کیا کروں
مشک سے ناسور ہے زخم دروں

نام سے عنبر کے جی گھبرا گیا
پیچ میں کس زلف کے میں آ گیا

درد دل کا چارہ یاس انگیز ہے
نرگس بیمار کو پرہیز ہے

ہاے وہ یوسف لباس بے تمیز
بوے پیراہن رکھے مجھ سے عزیز

کچھ نہیں کھلتی ہے وجہ احتراز
پاک دامن ہے، وہ تو میں پاک باز

ایسے عاشق سے حذر بے فائدہ
پاس عصمت اس قدر بے فائدہ

کیا ہے آخر فتوئے اہل جہاں
گر نہیں معشوق عاشق پر حلال

مفتیان عشق لکھتے ہیں تمام
بوالہوس شوہر بھی ہو تو ہے حرام

۱- ''واے'' طبع ششم (صفحہ ۳۵۵) میں۔ نسخہ اول اور دوم (صفحہ ۳۸۷ حاشیہ، ۲۴۶) میں ''راے'' ہے - (مرتب)

جان پر اللہ کیسی آ بنی
حال بگڑا جائے ہے یہ کیا بنی
زندگانی کے ہمیں لالے پڑے
ہائے کس بے درد کے پالے پڑے
دشمن جانی ہے یارو کیا کروں
کیا کروں اے دوست دارو کیا کروں
رشک دشمن نے ستایا ہائے ہائے
سوز غیرت نے جلایا ہائے ہائے
کاسۂ عمر آہ بھرتا ہی نہیں
خضر ہوں میں کیا کہ مرتا ہی نہیں
ٹھوکریں کھاتی ہے مرگ داد خواہ
آئے کیا، ہے سخت جانی سنگ راہ
یاد عیسیٰ کا لب دم ساز ہے
جو نفس ہے سو دم اعجاز ہے
آس ملنے کی نہیں، مرنا محال
ہر طرح سے ہم ہیں محروم وصال
چارہ و تدبیر کا امکاں نہیں
درد اپنا قابل درماں نہیں
کیا تھمے پونچھے سے اشک لالہ‌گوں
پاک دامن نے رلایا ہے یہ خوں
ہو شگاف سینہ کا کیوں کر رفو
چاک پردہ سے نہ جھانکے وہ کبھو
بہر طاقت قوت کیا جز زہر غم
اس نے کھائی میرے ملنے کی قسم

سوچتے شاگرد ہیں سال وفات
مرثیے کی فکر ہے شیون کے سات

کون سے شاگرد وہ استاد فن
بے سخن ہے دل‌ربا جن کا سخن

وحشت و مضطر، کرم، تسکین و یاس
بے خودی میں بھی رہیں[1] جن کے حواس

اکبر و عظمت ، سرافراز سخن
پایہ بالا تر، بر افراز سخن

باعث ناز و غرور روزگار
میرے مشفق میرے مونس میرے یار

شیفتہ سر دفتر اہل قلم
نکتۂ خاطر نشاں جس کا رقم

بے عدیل و بے سہیم و بے بدل
بے نظیر و بے مثال و بے مثل

راز دان نکتہ ہاے کس مداں
معنی کرسی نشیں ، خاطر نشاں

ہم نفس ، ہم دم، رضاجو، دوست‌دار
شیفتہ دل دار ، والہ ، جاں نثار

یار جانی ، محرم راز نہاں
بے ریا مونس کوئی ایسا کہاں

محو امید و تمناے وصال
بعد میرے زندگی اس کی محال

۱- ”رہیں جن کے حواس“ نسخہ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۸۶ ، حاشیہ ۲۴۵) میں اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۵۵) میں ”ہیں جن کے بد حواس“ - (مرتب)

پھر ہیں کیا کیا ولولے تاثیر کے
پھر پھرے دن نالۂ شب گیر کے

پھر ہے وقت نالہ و فریاد دل
دشمن جاں ہے پھر اک صیاد دل

پھر کسی زلف سیہ کا دھیان ہے
ظلمت کفر اپنا پھر ایمان ہے

پھر غرض کھانا کہاں ، پینا کہاں
خون دل ، لخت جگر ہے آب و ناں

ذکر خفتن معنی بیگانہ ہے
طالع خوابیدہ پھر افسانہ ہے

فکر ہاے بے خودی کا ہوش ہے
عقل کو کتنا جنوں کا جوش ہے

پھر وہی درماندگی بے چارگی
پھر وہی صحرا ہے اور آوارگی

پھر اطبا نے کیا ترک علاج
چارہ سازوں کا پھر اب بگڑا مزاج

ہم نفس ہیں دم بہ دم گرم فغاں
ناصحوں کی لڑکھڑاتی ہے زباں

رو کے ، آنسو پونچھتے ہیں بار بار
زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یار

حال چاک سینہ کیا ہیہات ہے
کانپتا کچھ بخیہ گر کا ہات ہے

تاب پرسش راز داروں کو نہیں
اٹھ گئے پہلو سے روتے ہم نشیں

مجلس غم ہے مجھے بزم شراب
ہوگیا دل گرمیوں سے جی کباب

جلوۂ مے نے پلایا خوں مجھے
آ گئی یاد لب مےگوں مجھے

دیکھ دور ساغر مل کی بہار
پھر گئی آنکھوں کے آگے چشم یار

وصل کا عالم نظر میں چھا گیا
پھر نشہ خود رفتگی کا آ گیا

چشم تر لب‌ریز خوں پیمانہ ہے
جوں صراحی گریۂ مستانہ ہے

جوش مے کی طرح کیا آتا ہے آہ
خون دل منہ میں بھرا آتا ہے آہ

ضبط بے ہم کی توانائی نہیں
طاقت صبر و شکیبائی نہیں

ماجرا ہے سخت مشکل کیا کروں
کیا کروں ، تھمتا نہیں دل کیا کروں

ناز بےجا اور میں کم‌حوصلہ
کیا رکے ہے ولولہ سا ولولہ

بس چلے تاب و تواں کا کب تلک
پاس ہو راز نہاں کا کب تلک

پھر سرشک لالہ‌گوں غماز ہے
رنگ رو پھر مائل پرواز ہے

پھر ہوا ہے ناخن غم جاں خراش
پارہ پارہ دل ، جگر ہے پاش پاش

(۵) مثنوی پنجم

این تازہ فغاں کہ بر کشیدم
این نالہ کہ از جگر کشیدم
حرفیست بہ خون دیدہ مرقوم
نام و سالش ''حنین مغموم''
۱۲۴۴ھ

ساقیا اب ناز بے جا کس لیے
چین ابرو بے محابا کس لیے
تند خوئی باعث آزار ہے
زھر قاتل تلخی گفتار ہے
بے مزہ ہے شکرّ افشانی تری
بے نمک ہے سرکہ پیشانی تری
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہ ہو
دل ہوا کھٹّا ترش ابرو نہ ہو
بے نیازی کا سبب اے بد مزاج
کیا رھی ہے ہم کو تیری احتیاج
کام کیا اب ساغر سرشار سے
بادہ کش ہوں جام چشم یار سے

جان الم کش تاب نہ لائی
ہوش قلق کو تاب نہ آئی

بات سے اس کی جان ہوا تھی
شمع سحر اور باد صبا تھی

ایک ہی دم میں تھا دم رخصت
آہ کی بھی دی غم نے نہ فرصت

عشق کا ادنا کام ہے یہ تو
نیک بہت انجام ہے یہ تو

عشق سے جو ہو کس کو عجب ہے
عشق حریف مرد طلب ہے

''مومن'' زار اب بند زباں کر
ختم سخن کر ، ترک بیاں کر

تا بہ کجا یہ گرم بیانی
تا بہ کجا یہ شعلہ فشانی

تاب سماعت اب نہیں ہم کو
آگ لگے اس گرمی دم کو

پھونک دیا جی تیری زباں نے
سینہ جلایا سوز نہاں نے

چشم سے سیل اشک رواں ہے
تو نہیں شاعر مرثیہ خواں ہے

حرف قلق نے سخت ستایا
تیری تپش نے سب کو لٹایا

طال حدیث العشق فاقصر
اقلقتنا و لولولک اصبر

———

عرض کیا پیغام تمنا
مطلب یاس انجام تمنا

رو کے حدیث شوق ادا کی
آگ پہ روغن تھی نمناکی

جل کے کہا یوں سوز نہانی
جس سے کہ دل ہو کوہ کا پانی

سن کے پیام زلزلہ مضموں
اس نے جواب ناز دیا یوں

صبر نہ تھا تو عشق کیا کیوں
چاہ کا میری نام لیا کیوں

پہلے ہی کرنا تھا حذر ان کو
مرنے سے حاصل جان کر ان کو

ملنے کو سمجھے کیوں مرے آساں
کیوں نہ ہوے اس وقت ہراساں

فائدہ اب پیغام دیے سے
حاصل کیا بد نام کیے سے

کوئی جفاے عشق سہے کیوں
تاب نہ ہو تو زندہ رہے کیوں

ایسے سے الفت ہو نہ کسی کو
آگ لگے اس گرم دلی کو

اور نہ ہوں بد نام کہیں میں
کاش کے وہ مر جائے نہیں میں

پھر کے جوں ہی پیغام بر آیا
آ کے پیام مرگ سنایا

نکلے تو جی اور راہ نہ نکلے
راہ ملاقات آہ نہ نکلے

یاس انیس درد نہانی
آرزو اپنی دشمن جانی

اُس نے کہا پھر صبر کہاں تک
اب تو کسی کو بھیجیے واں تک

حال سے اُس کو کچھ تو خبر ہو
حرف الم کا کچھ تو اثر ہو

شاید اسی سے چارہ گری ہو
چارۂ درد بے خبری ہو

وہ ہی کوئی تدبیر نکالے
جان تپش آرا کو سنبھالے

ورنہ یوں ہی مر جاؤ گے اک دن
چین نہ غم سے پاؤ گے اک دن

عمر کے باقی ہیں جو کئی دم
ہوئیں گے صرف نالۂ پے ہم

جان سے وہ بھی تنگ تو تھا ہی
ووں ہی کسی کو بھیج دیا ہی

مطلب و مضموں خوب سکھا کر
قصہ سنا کر حال دکھا کر

اس نے جب اُس کو تنہا پایا
حال سراپا رنج سنایا

حالت عاشق شرح و بیاں کی
آہ پے ہم ورد زباں کی

آ گہی اپنی اس کو جتائی
بگڑے سے بھی پھر کچھ نہ بن آئی

حرف دروغ آثار سے کیا ہو
ہو کے مقر انکار سے کیا ہو

حال جب اپنا آپ کہا کچھ
پھر نہ بنی اقرار سوا کچھ

آخر اسے ہم راز بنایا
درد فزا افسانہ سنایا

یعنی یہ غم جو دل میں نہاں ہے
نقب زن غم خانۂ جاں ہے

اس کا سبب اک پردہ نشیں ہے
حور کو جس سے پردہ نہیں ہے

چشم دل مایوس ملائک
پردہ در ناموس ملائک

روے نظر پر برقع ادا سے
غرق عرق آئینہ حیا سے

ناز نہفتہ طرز حیا میں
چرخ کمیں شاگرد جفا میں

شرم زیادہ ناز و ادا سے
ناز و ادا شرمندہ حیا سے

لا نہ سکوں[۱] غم دل کا زباں تک
جا نہ سکے پیغام وہاں تک

---

۱ - ”لا نہ سکوں“ طبع اول اور دوم ، ”لا نہ سکے“ طبع ششم (صفحہ ۳۵۱) - (مرتب)

یار و عدو ، بیگانہ و ہم دم
حال سے اُس کے سب نا محرم
جو کوئی پوچھے حال ، نہ بولے
بات تو کیا پھر منہ بھی نہ کھولے
تنگ کرو تو تھوک اڑاوے
ہوش تو خاصے ، پر کف لاوے
یاں کوئی اپنا کیا سر مارے
سخت کہو تو پتھر مارے
کان میں پوچھو دھوم مچاوے
بات کو یوں ہی دم میں اڑاوے
کچھ نہ کھلے احوال کسی پر
گزرے جو کچھ سو اپنے ہی جی پر
دل ہی سے دل کا حال بیاں ہو
درد نہاں کا چارہ نہاں ہو
ذکر الم غماز نہ ہووے
ہونٹ ہلیں آواز نہ ہووے
جب نہ ہو کوئی تو بن آوے
باتیں ہزاروں جب تو بناوے
اپنے سے ہووے اپنی حکایت
طالع و چرخ و دل کی شکایت
جور و جفائے یار کا شکوہ
فرقت دل آزار کا شکوہ
سن ہی لیا اک یار نے ناگہ
ہو ہی گیا سب حال سے آگہ

چہرہ گل و گل رنگ شکستہ
رنگ ہزار دام گسستہ

شور فغاں تمہید قیامت
داغ جنوں ، خورشید قیامت

دیکھے جدھر کو چشم بھر آوے
آنکھ میں آنسو جوں نظر آوے

قوت ، غذا غم غصہ کھانا
خواب فرامش نیند کا آنا

جامہ قبائے گل اندامان
جیب سحر ہم دامن داماں

شاخ کہاں غم کھینچے سے بازو
سینے میں تیر عشق ترازو

ضعف قویٰ سے چارہ کم اس کو
کھینچنا مشکل تا بہ دم اس کو

ہر دم لب پر جان حزیں تھی
ہر آن ، آنِ باز پسیں تھی

سنگ ہو آب انداز نظر سے
یاس در و دیوار سے برسے

دل کی حقیقت کچھ نہ کہے وہ
دیکھے جدھر کو دیکھ رہے وہ

شدت رقت میں ہنس دیوے
تا کوئی عاشق جان نہ لیوے

راز نہفتہ سب سے چھپاوے
اپنے کو وہ دیوانہ بناوے

ضعف سے مشکل[1] گردش بالیں
بے حرکت جوں صورت قالیں

کیوں کہ زباں پہ حرف غم آوے
بات سے پہلے لب پہ دم آوے

غش میں پڑا جوں مردہ ہووے
نیند کہاں ، پر پہروں سووے

حال پر اس کے شفقت آوے
تو بھی نہ اس کو کوئی جگاوے

آپ ہی جاگے ، جاگے نہ جاگے
آئے حواس اور سارے بھاگے

جاگتے ہی اک فتنہ جگایا
آنکھ کھلی اور طوفاں آیا

گریۂ شور آمیز تلاطم
آب دہ آئینۂ قلزم

سیل سرشک ، آثار خرابی
اہل محلہ مردم آبی

گریۂ خونیں سے دم طغیاں
دست مژہ جوں پنجۂ مرجاں

سینہ بہ رنگ آبلہ لپکے
آہ سحر سے دوزخ ٹپکے

نام دوا ، آزار فزا ہو
دل سے نہ دم بھر ہاتھ جدا ہو

---

۱ - ''شکل'' نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۴۹) میں - ''مشکل'' نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۴۲) میں - (مرتب)

آنکھوں کی دیکھی بات کہوں میں
جوش ہے کیا خاموش رہوں میں

حکایت

عشق جبلت ایک جواں تھا
زمزمہ سنج آہ و فغاں تھا

سر تا پا تاثیر محبت
شکل وفا تصویر محبت

نالے عظام غیرت نے میں
خون تمنا ہر رگ و پے میں

صبح جدائی شام غریباں
کام دل ناکام رقیباں

بے رخ رشک شمع منور
تاب دہ پروانۂ مضطر

برق تپش آرام تپیدن
شوخی آہو رام رمیدن

چہرے سے ٹپکے حیرت یک سر
چین و جبیں آئینہ و جوہر

سیر چمن گل ریز جفا ہو
جلوۂ لالہ داغ فزا ہو

آب رواں سے جی گھبراوے
عکس سے اپنے وحشت آوے

ہوجو سرشک آس چشم سے جاری
آنکھ چراوے ابر بہاری

وہ نہیں اپنی چاہ کے لائق
کب ہوں کسی بدنام پہ عاشق
خواب تمنا یاب نہ دیکھیں
ملنے کا میرے خواب نہ دیکھیں
مرتے ہیں تو مر جائیں بلا سے
چاہتی ہوں میں یہ تو خدا سے

آہ نہ دیکھا حال زبوں کو
ہاے نہ سمجھی جوش جنوں کو
غور نہ کی بے تابی جاں پر
کان نہ رکھا شور و فغاں پر
غصے کے بدلے رحم نہ کھایا
کچھ بھی خدا کا خوف نہ آیا
سمجھی نہ ناحق خوں کا اثر وہ
سوچی نہ جی میں یہ کہ اگر وہ
سنتے ہی یہ مر جائے تو کیا ہو
خون ہے مومن کا نہ برا ہو
جی سے گزرنا کیا عجب آخر
دیر سے ہے وہ جاں بہ لب آخر
پہلے بھی عاشق یوں ہی موے ہیں
ایسے ہزاروں قصے ہوئے ہیں
سیکڑوں ہیں مشہور فسانے
اُن کو بھلا گر کوئی نہ مانے

قوت فزائی غصہ و غم کی
آب دھی خوں ناب ستم کی

هجر قیامت زا کی شکایت
مرگ قدم فرسا کی شکایت

عرض حجاب رسوا کردن
عذر امید بے جا کردن

حرف زباں زد ہجر کی کاھش
عرض مکرر وصل کی خواھش

اس نے لیا جوں نام ھمارا
دینے لگی پیغام ھمارا

سنتے ھی نام عاشق بے کس
کہنے لگی کس ناز سے بس بس

بار دگر یہ نام نہ لینا
رنج پیہم مجھ کو نہ دینا

نام کو اس کے آگ لگاؤں
دل کی طرح سے اس کو جلاؤں

ننگ دو عالم آپ تو تھا ھی
مجھ کو بھی کیا بدنام کیا ھی

پھر نہ سوال وصل کرے وہ
پھر نہ خیال وصل کرے وہ

اب نہ توقع دھر، نہ ملوں گی
اب نہ تمنا کر نہ ملوں گی

اب نہ ملوں گی یاد رھے یہ
نام نہ لوں گی یاد رھے یہ

دل نے کہا اے شوق مجسم
مضطربانہ کام پئے[1] ہم
جان سے تجھ کو کھو کے رہیں گے
جانے ہم[2] تو اب نہ کہیں گے

جانے سے ہوگی پھر رسوائی
جان کے کیوں اندوہ فزائی
ایسا ہی گر ہے حوصلہ فرسا
شوق سراپا زور[3] تقاضا

لاؤ زباں پر کام تمنا
بھیجو اسے پیغام تمنا
مجھ کو بھی دل کی بات جو بھائی
محرم راز اک جلد بلائی

اس کو اسی دم آس جا بھیجا
حال دل اپنا کہلا بھیجا
گرمی شوق و سوز نہانی
آہ سحر کی شعلہ فشانی

چشم سہر[4] آلودہ کا شکوہ
بخت بہ خواب آسودہ کا شکوہ

۱- ''لے پے ہم'' نسخہ ششم (صفحہ ۳۴۷) میں ہے لیکن نسخہ اول اور دوم (صفحہ ۳۷۸ و ۲۴۰) میں ''پے ہم'' ہے (مرتب)

۲- ''جا نے ہم'' نسخہ اول اور دوم (صفحہ ۳۷۸ ، حاشیہ ۲۴۰) میں لیکن نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۴۷) میں ''جانے کو ہم''۔ (مرتب)

۳- ''زور و تقاضا'' طبع اول (صفحہ ۳۷۸) ''روز و تقاضا'' طبع دوم (حاشیہ صفحہ ۲۴۰) ''روز تقاضا'' طبع ششم (صفحہ ۳۴۷) میں صحیح ہے - (مرتب)

۴- ''سہر'' طبع اول (صفحہ ۳۷۸) میں اور ''سحر'' طبع دوم و ششم (صفحہ ۲۴۱ ، ۳۴۷) میں - (مرتب)

ہائے خبر تو خوب نہ پائی
ہو گئی عالم میں رسوائی

تھی جو امید جاں بہ لب اپنی
مر ہی گئی کیا کہیے اب اپنی

اٹھ گئی کیا مایوس تمنا
ہائے امید، افسوس تمنا

اب کی قلق بے طور زیادہ
حالت ابتر اور زیادہ

یاس و غم و اندوہ، خجالت
جاں شکنی کچھ نزع کی حالت

طور یہ ظاہر مرنے کے سارے
چار مہینے یوں ہی گزارے

کیسے مہینے عمر دو عالم
روز قیامت جس کا ہر اک دم

بخت نے کیا کیا کچھ نہ کیا پھر
چرخ نے تازہ داغ دیا پھر

یعنی وہ رشک مہر درخشاں
آئی مرے اک دوست کے مہماں

اور یہ مجھ کو بھی خبر آئی
جان تمنا دوڑ کر آئی

غم سے شگون تازہ لیا پھر
مشورہ دل سے میں نے کیا پھر

تازه پیغام سودا بھیجا
مشورۂ دل کہلا بھیجا

واں سے جواب صاف ھی لائی
بات بنائی پر نہ بن آئی

درد شراب سختی قاتل
تلخ سخن مانند ھلاھل

ساختہ حرف تلخ نمایاں
اس لب شیریں پر سو بہتاں

سایہ نمط ناچار پھرے ھم
خاک پہ ھر ھر گام گرے ھم

ورد لب جان سرگشتہ
صد گلۂ بخت بر گشتہ

آن کے گھر میں پھر وھی حالت
بلکہ زیادہ یاس و خجالت

پھر تپش دل زلزلہ آرا
پھر قلق جاں حوصلہ فرسا

غلغلہ ھم آھنگ قیامت
یاس بہشت رنگ قیامت

خوف کہ بس کر آئے یہ کیا ھم
ڈر کہ ھوئی رسوائی باھم

نام کیا بدنامی دل نے
کام کیا ناکامی دل نے

بس کہ ھوئی تشویش مذلت
کرنے لگے تفتیش مذلت

کیا کہوں کیا کیا رہ گئی دل میں
دل کی تمنا رہ گئی دل میں

اتنے میں نکلی گھر سے باہر
خادمۂ مکروہ المنظر

تفرقۂ لب چاک گریباں
رخ کی سیاہی شامِ غریباں

خاک و محیط گنبد مینو
مرکز چشم و دورۂ ابرو

بینی و دو رخسار فسردہ
نیچے کے خم پر ابر مردہ

خرس کی پشم اشعار خمیدہ
سخت غبار آلا ، ژولیدہ

نقش اجل ، تصویر وبا تھی
صورت فتنہ ، شکل بلا تھی

ڈائنوں کا وہ کھائے کلیجا
دیو کا خود پھٹ جائے کلیجا

بات میں وہ آواز مسلسل
صور کا جیسے نفخۂ اول

ہنستے نہ دیکھا اس کو کسی نے
دل نہ دیا آسودہ دلی نے

اس کی جبلت میں غم گینی
شیرۂ مادر سرکہ جبینی

اس سے کہا جو دل نے بتایا
وہ ھی جو دل میں تھا ٹھہرایا

صبر گسل بے تابی جاں اب
پاس و لحاظ ننگ کہاں اب
سلسلۂ ناموس جنوں سا
سلسلہ جنباں شوق دروں سا
اٹھ کے غرض ناچار چلے ہم
جانب کوے یار چلے ہم
نشے کا عالم شوق سے ہم پر
لغزش پا ہر ایک قدم پر
سوچتے دل میں عذر و بہانہ
خوش حرکات مضطربانہ
دل نے غرض اک بات بنائی
خضر نے بھی یہ راہ نہ پائی
حیلہ بہانہ کیا کہ کرامت
جیتے ہی جی ہو جس سے قیامت
پہنچے جوں ہی ہم جا کے گھر اس کے
ہوش گئے دروازے پر اس کے
دیکھے نگہ باں چشم سے بہتر
آنکھ سے ٹپکے خون کبوتر
چلنے نہ دیویں باد بہاری
تا نہ کرے پیغام گزاری
پھر نہ سکے گرد اس کے مکاں کے
ہو نہ سکے قربان وہاں کے
آرزوے لب بوسہ زمیں کا
سجدۂ در ارمان جبیں کا

نقش قدم گل دستۂ قالیں
سنگ و زمیں سے بستر و بالیں

صبر خیال و تاب زمانہ
مشغلہ خواب و خواب فسانہ

عیش وطن اندوہ غریباں
دست جنوں سے چاک گریباں

پاؤں سے وحشت سر نہ اٹھاوے
شوق مغیلاں تلوے کھجاوے

سوز نہانی ثانی دوزخ
سینہ کرے سہانی دوزخ

سیر گلستاں سے خفقاں ہو
دیکھ کے جدول اشک رواں ہو

خار چبھیں گل گشت چمن سے
ناک میں دم خوش بوے سمن سے

نغمۂ بلبل نالہ سکھاوے
خندۂ گل پر رونا آوے

چہرے سے ظاہر درد دروں ہو
حال زبوں ہر روز فزوں ہو

اک دن آخر جی گھبرایا
لوٹنے سے بھی چین نہ آیا

دل نہ تھنبا ہر چند سنبھالا
دم[1] نہ گیا سو طرح نکالا

---

۱ - ”دل“ نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۴۵) میں غلط اور نسخہ ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۷۶ع (صفحہ ۳۷۵ ، ۲۳۹) میں ”دم“ صحیح ہے - (مرتب)

یاں ھی کبھی گر آئیں گے اب کے
تم سے بھی ھم مل جائیں گے اب کے

وہ تو گئے یہ کہہ کے اُدھر کو
یاں قلق آیا دیکھنے گھر کو

چھٹتے ھی ، ھجراں سخت[1] کی شامت
آپ سے سہاں آئی قیامت

نالۂ دل نے شور مچایا
خانۂ گردوں سر پہ اٹھایا

آہ نے آتش دی دل و جاں کو
آپ جلایا اپنے مکاں کو

زلزلہ بے تابی جاں سے
گر گئے ارکاں تن کے مکاں سے

اشک نے کیا کیا کی خوں ریزی
چشمۂ چشم و جیحوں ریزی

جوش تپیدن کام نہ آیا
جی نہ گیا ، آرام نہ آیا

جی پہ بنائی کیا کیا دل نے
کام بگاڑا اپنا دل نے

زردی رخ نے رنگ کیا کیا
وسعت غم نے تنگ کیا کیا

سینہ غبار غم سے مکدر
آئینۂ دل دم سے مکدر

---

۱ - بخت

ملیے تو ملنا کیوں کر ہووے
بن ملے حالت ابتر ہووے

قید کہوں کیا اپنے میں گھر کی
کانپتی جاوے باد سحر کی

دھیان نہ آنے پائے کسی کا
ذکر نہ ہرگز آئے کسی کا

باد صبا پیغام نہ لاوے
مرغ سلیماں اڑنے نہ پاوے

تا دم مرگ ارمان نہ نکلے
نزع بھی ہو تو جان نہ نکلے

ضعف سے غش بھی ہونے نہ پاؤں
طاقت کیا جو آپ سے جاؤں

رفتہ زناں[1] کا چرچا ہووے
عمر رواں کا چرچا ہووے

سب کی نیند اس فکر میں جاوے
خواب میں بھی تا کوئی نہ آوے

آمد و شد کیا ہووے فسانا
رات کا آنا روز کا جانا

جی کی تباہی کہیے کہاں تک
صبر نہ آوے قید یہاں تک

خیر پھر اب اے جان ملیں گے
جیتے رہے تو آن ملیں گے

۱- ''زناں'' نسخہ طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۷۴ ، حاشیہ صفحہ ۲۳۸) میں ، طبع ششم (صفحہ ۳۴۳) میں ''زماں'' - (مرتب)

روز وداع بزم جب آیا
مژدۂ مرگ تازہ سنایا
آکے کہا[1] سو ناز و ادا سے
بس نہیں چلتا حکم خدا سے
وصل بھلا تدبیر سے کیا ہو
جنگ و جدل تقدیر سے کیا ہو
چاہا تھا تسکین دیجیے تجھ کو
کچھ تو تسلی کیجیے[2] تجھ کو
سو تو کسی ڈھب سے نہ بن آئی
بگڑی جو ترکیب بنائی
کچھ بھی اگر تدبیر بن آتی
جی ہی میں جی کی کیوں رہ جاتی
دل دہی کرتے اور دل لیتے
یاں ہی جو ملتے تو مل لیتے
یاں سے گئے پر ملنا مشکل
وصل و[3] جدائی کیا کیا مشکل

---

۱ - ”آکے سو سو“ نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۴۳) میں غلط ہے نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ ھ اور ۱۸۷۶ع میں ”آکے کہا سو“ صحیح ہے - (مرتب)

۲ - ”کیجیے“ نسخہ طبع اول (صفحہ ۳۷۴) میں صحیح ، کیجیے سے پہلے ”د“ غلط ہے ، اور نسخہ طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۳۸ ، ۳۴۳) میں ”دیجیے“ بھی غلط ہے - کیجیے ، دیجیے ، قافیہ ہے - (مرتب)

۳- نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ ع (صفحہ ۳۴۳) میں ”و“ نہیں ہے نسخہ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۷۴ ، ۲۳۸) میں ہے - (مرتب)

جاتے ہی اُس کے آئی قیامت
راحت رفتہ لائی قیامت

دل نے اُدھر کو پھر نہ کیا منھ
پھرتے ہی وہ منھ، پھیر لیا منھ

دم میں بگڑ گئی بازی ساری
تاب و تواں نے طاقت ہاری

لے گئی میرا چین وہ بالکل
ساتھ سدھارے صبر و تحمل

جوش نے اُٹھ کر جی ہی بٹھایا
شوق نے کیا ہنگامہ اُٹھایا

دم میں تمنا کے جو نہ آوے
دم بھی نہ لے جی جاوے ہی جاوے

گر نہ فریب امید نکالے
جان کو اس دم کون سنبھالے

تاب اجل، نے جینے کا یارا
رنج میں جوں توں روز گزارا

شام کو بارے آنکھ بچا کر
دیکھ گئے اس حال کو آ کر

آ کے تسلی دے گئے کچھ کچھ
تاب و تواں پھر لے گئے کچھ کچھ

کیا کہوں کیا کیا جلوے دکھائے
ووں ہی گئے اور ووں ہی پھر آئے

لطف و نوازش ہائے پے ہم
ٹھہرے نہ ٹھہرے آئے پے ہم

کشتۂ مژگاں ترک نگاہاں
سرمہ فسان تیغ صفاہاں
رنگ صبا، گل ریز تکلم
خندۂ گل بن، طور تبسم
بس کہ وہ شکل پردہ نشیں ہے
دل سے زباں تک آتی نہیں ہے
گرچہ مرا ہر موے زباں ہو
تو بھی سراپا وہ نہ بیاں ہو
ہو متحیر دیکھ رہا میں
دیکھ وہ عالم مر ہی گیا میں
عالم حیرت رخ نے دکھایا
آئنے نے آئینہ بنایا
کہنے نہ پائے رنج پے ہم
حیرت دل سے کھوئے گئے ہم
دل میں رہے صد حرف نہ گفتہ
کھل نہ سکا کچھ شوق نہفتہ
کیا کہوں حالت جان حزیں کی
بات تو سمجھو، بات نہیں کی
دیر تلک بے ہوش پڑے تھے
اٹھ کے بھی تو خاموش کھڑے تھے
وقت سخن کب طاقت آئی
جب وہ گئے تب طاقت آئی
کس کا سخن اب بات[۱] کہاں کی
تاب جو کچھ تھی صرف فغاں کی

۱- ''بات'' طبع اول و دوم (صفحہ ۳۷۳، حاشیہ صفحہ ۲۳۷) میں، طبع ششم (صفحہ ۳۴۲) میں ''تاب'' - (مرتب)

هم سخنی ، پر طور دگر سے
بات آدھر سے نالہ ادھر سے

آہ نے کتنی تیز اثری کی
پردہ نشیں نے پردہ دری کی

چلمن[1] آٹھا کے ووں ھی گرا دی
ایک جھلک سی اپنی دکھادی

پردہ آٹھایا شوق نہاں نے
منھ کو چھپایا تاب و توان نے

کیا کہوں عالم اتنی جھلک کا
رنگ آڑے ہے مہر فلک کا

جوں نظر آئی ووں ھی نہاں تھی
کیسی تجلی برق تپاں تھی

دیکھ وہ عالم جلوہ گری کا
ہوش آڑے یک بار پری کا

قامت رعنا آہ ستم کش
تاب جبیں یا شعلۂ آتش

زلف مسلسل سلسلہ جنباں
حلقۂ کاکل یا در زنداں[2]

تیغ شکاری جنبش ابرو
چشم کی گردش ، شوخی آھو

---

۱ - ''چلون آٹھا کر'' نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۴۱) اور نسخہ طبع ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۳۷) میں ''چلمن اٹھا کے'' ھے - (مرتب)

۲ - ''دندان'' طبع اول (صفحہ ۳۷۲) میں غلط ھے۔ طبع دوم و ششم میں ''زندان'' ھے - (مرتب)

کارکن و مختار وہاں میں
مہتمم ہرکار وہاں میں

اندر باہر سور فزائی
تھی متعدد بزم آرائی

سوے ہر اک بزم اپنا گذر ہو
مجھ کو پکاریں کام جدھر ہو

اپنا گزر جوں صاحب خانہ
تا در رنگیں بزم زنانہ

پردے سے اک آواز خوش آئی
جس نے یہ چپ ہے مجھ کو لگائی

وصف کی اس کے تاب کہاں ہے
رنگ بیاں کی لال زباں ہے

لفظ جو تھے مربوط صدا سے
سو نہ ادا ہو نطق ادا سے

کیا کہوں اس کی سحر بیانی
لفظ کئی اور لاکھ معانی

لفظ نہ تھے اک تازہ فسوں تھے
جس کے مؤکل عشق و جنوں تھے

چھیڑ کی باتیں جادوے بابل
جس سے مسخر ہو ہی گیا دل

گر چہ سخن کا ہوش کہاں تھا
لیک مجیب نازا، فغاں تھا

---

۱ - "ناز و فغاں" نسخہ طبع ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۳۷) - نسخہ طبع ۱۲۸۴ھ اور ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۷۲، ۱۴۳) میں "ناز فغاں" ہے - (مرتب)

چندے یوں ہی اوقات بسر کی
عیش و طرب میں شام و سحر کی

چرخ نے دیکھ آرام ہمارا
غم سے زمیں پر سر دے مارا

جان فلک کی ہوگئی مضطر
دم میں بدل گئے آنکھیں اختر

چرخ کو اپنا چین نہ بھایا
دور زماں کو چین نہ آیا

ظلم فرامش یاد کیے پھر
جور و ستم ایجاد کیے پھر

عشق کو خواب خوش سے جگایا
بیٹھے بٹھائے فتنہ اٹھایا

تلخی غم دی عیش اٹھا کر
شہد پلایا زہر ملا کر

یعنی ہمارے ہم ہنروں سے
ہم نسبوں سے ہم گھروں سے

شادی اٹھی اک گھر میں شتابی
اس میں ہوئی یہ خانہ خرابی

بس کہ تکلف نالہ اثر تھا
ان کا مکاں بھی اپنا ہی گھر تھا

تھی جو وہ بزم جان و دل آرا
میں ہی[1] وہاں تھا محفل آرا

---

۱ - ''ہی'' نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ اور ۱۸۷۶ ع (صفحہ ۳۷۱، ۲۳۶) لیکن طبع ششم ۱۹۳۰ ع (صفحہ ۱۴۳) میں ''بھی'' ہے - (مرتب)

جی کو سنبھالا حیلہ و فن سے
دل بہلایا شعر و سخن سے
عیش کو پھر مہمان بلایا
ربط قدیمی یاد دلایا
تازہ کھلا گل باغ طرب میں
ربط ہوا گل خندہ و لب میں
ہو گئی یاری دل سے خوشی کی
ٹھہری تبسم سے بھی ہنسی کی
جان و فرح ہم گوہر راحت
خواب و مژہ ہم بستر راحت
چشم تر و شورابۂ غم میں
سو شکر آبی اک اک دم میں
سیر چمن میں روز گزاری
ہم نفس دم باد بہاری
رود و شراب و صحبت یاراں
رات کہ عید بادہ گساراں
طبع کشیدہ ، رنج کشوں سے
گرمی صحبت شعلہ وشوں سے
زمزمہ سازی سے دم سازی
چنگ نوازی ، گوش نوازی
سینے سے ٹھنڈک کو جو لگایا
سوزش دل کا سینہ جلایا
حوصلہ ہائے جان نکالے
دل کے سبھی ارمان نکالے

سب کو تمنا چاہ کی اپنی
کان کو لذت آہ کی اپنی

گرم ادا ، دل سوز جلن کے
تنگ دھن مشتاق سخن کے

اور ہمیں بھی چاہ کا لپکا
عشق دل[1] و جاں‌کاہ کا لپکا

مہر وشوں سے لاگ سی دل کو
گرم رکھے اک آگ سی دل کو

ایک نہ اک سے کام ھی رھوے
نام سدا بدنام ھی رھوے

تاب ہمیشہ صرف جفا ہو
عجز نیاز ناز سدا ھو

جب کہ بہت تکلیف اٹھائی
حال پر اپنے مرحمت آئی

سمجھے کہ بگڑا طور کچھ اپنا
حال بنا اب اور کچھ اپنا

جان بہ غم خوگر کو سجھائی[2]
عشق سراپا غم کی بر آئی

---

۱ - ''عشق دل و جاں کاہ'' طبع اول (صفحہ ۳۷۰) میں ، طبع دوم اور ششم (حاشیہ صفحہ ۲۳۵ ، ۳۴۰) میں ''عشق و دل و جاں کاہ'' ھے - (مرتب)

۲ - ''سمجھائے'' نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع (حاشیہ صفحہ ۲۳۵) اور نسخہ طبع ششم ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۴۰) اور طبع اول (صفحہ ۳۷۰) میں ''سجھائی'' ھے - (مرتب)

اب تو کدورت دل کی نکالیں
خاک کہاں ہر بات پہ ڈالیں

اب تو لحاظ اس کا نہ کریں گے
شکوۂ بے باکانہ کریں گے

کھولتے ہیں لب راز نہانی
شوخ بھی دیکھے شوخ بیانی

نالۂ جاں کاہ آئے ہے لب تک
درد فزا آہ آئے ہے لب تک

قصۂ عشق آغاز ہوا ہے
بسملہ مدّ آہ رسا ہے

تازہ حدیث عاشق غم کش
شکوۂ جور و تاب ستم کش

کون ستم کش یعنی مرا دل
کون ستمگر یعنی وہ قاتل

جس نے کہ خاک و خوں میں لٹایا
اشک کے بدلے خون رلایا

جس نے ہمیں ناکام کیا ہے
سچ تو یہ ہے کیا کام کیا ہے

بس کہ طبیعت مشغلہ جو تھی
اپنی سدا سے چاہ کی خو تھی

اہل جفا میں دھوم تھی اپنی
جورکشی معلوم تھی اپنی

شوق نہاں مشہور ہمارا
دیکھو جہاں مذکور ہمارا

ولولہ طاقت سوز قیامت
رات کٹے جوں روز قیامت

کھانا بالکل چھوٹ گیا ھے
غصہ و غم ہر وقت غذا ھے

کام نہیں ھے جز ناکامی
آب کے بدلے خوں آشامی

موجۂ دریا اشک دمادم
آہ و فغاں دنبالہ رو ھم

سجدۂ ھر دم شعلہ فشانی
قبلۂ دوزخ ، داغ نہانی

خلعت زیبا ، داغ تن اپنے
گرد عبیر پیرھن اپنے

جامۂ سالم دیکھ قلق ھو
جیب سیے سے سینہ شق ھو

تا بہ کجا خاموش رھوں میں
حال دل اپنا کچھ نہ کہوں میں

رحم کی آس کے آس کہاں تک
راز نہاں کا پاس کہاں تک

ضبط کہاں تک جی پہ بنی ھے
صبر کہاں تک ، اپنے بھی جی ھے

جان کو کوئی کب تک کھووے
اب تو کہیں گے ھووے سو ھووے

رخصت نام و ننگ ھے اب تو
قافیہ اپنا تنگ ھے اب تو

پڑ گئے لاکھوں پاؤں میں چھالے
جوش جنوں نے پاؤں نکالے

ہائے اذیت کیوں کر جاوے
چین نہ آوے ، موت نہ آوے

کاوش تازہ پےہم جی کو
نزع کی حالت ہر دم جی کو

سخت مشوش ہوں کیا کیجے
دل کو تسلی کیوں کر دیجے

کس کنے بیٹھوں ، کیوں کر ٹھہروں
ٹھہرے یہ دل تو دم بھر ٹھہروں

یار نہیں ہیں اپنے ڈھب کے
آئے ہے وحشت ملنے سے سب کے

سیر گلستاں ، خار لگے ہے
موج رواں ، تلوار لگے ہے

شعر رواں سے اشک رواں ہو
راگ سنے سے مشق فغاں ہو

درد نہاں نے پیر نکالا
عمر ابد نے مار ہی ڈالا

راحت دل کیا تاب نہیں ہے
موت تو کیسی ، خواب نہیں ہے

چشم رکھے وا درد نہفتہ
سونے نہ دیوے طالع خفتہ

ضعف دل اپنا زور جتاوے
نیند کے بدلے غش پہ غش آوے

تڑپے ہے سینہ بات کیے سے
درد اٹھے ہے سانس لیے سے
ضعف سے کیوں کر حال بیاں ہو
لب جو کھلے تو بند زباں ہو
گردش پہلو کیا کی جاوے
جسم ہلے جب زلزلہ آوے
چشم کشائی کوہ کنی ہے
جنبش مژگاں تیشہ زنی ہے
فرش زمیں سے جسم بہم ہے
یہ بھی مگر اک نقش قدم ہے
باد صبا سے حال دگرگوں
گردش بالیں ، گردش گردوں
جوش تپیدن حوصلہ فرسا
دل کی تپش سے زلزلہ برپا
حیرت و حسرت نالہ و زاری
مضطربانہ باتیں ساری
بہہ گئے خوں ہو دل جگر اپنے
آتا ہے رونا حال پر اپنے
گریۂ خونی غیرت جیحوں
منبع قلزم ، دیدۂ پُرخوں
بس کہ سرشک خوں سے بھرا ہے
عرصۂ دامن ، ''صحن منا'' ہے
دل کے قلق سے دشت نوردی
نقش قدم ہے صحرا گردی

چپ ہو ، سن اب آواز[1] کسی کی
آہ فلک انداز کسی کی

شور فگن ہے بانگ تظلم
صور شکن ہے بانگ تظلم

غور سے سن فریاد ستم کش
جلد کہیں دے داد ستم کش

مست شراب غم کی خبر لے
سینہ کباب غم کی خبر لے

جاں شکنی پیوند گسل ہے
جوش خمار نشّۂ دل ہے

بادہ سختی[2] خارہ ہے ظالم
شیشۂ دل صد پارہ ہے ظالم

ہائے وبال جان ہے جینا
جنبش دم ہے ریزۂ مینا

بادہ سرشک و چشم پیالہ
ہا وہوے مستانہ ہے نالہ

نشّۂ غم میں حال دگر ہے
بادۂ الفت زہر اثر ہے

یعنی بری اب آن بنی ہے
دل شکنی ہے جاں شکنی ہے

---

۱ - نسخہ مطبوعہ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۳۷) میں ''اب'' نہیں ، نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۳۳ ، ۳۶۷) میں ہے - (مرتب)

۲ - ''سخنی'' طبع اول اور دوم میں - طبع ششم (صفحہ ۳۳۷) میں ''سختی'' ہے - (مرتب)

(۴) مثنوی چہارم

چہ در پردۂ دل فغاں بیختم
کہ طرح چنیں مثنوی ریختم
دم شعلہ افشان جان حزیں
بود نام و سالش "تف‌آتشیں"
۱۲۴۱ھ

کھولیو ساقی منھ کو سبو کے
پیتے ہیں کب سے گھونٹ لہو کے
جام شراب احمر بھر دے
چشم بھر آئی ، ساغر بھر دے
غفلت بے جا رشک پری کیوں
حال سے میرے بے خبری کیوں
ہوش میں آ ، کیا نشہ ہے تجھ کو
ایسا کہاں کا نشہ ہے تجھ کو
محو تعطل کب تک رہنا
مست تغافل کب تک رہنا
ربط لب و پیمانہ کہاں تک
ہا وہوے مستانہ کہاں تک

لوگ جا کر بھی تو پھر آتے ہیں
گاہ بچھڑے بھی تو مل جاتے ہیں

مومن زار کہ تھا گرم بیاں
سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشاں

دل کی آتش سے جلا خاک ہوا
بجھ گیا شعلہ بھڑک کر دل کا

آتشیں نالہ زد و رفت ز ہوش
ہم چو شمع سحری گشت خموش

ختم المومن نوحاً حزنیٰ
ختم اللہ لنا بالحسنیٰ

کہ یہ لکھا ہوا تقدیر کا تھا
مقتضی عشق کی تاثیر کا تھا
عشق کے ڈھنگ بیاں کیا کیجے
اس کے نیرنگ بیاں کیا کیجے
اس کا ہر جاے جدا ہے عالم
جس جگہ دیکھو نیا ہے عالم
اس کی تاثیر فسون و جادو
اثر اس کا کوئی چھوڑے ہے کبھو
یہ کسی کو نہیں رکھتا محروم
جس پہ گزرے ہے اسے ہے معلوم
زندگی میں ہو اگر وصل محال
بعد مرنے کے مقرر ہو وصال
کون مایوس بھلا ہوتا ہے
جذبۂ عشق برا ہوتا ہے
کشش دل بھی ہے کیا کوئی بلا
یار سو کوس سے آتا ہے چلا
پاس فرہاد کے کھیّسے شیریں
مضطرب ہو کے گئی تھی کہ نہیں
سر مجنوں پہ بھی تو ہے مشہور
کہ ہوا ناقۂ لیلیٰ کا عبور
چھوڑتا یہ تو کسی کو بھی نہیں
کھینچ لاتا ہے کہیں سے یہ کہیں
جب موے پر بھی بر آتی ہو امید
وہ بھی آ جائیں تو کچھ کیا ہے بعید

واہ اے عشق اسے جاں سے کھویا
بات کہنے میں جہاں سے کھویا

دوست داروں نے برا حال کیا
سارے یاروں نے برا حال کیا

کوئی سرگرم فغان جاں سوز
نالہ ہنگامۂ محشر افروز

کسی کے لب پہ ''میں مر جاتا کاش''
کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

کسی کی آہ کرے خوں باری
کسی کی چشم سے دریا جاری

آخر اس طرح بہ احوال خراب
لے چلے نعش اٹھا کر احباب

الغرض پہنچے جب اس شکل سے واں
جس جگہ تھا بت کافر کا مکاں

وہ گلی جس سے تماشہ گہ تھی
جلوہ گر غرفے میں وہ ناگہ تھی

دیکھ اس حال کو افسوس آیا
گر پڑی دل جو ذرا گھبرایا

گرتے ہی مرگئی بس وہ دل گیر
جذب الفت نے دکھائی تاثیر

کچھ نہ سمجھی کہ یہ کیا کرتی ہوں
جان کر دیتی ہوں جاں مرتی ہوں

کیا سمجھتی، اسے تھے ہوش کہاں
ہوش ہوتے بھی تو کیا ہوتا واں

ہے یہ مرنا اسی کافر کے لیے
اسی بے دردا ستم‌گر کے لیے
اسی کے شوق میں جاں نکلے ہے
ہر بن مو سے فغاں نکلے ہے
اسی کے عشق میں محروم موا[2]
وصل یک شب بھی میسر نہ ہوا
نعش پہلے مری لے جائیو واں
کہ بھلا کوئی تو نکلے ارماں
گو نہ تھک جاؤ پہ واں دم لیجو
دم کے دم ، جاں کے وقفہ کیجو
وہ بھی شاید[3] کہیں آ کر دیکھے
غرفے کی چلون اٹھا کر دیکھے
کہہ کے یہ کھینچی ، اک آہ جاں سوز
جل گیا جوں دل ہنگامہ فروز
جان سینے سے گئی درد کے ساتھ
ہو گیا سرد ، دم سرد کے ساتھ
دیکھ نیرنگ محبت کا حال
اہل محفل ہوے حیران کمال

۱- نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۳۵) میں ''بے درد و ستم‌گر'' ہے - (مرتب)

۲- نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۳۵) میں ''ہوا'' اور طبع ۱۲۸۴ھ و ۱۸۷۶ع میں ''موا'' - (مرتب)

۳- ''شاید کہیں آ کر'' طبع ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۳۵) میں اور طبع دوم ۱۸۷۶ع (حاشیہ صفحہ ۲۳۲) میں ''آ کر کہیں شاید'' ہے - (مرتب)

آگ جو شعلہ اٹھاتی دوڑی
تو اجل آگ بجھاتی دوڑی

جب یہ سمجھا کہ چلی جان حزیں
کوئی دم ہے سو دم بازپسیں

جی میں آیا کہ وصیت کرلوں
کچھ بیاں جان کی حسرت کرلوں

کہ کوئی حال سے آگاہ نہیں
محرم راز نہاں آہ نہیں

سوزش دل سے ہوا گرم بیاں
آتش حرف ہوئی شعلہ فشاں

کہ سنو ہم نفسان ہمدم
ہیں تپ دل کے جگر سوختہ ہم

یعنی مرتے ہیں اک آتش خو پر
دیتے ہیں دم شکن ابرو پر

یہ وصیت ہے کہ جب لاش اٹھاؤ
نعش صحرا کی طرف لے کر جاؤ

وہ جو کوچہ ہے بہت روح افزا
دل کشا، طبع کشا، سینہ کشا

واں سر راہ ہے اک بام بلند
سرفرازی میں فلک سے دہ چند

اس میں اک غرفہ ہے باصد تزئیں
ایک مہوش ہے وہاں غرفہ نشیں

ہائے اس کو میں نہ جا سکتا تھا
ورنہ میں آپ میں آ سکتا تھا

نه سنا رنج شب غم هے
دشمنی اهل وفا سے تیری
ج هم رنگ حنا هے گریه
مل دوں آنکھیں کف پا سے تیری
هجر میں هے قلق جاں شکنی
حسرت روح فزا سے تیری
مومن اس بت سے بگڑنا هی نه تھا
بن چکی بات خدا سے تیری

رجوع به قصه

یه غزل سنتے هی بے تاب هوا
خوں فشاں دیدهٔ پر آب هوا
دل دهی ولولهٔ درد نے کی
گرم جوشی نفس سرد نے کی
لے لی چٹکی سی خلش نے دل میں
گدگدی سی کی تپش نے دل میں
شدت غم سے بھر آئی چھاتی
ناخن غم سے کھجائی چھاتی
اک دھواں ناله و افغاں سے اٹھا
شعله کیسا دل سوزاں سے اٹھا
تپش[1] ولوله جاں تک پهنچی
آتش سینه زباں تک پهنچی

۱- ''تپش و ولوله'' نسخه طبع اول و دوم (صفحه ٣٦٤ ، ٢٣١) میں - ''تپش ولوله'' طبع ششم (صفحه ٣٣٤) میں - (مرتب)

وحشت قیس سے آشفتہ کلام
لفظ غم ریز و[1] جنوں خیز تمام

حرف زن طرفہ روایت سے کوئی
قصہ خواں اپنی حکایت سے کوئی

اک بیاں قصۂ مشہور کرے
ایک دیکھا ہوا مذکور کرے

ایک نے بات میں کچھ پا کے محل
پڑھ دی یہ حضرت مومن کی غزل

غزل

بو کچھ آتی ہے صبا سے تیری
ناک میں دم ہے جفا سے تیری

بس لگا لے مجھے چھاتی سے کہ[2] اب
تنگ تر ہوں میں قبا سے تیری

غیر کو بھی ہے عذاب شب غم
کوئی مر جائے بلا سے تیری

جوش وحشت ہے یہی تو اک دن
الجھیں گے زلف دوتا سے تیری

کیوں کہ حسرت سے فلک کو دیکھوں
شرم آتی ہے حیا سے تیری

۱- نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں ''واؤ'' نہیں ہے - طبع اول اور دوم میں ہے - (مرتب)

۲- ''کہ'' طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں نہیں ہے - (مرتب)

دل میں بس آنکھ لڑانے کی ہوس
زخم تیر مژہ کھانے کی ہوس

دیکھا گر کوئی دل‌آرا نقشہ
پھر تو بس اور ہی کچھ تھا نقشہ

صورت اچھی جو نظر آ جاتی
کیا بری شکل وھیں بن جاتی

زلف کی بو جو صبا لانے لگے
جی بکھرنے[1] لگے ، غش آنے لگے

گر کسی نے کہی لیلیٰ کی بات
نیند پھر اس کو کہاں ساری رات

نام شیریں کا جو آ جائے کہیں
منھ میں پانی سا بھرا آئے[2] وھیں

ذکر اندوہ سے جی کھونے لگے
عشق کا نام لیے رونے لگے

ایک دن جمع کیے محرم راز
ہر طرح ، ہر کوئی افسانہ طراز

کوئی مشغول حکایات کہن
ذکر شیریں سے شرر ریز سخن

حال فرہاد سے سرگرم بیان
خوں چکاں حرف و شرر ریز زباں

۱- ''بکھرنے'' نسخہ طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۶۳ ، ۲۳۱) میں - ''بگڑنے'' طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں - (مرتب)

۲- طبع اول و دوم میں ''بھرا آئے وھیں'' ہے اور طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں ''پھر آئے ووھیں'' - (مرتب)

ذرے کو مہر سے کیا رتبہ ہے
کچھ بھی ذرے کا بھلا رتبہ ہے

قیس اک طفل دبستان جنوں
اور وہ استاد زباں دان جنوں

اس سے جب بزم غم آرائی ہو
عشق کو مرتبہ افزائی ہو

غم میں اک جان اسی کے باعث
درد کو شان اسی کے باعث

فخر الفت کو اسی کے دم سے
ناز وحشت کو اسی کے دم سے

جگر و سرزنش نشتر غم
سینہ وقف خلش خار الم

سر سے لے پاؤں تلک غم تھا وہ
ہاں مگر عشق مجسّم تھا وہ

لہو اس چشم سے ہے ہم جاری
سیل خوں سخت دمادم جاری

دل لگانے کی تمنا اس کو
جی کے جانے کی تمنا اس کو

چاہ کرنے کا[1] سدا آمادہ
یعنی مرنے کا[2] سدا آمادہ

۱- طبع اول و دوم میں ''کا'' طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں ''کو'' ہے - (مرتب) -

۲- طبع اول و دوم میں ''کا''، طبع ششم (صفحہ ۳۳۳) میں ''کو'' ہے -(مرتب)

کوئی اس بات کو کیا مانے ہے
اس کو لوگوں کی بلا جانے ہے

عشق سے سب تو خبردار نہیں
ہر کوئی محرم اسرار نہیں

عشق کے کیا کوئی جانے ہے رنگ
عشق کے پوچھیے ہم سے نیرنگ

عشق کے دیکھے ہیں ہم نے عالم
عشق جانے ہمیں اور عشق کو ہم

مرتے دیکھے ہیں بہت دیوانے
سیکڑوں ایسے سنے افسانے

ایک ان میں سے حکایت یہ ہے
کسی مجنوں سے روایت یہ ہے

حکایت به تمثیل اثر عشق دل آزار و ذکر جاں دادن معشوق و عاشق جان نثار

اک جواں تھا به الم خو کردہ
شور وحشت کا نمک پروردہ

حکم بے ربط دہ ملک جنوں
افسر داغ به سر چوں مجنوں

کیا کہا گر یہ کہا کچھ نہ کہا
نہ رہا مرتبہ اس کا نہ رہا

قیس کو اس سے بھلا کیا نسبت
ایک شاہ ایک گدا کیا نسبت

ہر گھڑی دھیان وہی : وہ ہی خیال
وہی اندوہ وہی رنج و ملال
وہی دیوانوں کی باتیں ساری
وحشیوں کی حرکاتیں ساری
دل بے تاب کو ہے ولولہ یاں
اور وہ ہوں گے تنعّم میں وہاں
ذکر بھی یاں کا نہ بھاتا ہوگا
دھیان بھی اپنا نہ آتا ہوگا
دن مسرت میں گزرتے ہوں گے
یاد بھی ہم کو نہ کرتے ہوں گے
رات کو اور ہی عشرت ہوگی
غیر سے گرمیٔ صحبت ہوگی
ہے محبت میں اثر کہتے ہیں
سنتے لوگوں سے یہ ہم رہتے ہیں
گر یہ سچ ہے تو وہ ہوں گے بے تاب
چین ہونے کا نہیں جوں سیماب
روز و شب یاد ہماری ہوگی
جب نہ تب یاد ہماری ہوگی
ہر گھڑی ہو گا تصور سے وصال
ہر زماں ہوئے گا اپنا ہی خیال
چند یہ لفظ جو آئے لب پر
صدق ان کا نہیں ظاہر سب پر
جو کہ عاشق ہیں سو جانیں گے اسے
منکر عشق نہ مانیں گے اسے

پاس رسوائی سے پر جا نہ سکے
ہم رہ اہل سفر جا نہ سکے
گو نہ کی مرحلہ‌گردی ہم نے
لیک کی دشت نوردی ہم نے
پاس کا کوئی نہ چھوڑا صحرا
سیر کرتے رہے صحرا، صحرا
دھوم سودے میں مچائی کیسی
دشت کی خاک اڑائی کیسی
اب تلک بھی تو ہے وہ ہی احوال
اب تلک ہے اسی سودے کا خیال
اب تلک بھی تو ہے غم ویسا ہی
اب تلک تو ہے الم ویسا ہی
اب تلک بادیہ گردی ہے وہی
اب تلک دشت نوردی ہے وہی
اب تلک تو ہے وہی بے ہوشی
اب تلک تو ہے وہی خاموشی
آہ و زاری ہے وہی اب تک تو
بے قراری ہے وہی اب تک تو
وہی حسرت ہے وہی درماں[1] ہے
وہی اندوہ و غم ہجراں ہے
وہی دن رات تصور ہے بندھا
شکل ہوتی نہیں آنکھوں سے جدا

۱- "درماں" نسخۂ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۶۱ ، ۲۲۹) میں "ارماں" نسخہ طبع ششم (صفحہ ، ۳۳۱) میں (مرتب)

کام دل رنج و بلا کو سونپا
تم کو لو ہم نے خدا کو سونپا
کہہ کے یہ اٹھ گئی جی کھوتی ہوئی
ہچکیاں لیتی ہوئی روتی ہوئی
ہم بھی روتے ہوئے اپنے گھر آئے
بادل مضطرب و مضطر آئے
کیا کہوں کیوں کہ گزاری وہ رات
گزری کس حال میں ساری وہ رات
کس سے یہ صدمہ سہا جاتا ہے
کس سے وہ حال کہا جاتا ہے
جو ہو دل دادہ سمجھ لے آپی[1]
کار افتادہ سمجھ لے آپی

سفر معشوقہ دل نواز و قلق و آوارگی عاشق جاں باز

جب سفر قافلۂ شب نے کیا
کوچ ہر اختر و کوکب نے کیا
بار انداز ہوا روز سپید
نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید
واں چلی وہ تو یہاں جان چلی
ہاں چلی جان کہ ہاں جان چلی
ہم نے بھی چاہا کہ ہم راہی ہوں
ہم دم باد سحر گاہی ہوں

---

۱ - آپی ''آپ ہی'' ہے - ضرورت شعری سے ہائے ہوز گرا دی ہے - (مرتب)

سن کے یہ بات میں با حال تباہ
بے خودانہ ہوا اس کے ہم راہ
پایۂ شوق کہاں تک پہنچا
وہ تھی جس جاے وہاں تک پہنچا
کیا نئے ڈھب سے ملاقات ہوئی
کہ نہ کچھ بولے ، نہ کچھ بات ہوئی
مل کے حیرت زدگان بے کس
دور بیٹھے ہوئے روتے رہے بس
خوں فشاں لب پہ وہ آہیں باہم
حسرت آلودہ نگاہیں باہم
گرچہ ہرگز بھی نہ تھی تاب کلام
پر یہ بولی وہ ذرا جی کو تھام
کہ یہ کیا حال ہے کیوں روتے ہو
مفت کس واسطے جی کھوتے ہو
اب تم اوروں سے لگا لیجو جی
نہ ہوے ہم تو کوئی اور سہی
ہاں مگر فکر ہو تو ہم کو ہو
رنج و اندوہ جو ہو ہم کو ہو
کہ بری آہ ہماری خو ہے
ہم میں اک مہر و وفا کی بو ہے
خیر رہنا ہوا اب تک اپنا
اب وطن تم کو مبارک اپنا
تم رہو خوش کسی جاناں کے ساتھ
ہم جلے حسرت و حرماں کے ساتھ

وہ فراموشی و غفلت کوشی
بے خوری ، بے خبری ، بے ہوشی
اس میں پیغام بر آیا واں سے
ترجماں لعل لب جاناں سے
کہ سنا تم نے سفر ٹھہر گیا
اپنا جانا بس ادھر ٹھہر گیا
ملنے کے دھیان رہے جی ہی میں
جی کے ارمان رہے جی ہی میں
سوچتے رہتے تھے تدبیر وصال
تھے ملاقات کے کیا کیا نہ خیال
یوں جدائی کی خبر کاہے کو تھی
دور گردوں پہ نظر کاہے کو تھی
جو کچھ اس وقف بلا نے چاہا
وہ فلک نے نہ خدا نے چاہا
کبھیں کیا آہ جو کچھ سمجھے تھے
نہ ہوا آہ جو کچھ سمجھے تھے
خیر وہ تو نہ ہوا ، پر نہ ہوا
چاہا تھا جو نہ ہوا ، پر نہ ہوا
لیکن اس وقت ذرا فرصت ہے
ہے مکان اور کا اور خلوت ہے
جی میں آ جائے تو آ جاؤ یہاں
آن کر شکل دکھا جاؤ یہاں
اور اس وقت بھی گر آپ نہ آے
ہم کہاں اور کہاں تم پھر ہاے

یوں ہی با عشرت و عیش و آرام
جب کہ گزرے ہمیں کچھ اور ایام
بعد چندے فلک نا هنجار
بد چلن ، بد روش اور کج رفتار
جمع احباب ، پریشاں گرداں
گردش افزاے بیاباں گرداں
دیکھ واں روز کا جانا میرا
بیٹھنا ، هنسنا ، هنسانا میرا
راہ بے داد کی لی ظالم نے
چھوڑ دی راست روی ظالم نے
سر پہ اک آفت تازہ لایا
بدسلوکی سے مرے پیش آیا
اور ہی نقشہ دکھایا "ھے ھے"
اور ہی فتنہ اٹھایا "ھے ھے"
اور ہی کچھ ستم ایجاد کیے
جو کیے ظلم سو بے داد کیے
کیا کیا ، ہائے کیا آوارہ
بیٹھے بٹھلائے کیا آوارہ
یعنی واں کوچ کی ان کے ٹھہری
ناگہاں کوچ کی ان کے ٹھہری
جس گھڑی ہم تلک آئی یہ خبر
چھا گئی بے خبری سی دل پر
اک غلو ہوش پہ بے هوشی کا
عالم اک اپنی فراموشی کا

کہہ کے یہ بات جو میں رونے لگا
اور ہی حال مرا ہونے لگا

پھر تو اشک آنکھوں میں وہ بھر لائی
یہ سخن رو کے زباں پر لائی

کہہ دوں ، میں بھی اگر اپنا احوال
پھر کہو آپ کا ہو کیا احوال

میری حالت کوئی کیا جانے ہے
کیا کہوں خیر ، خدا جانے ہے

کہہ کے یہ ، سن کے یہ[1] میں وو روئے
روئے اور خوب ہی دونو[2] روے

آ گئی پھر وہ جدائی کی گھڑی
بات کہنے میں گئی رات بڑی

وہ اُدھر گھر میں مکدر پہنچے
ہم ادھر روتے ہوئے گھر پہنچے

شب جو باقی تھی سو غم میں گزری
اسی اندوہ و الم میں گزری

شب کا کیا حال کہیں طول سے ہم
صبح دم پھر گئے معمول سے ہم

وہی صحبت رہی وہ ہی عالم
وہی ہنسنا ، وہی رونا باہم

۱- ”یہ“ طبع ششم (صفحہ ۳۲۹) - (مرتب)

۲- ”دونوں“ طبع دوم نول کشور (صفحہ ۲۲۷) میں غلط ہے - قافیہ مصرع اول ”وو“ ہے اس لیے مصرع ثانی میں ”دونو“ صحیح ہے- یہی طبع اول اور ششم (صفحہ ۳۵۸ ، ۳۲۹) میں ہے - (مرتب)

اپنا احوال سنایا اس کو
درد دل خوب جتایا اس کو

سن کے فرماتی ھیں وہ کیا ، سب جھوٹ
عشق صادق کا ھے دعوا سب جھوٹ

یہ تو مانا ھے نہ مانوں گی میں
تم کو بے تاب نہ جانوں گی میں

سن کے یہ میں نے کہا اے بے درد
سچ تو یہ ھے کہ تو ھی ھے بے درد

ورنہ پہنچا ھوں میں مرنے کے قریب
یہ مرض اور نہ درماں نہ طبیب

غور سے سن تپش جاں کو مری
دیکھ چشم جگر افشاں کو مری

سختی ولولہ عشّاق سے پوچھ
شوق دل والہ و مشتاق سے پوچھ

تو غم و درد کو کیا جانے ھے
شب غم تیری بلا جانے ھے

کیا کہوں آہ یہ قسمت اپنی
جس کے پیچھے ھو یہ حالت اپنی

اس کو پروا ھی نہ ھو کچھ زنہار
فکر درماں ، نہ خیال آزار

کچھ نہ واقف غم جاں سے ھو مرے
بے خبر درد نہاں سے ھو مرے

جی سدا جس کے لیے بھر آئے
درد دل اس کو نہ باور آئے

یعنی وہ شعلہ رخ و شعلہ عذار
بے حجابانہ ہوئی مجھ سے دو چار
بڑھ گئی تاب جگر سوز مری
خرمنِ صبر پہ بجلی سی گری
کہا کچھ بات کہوں ، کہہ نہ سکا
چاہا خاموش رہوں ، رہ نہ سکا
چشم و دل دونوں پریشانی میں
جنگ بے تابی و حیرانی میں
وہ کہے چپ کہ ادب کی جا ہے
وہ کہے کہہ لے ، جو کچھ کہنا ہے
ہاتھ کب آتی ہے ایسی صحبت
مفت میں جاتی ہے ایسی صحبت
ناگہاں ملتی ہے یہ تنہائی
پھر کہاں ملتی ہے یہ تنہائی
سو دمِ چند تو خاموش رہا
نشۂ حیرت کا تھا بے ہوش رہا
محوِ نظارہ تماشائے حسن
سخت حیرانِ خود آرائے حسن
جوش جب دھوم مچانے آیا
رفتہ ہوش اپنے[1] ٹھکانے آیا
پھر تو ہم غم کے بیاں پر آئے
دل نشیں نالے زباں پر آئے

۱- نسخۂ طبع اول (صفحہ ۳۵۷) میں ''اپنے'' اور طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۷۲ ، ۲۳۸) میں ''اپنا'' ہے - (مرتب)

سامنے چپکے سے آ جانے لگی
چھپ کے وہ شکل دکھا جانے لگی

حرف تسکیں و مواسا اکثر
دل دھی اور دلاسا اکثر

عذر ہر لہجے میں مہجوری کا
ذکر ناچاری و مجبوری کا

حالت اپنی جو ہوئی اور تغیر
ہوئی اس کو بھی زیادہ تاثیر

چھا گئی چشم میں اک بے خوابی
دل کو بھی رہنے لگی بے تابی

دیکھ غم گیں مجھے وہ غم کھاتی
سن کے حسرت مری سن ہو جاتی

کسی سے روتے اگر سن لیتی
چپکے سے کونے میں جا رو دیتی

صبح تک شب کو نہ سویا کرتی
یاد کر غم مرا رویا کرتی

ایک شب ایک جگہ فرصت پا
مجھ کو واں چپکے سے بلوا بھیجا

میں چلا کیسے تجمل سے ادھر
پاؤں رکھتا فلک ہفتم پر

جب کہ دروازے پہ پہنچا تو کہا
یفتح اللہ لنا الباب عسیٰ

پاؤں رکھا جوں ہی گھر کے اندر
لگی اک آگ جگر کے اندر

کھو دیا دل سے سبھی کے وہ گماں
وہم کا کچھ نہ رہا نام و نشاں
جان بے تاب کو بھی سمجھایا
پھر تو معمول یہی ٹھہرایا
روز یک بار مقرر جانا
دوپہر ، تین پہر ، بیٹھ آنا
لیک کچھ دن بہ دن احوال تباہ
آج تک کل سے کہیں حال تباہ
منہ کی پہلی سی بحالی نہ رہی
رگ میں نام کو لالی نہ رہی
آنکھوں میں اشک بھی آ ہی[۱] جائے
خون دل رنگ دکھا ہی[۲] جائے
رہے ہونٹوں پہ فغان خوں‌بار
دم بہ دم دیدۂ تر جیحوں بار
تھاموں گو آپ کو پر تھم نہ سکوں
تھموں تھمنے دے اگر درد دروں
برسے کچھ چشم سے حیرانی سی
ٹپکے نظروں سے پریشانی سی
مجھے اس حال کو جب پہنچایا
رحم تھوڑا سا انہیں بھی آیا

۱- طبع ۱۸۷۶ء (صفحہ ۲۲۶) میں ''آئی'' ہے طبع اول (صفحہ ۳۵۶) میں ''آھی'' ہے - مرتب

۲- طبع ۱۸۷۶ء (صفحہ ۲۲۶) میں ''دکھائی'' ہے - طبع اول (صفحہ ۳۵۶) ''دکھاھی'' ہے - مرتب

ہائے کس شوخ یہ جی لوٹے ہے
تپش دل نے ستایا مجھ کو

دیکھوں اس دولت بیدار کو میں
خواب کیسا نظر آیا مجھ کو

محو دیدار بت کافر ہوں
کیا ہوا ہائے خدایا مجھ کو

شکل بستر کے سے بخت اپنے کہاں
اس نے کب ساتھ سلایا مجھ کو

مہر کو رنج شب ہجر نصیب
وصل کا دن نہ دکھایا مجھ کو

منہ کو مومن سے چھپانا کافر
یہ تقیّہ تو نہ بھایا مجھ کو

اب گیا واں تو تکلم بر لب
دشنہ در جان و تبسم برا لب

پر وہی اگلی سی شیریں سخنی
دل میں سو زخم ولے خندہ زنی

اوروں سے حرف دل آویزانہ
آشنا سے سخن بیگانہ

آخر اس طور سے ماہر تھا میں
کچھ نہ ہو پھر بھی تو شاعر تھا میں

۱- نسخہ ''کلیات مومن'' طبع اول (صفحہ ۳۵۶) و طبع دوم و ششم نول کشور (صفحہ ۲۲٦ و ۳۲٦) میں ''در'' ہے، ''بر'' ہونا چاہیے تھا اس لیے تصحیح قیاسی کی گئی - مرتب -

دل مرے قابو میں اے جان نہ تھا
ورنہ ایسا بھی تو نادان نہ تھا
کہ کچھ آتا نہ خیال انجام
جان کر میں تجھے کرتا بدنام
اس جگہ تو ھے بہت ضبط ضرور
پر کروں کیا کہ ھوں دل سے مجبور
کیا کہوں ، کس سے کہوں حال دل آہ
درد سے میرے کوئی کیا آگاہ
چین ھے دن کو نہ شب کو آرام
بے قراری سے شب و روز ھے کام
ھر زماں ، آہ ھے ھر دم رونا
ھر گھڑی جان حزیں کا کھونا
ھے رواں چشم سے جیحوں دن رات
لب پہ یہ نالۂ سوزوں دن رات

غزل

جلوہ اس بت نے دکھایا مجھ کو
کب قیامت میں غش آیا مجھ کو
سرمۂ دیدۂ خورشید ھوں میں
خاک میں کس نے ملایا مجھ کو
شعلہ رو اب تو اٹھا دے چلون
سوز پنہاں نے جلایا مجھ کو
ناصح اس مہ کو کہے ھے لیلیٰ
تو نے دیوانہ بنایا مجھ کو

کس کی وحشت کا خدا صبر پڑا
شوخیٔ چشم غزالان کیوں ہے
غمزے نے کس کو رلایا بے باک
خار دامن ، سر مژگاں کیوں ہے
خندہ زن کس کا ہوا زخم دروں
شدت گریۂ پنہاں کیوں ہے
کس کے یہ متصل آنسو پونچھے
ہاتھ ہم پنجۂ مرجاں کیوں ہے
کون تلخی سے ہوا شیریں کام
بے مزہ شور نمک داں کیوں ہے
کس کا دل لے کے گنہ گار ہوئے
خوار تر خشکیٔ داماں کیوں ہے
دل مومن سے ہوئی کیا صحبت
ہندوے زلف پریشاں کیوں ہے

میں نے آنکھوں سے لگایا اس کو
جی کا تعویز بنایا اس کو
پڑھ کے وہ نامۂ[۱] لب ریز عتاب
مختصر سا یہ لکھا میں نے جواب
کہ ترے صدقے مری جاں مومن
جان مومن ترے قربان "مومن"
اس طرح رو جو[۲] دیا زار و نزار
دل کے بھر آنے سے میں تھا ناچار

۱- طبع ششم (صفحہ ۳۲۵) "نالہ" غلط - مرتب
۲- طبع ششم (صفحہ ۳۲۵) "رو دیا بازار" غلط ہے - متن مطابق نسخۂ اول اور دوم - مرتب

وا[1] کیا ، جوں وہ طلسم افسوں
ھاتھ آیا یہی گنج مضموں
کہ تمھاری بھی عجب ھیں حرکات
ایسے ناداں کہ سمجھتے نہیں بات
کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن
نا مناسب تھے یہ بے باک سخن
حرکت اچھی نہیں بدنامی کی
یہی باتیں تو ھیں ناکامی کی
پاس رسوائی کا گر اپنی نہ ھو
دیکھو تم مجھ کو تو رسوا نہ کرو
بس کہ ھوتا ھے محبت میں اثر
مجھ کو سب درد کی تیرے ھے خبر
دل مشتاق تپاں ھے یاں بھی
زینت لب یہ فغاں ھے یاں بھی

غزل

کاکل آشفتہ و پیچاں کیوں ھے
زلف کا حال پریشاں کیوں ھے
کس کے نالے نے بنا دی دم پر
زمزمہ ھم‌دم افغاں کیوں ھے
رنگ اڑا لے گئیں کس کی آھیں
چہرہ جوں مہر درخشاں کیوں ھے

---

۱ - ''وا'' نسخۂ طبع اول (صفحہ ۳۵۴) نسخۂ دوم اور ششم (صفحہ ۲۲۴ ، ۳۲۵) میں ''واہ'' ھے - مرتب

جی کو دم لینے نہ دے جوش فغاں
سختی جان نقاہت سے گراں

بے قراری نہ ٹھہرنے دے کہیں
صبر اب کیا ہو کہ طاقت ہی نہیں

بے سبب گاہ توقع ، گہ یاس
ہوش جینے کے نہ مرنے کے حواس

آرزو ہاے نہانی کیا کیا
حسرت و دل نگرانی کیا کیا

بے خودی سے دل و جاں بے آرام
نہ کہ اس میں پئے تعطیر مشام

بوے گل لائی صبا بستاں سے
یعنی اک نامہ بر آیا واں سے

لب کچھ آمادۂ الفاظ نوید
خندہ زن جیسے گل باغ امید

کیا بہ تمکین و بہ انداز خرام
شوکت و دبدبہ افزا ہر گام

طرز رفتار سے عالم پامال
بل بے شوکت کہ بہ‌ایں جاہ و جلال

ہو سواری تو سلیماں کی ہو
آمد آمد کسی ذی شاں کی ہو

آکے اک نامۂ دل دار دیا
خط مشکیں رقم یار دیا

نامہ تھا کاہے کو حرز جاں تھا
یا دہان بند ، دم افغاں تھا

چاہا جب آئے یہ اپنا گھر ہے
بے تکلف یہ انہیں کا گھر ہے
ہاں مگر تیرا ارادہ ہے کچھ اور
کہ لگاوٹ کے یہ ہونے لگے طور
سمجھی میں ناز کی یہ باتیں ہیں
اور انداز کی یہ باتیں ہیں

سن کے وہ بولی، کہ ہاں کیا صاحب
کیا کہا آپ نے اچھا صاحب
گھر جو ان کا ہے یہ تو یہ ہی رہیں
ہم چلے جاتے ہیں لو، یہ ہی رہیں

سن کے آواز یہ ، ہم رہ نہ سکے
آہ کی اور تو کچھ کہہ نہ سکے
پھر سخن ایسے ہی کچھ ہونے لگے
وہ تو ہنسنے لگے ہم رونے لگے
واں سے وہ طعنہ سناتے ہی رہے
ہم ادھر حال جتاتے ہی رہے
رنج و اندوہ سے جی کھوتے رہے
جب تلک بیٹھے رہے روتے رہے
پھر جو کچھ اور بھی جی بھر آیا
ہو کے ناچار اٹھا ، گھر آیا
گھر میں آیا تو زبوں تر احوال
زار کل سے بھی فزوں تر احوال

ایک نے ہم نفسوں میں سے کہا
آج بے وقت یہ آنا کیا تھا
مفت میں آ کے ستایا سب کو
پڑے سوتے تھے جگایا سب کو
صبح کے ہوتے ہی دوڑے آئے
راہ بھکے ہوئے کچھ گھبرائے
سو گئے طالع بیدار کہیں
رات کو نیند بھی آئی کہ نہیں
کیا ہوا خیر تو ہے فرماؤ
اپنی باتوں سے نہ تم شرماؤ

پھر تو میں نے بھی زباں کو کھولا
سوزش طعنہ سے جل کر بولا
نیند آتی تو نہ آتا ہرگز
یوں نہ سوتوں کو جگاتا ہرگز
عیش و آرام میں ہوتا گھر میں
دیر تک چین سے سوتا گھر میں
کب میں اس وقت بھلا آتا تھا
کبھی پہلے بھی چلا آتا تھا

یہ سمجھ کر کہ یہ ہووے نہ خفا
صاحب خانہ نے یوں اس سے کہا
لاتے ہیں پاس یہ میرے تشریف
ان کے آنے سے تجھے کیا تکلیف

شوق نے سلسلہ جنبانی کی
بے قراری نے یہ طغیانی کی
ایک دم گھر میں ٹھہرنے نہ دیا
نہ لیا چین ذرا پر نہ لیا
صبح کو دیکھتے ہی لے ہی گئی
نہ سنی کچھ نہ کہی لے ہی گئی
ناگہاں تھی وہ کہیں کوٹھے پر
میرے آنے کی نہ تھی اس کو خبر
بے خبر سامنے آئی یک بار
بے دھڑک ہو گئی مجھ سے وہ دو چار
دیکھتے ہی مجھے غش آنے لگا
ہوش بھی صبر نمط جانے لگا
پر ذرا آپ کو تھاما ناچار
پھر[1] جو دیکھا تو نہ دیکھا زنہار
پوچھو مت کیا کہوں میں کیا دیکھا
جو نہ دیکھا نہ سنا تھا دیکھا
اس سراپا کا میں کرتا تو بیاں
پر سراپا ہے یہاں لال زباں
جا کے ان لوگوں میں جس دم بیٹھے
ملے معمول سے باہم بیٹھے
پھر وہ شکر شکنی ہونے لگی
پھر وہ شیریں سخنی ہونے لگی

---

۱ - نسخہ طبع ۱۸۷۶ع میں "پر" اور طبع اول اور ششم میں "پھر" ہے - (مرتب)

شوق فرمائے کہ ھاں پھر چلیے
جی میں یہ آئے کہ واں پھر چلیے

دل بے تاب کو پھر تھام لیا
بے قراری ھی میں آرام لیا

نہ گئے واں کہ نہ ھو وہ بدنام
بے حواسی سے لیا عقل کا کام

پر بری طرح گزاری وہ رات
جاگتے ھی کٹی ساری وہ رات

صبح تک ، شام سے بے تابی تھی
بستر خواب پہ بے خوابی تھی

یاد[۱] جوں آئی وہ دن کی تقریر
لگ گئی چپ ، بنے رشک تصویر

دھیان اس ھاتھ کا جو آن بندھا
آپ ھی ھاتھ سے اپنے میں چلا

قلزم اشک نے طغیانی کی
دست مژگاں نے در افشانی کی

بن گئی جان پہ دست دل سے
ھوئی تو صبح پہ کس مشکل سے

صبح دم جوش زیادہ آیا
جلوۂ روز جزا دکھلایا

یعنی بے تابیٔ دل اور بڑھی
خواھش صبر گسل اور بڑھی

---

۱ - "جوں" نسخہ اول (صفحہ ۳۵۱) میں۔ نسخۂ طبع دوم اور ششم (صفحہ ۲۲۳ ، ۳۲۲) میں "جو" ھے (مرتب)

ایک اک اور پہ رکھ کر بولا
ایک نے صاف زباں کو کھولا

ایک نے اپنے پہ رکھ کر ڈھالی
ایک نے پردے میں جھٹ دی گالی

اک نے تعریف دلیری کی کی
دل میں چٹکی سی کسی نے لے لی

ہم بھی دیتے رہے پر سب کو جواب
گو نہ تھے ہوش، نہ تھی بات کی تاب

طور پر اپنے لگایا سب کو
نہ ہنسے خود ، پہ ہنسایا سب کو

سارے دن تو رہے ہم صحبت یار
جب ہوئی شام تو آٹھے ناچار

جی تو آٹھنے کو نہ کرتا تھا ولے
پاس رسوائی سے ہم آٹھ کے چلے

آس کے کوچے سے نہ آٹھتا تھا قدم
بیٹھے جاتے تھے ہر اک گام پہ ہم

واں سے آنے کی کہاں طاقت تھی
کیا کہوں آہ عجب حالت تھی

دل میں جب ہوک آٹھی بیٹھ گیا
پاؤں آٹھا بھی تو جی بیٹھ گیا

عجب احوال سے گھر تک پہنچا
خون دل دیدۂ تر تک پہنچا

گھر میں آیا تو، ولے ہوش کہاں
دل وہاں ، جان وہاں ، دھیان وہاں

کیا سبب ، کس لیے بے ہوشی ہے
کچھ تو ہے بات کہ خاموشی ہے
انھیں کچھ تاب بیاں ہے کہ نہیں
ان کے بھی منہ میں زباں ہے کہ نہیں
انھیں کچھ بات بھی کر آتی ہے
کہیں کچھ بات اگر آتی ہے
کیا ہوا بیٹھے ہیں کیوں بے دم سے
کچھ خفا تو یہ نہیں ہیں ہم سے
گر ہیں آزردہ تو کیوں آئے ہیں یہ
آج تشریف عبث لائے ہیں یہ
اور جو آئے ہیں تو کچھ بات کہیں
یہ بھی کچھ بات ہے چپ بیٹھ رہیں
یا سدھاریں کہ ہے ان کے بھی تو گھر
بیٹھیں کاہے کو جھکائے ہوے سر
جائیں ناکاموں میں گر ہیں ناکام
مردہ کا زندہ دلوں میں کیا کام
مجھ کو ہر چند نہ تھی طاقت و تاب
پر دیا آپ کو تھام ، اتنا جواب
کہ میں اچھا تھا یہاں جب آیا
پر ہوا یاں ہی پری کا سایا
بس یہ کہتے ہی تو سب جان گئے
بات جو دل کی تھی پہچان گئے
پھر تو ناوک فگنی ہونے لگی
بے دھڑک طعنہ زنی ہونے لگی

یہ ہمارا نہ خلل بتلائیں
ہم مریض ان کا مرض پا جائیں
پہلے وہ آپ ہنسے یہ کہہ کر
پھر تو سب لوٹ گئے قہ قہ کر
سن کے یہ میں نے جگر تھام لیا
خوش بیانی نے غرض کام کیا
طبع نے کچھ بھی سجھایا نہ جواب
بات ایسی تھی کہ آیا نہ جواب
منہ کسی طرح سے کھولا نہ گیا
چاہا ہر چند پہ بولا نہ گیا
جب یہ حالت ہوئی سب کو معلوم
پھر تو ہنسنے کی مچی اور بھی دھوم
کوئی کہنے لگی رنجیدہ ہیں آج
بے مزہ ہیں نہیں کل کا سا مزاج
کوئی بولی کہ لڑ آئے ہیں کہیں
کچھ کسی سے بگڑ آئے ہیں کہیں
آپ نے اتنے میں ہنس کر یہ کہا
کہیں مے پی تھی کہ اب نشہ چڑھا
یا کسی کی انہیں یاد آئی ہے
بے خودی ، بے خبری چھائی ہے
بے حواسی سے نہیں نام کو ہوش
کچھ نہ کچھ تو ہے کہ بیٹھے ہیں خموش
کوئی پوچھو تو ہوا کیا ان کو
آئی در پیش بلا کیا ان کو

ہاتھ دیتے تو ہو اب ہاتھ میں پر
کان پر رکھیے گا پھر نام سے ہاتھ

دھوئے شبنم سے نہ ہوگا ہم رنگ
مہر کا دست گل اندام سے ہاتھ

ہائے پہنچے نہیں اس پاؤں تلک
ایک شب گردش ایام سے ہاتھ

کیا کہوں آہ بہ قول مومن
دل گیا ہاتھ سے اور کام سے ہاتھ

آگاہ شدن معشوقہ از افغان شرر ریز و گل فشانی سخن ہائے ناز آمیز

اس غزل نے اسے آگاہ کیا
ہاتھ کو ہاتھ جھٹک کھینچ لیا

ہنس کے یوں صاحب خانہ سے کہا
کہ یہ درمان مرض جانے کیا

ہے یہ بے چارہ تو آپ ہی بیمار
زردیٔ رخ سے عیاں ہے آزار

کوئی ناداں ہی کہے اس کو طبیب
درد میں خود ہے گرفتار غریب

ہاں خلل جوش جنوں کا ہے اسے
شرط ہم بدتے ہیں سودا ہے اسے

کیا تماشا ہے کہ ہم جانیں مرض
یہ طبیب اور نہ پہچانیں مرض

یہ نزاکت تو گراں ہے جی پر
لے گیا تاب و تواں رنج سفر
آپ کچھ چارہ گری کیجیے غرض
نبض دیکھو کہ ہو تشخیص مرض
میں نے اس نبض پہ جو ہاتھ دھرا
ہاتھ سے میرے مرا دل ہی چلا
صاف صندل سے زیادہ وہ ہاتھ
نرم مخمل سے زیادہ وہ ہاتھ
پنجۂ مہر کا سا شعشعہ نور
دست گل دستہ رہے جس کے حضور
اس کو جوں ہاتھ لگایا میں نے
دل سے بس ہاتھ اٹھایا میں نے
دھر دیا تھام جگر، ہاتھ میں دل
لیے بیٹھا تھا مگر ہاتھ میں دل
آفت تازہ جو جاں پر آئی
یہ غزل اپنی زباں پر آئی

غزل

کیا لگا دست دل آرام سے ہاتھ
دل گیا ہاتھ سے اور کام سے ہاتھ
کس کے ہاتھوں سے لگا تھا کہ جدا
نہیں ہوتا دل ناکام سے ہاتھ
پختہ مغزان جنوں سے ہوں میں
کیوں اٹھاؤں طمع خام سے ہاتھ

الغرض جب میں وهاں جا پهنچا
تازه پیغام اجل آ پهنچا
دم لیا بهی نه که دم دینے لگے
تلخ کامی کے مزے لینے لگے
دام الفت میں گرفتار هوے
پاے بند ستم یار هوے
نه کچھ آ شفته سری نے مارا
که مجهے چاره گری نے مارا
کی یه تشخیص نے میری تدبیر
که هوا دم به دم احوال تغیر
هوگیا نبض شناسی سے جنوں
سنو حال دل دیوانه کهوں
صاحب خانه نے بعد اکرام
بے قرارانه کیا مجھ سے کلام
که یهاں عید و محرّم هے بهم
کل سے کیا کیا طرب و غم هے بهم
یعنی وارد هے وه مهمان عزیز
جس کے قربان مری جان عزیز
لیک بیمار و پریشاں احوال
نه وه جلوه نه وه رونق نه جمال
بے بدل شعشعه نایاب هوا
رنگ رو ماه سے مهتاب هوا
هے رگ خواب سے غفلت محسوس
هو گئی طرز تجاهل کابوس

پھر ہوں دیوانۂ بے خود کس کا
خار تلوے مرے سہلاتا ہے

پھر دل اک بت کو دیا "مومن" نے
کب وہ ان باتوں سے باز آتا ہے

رجوع بہ قصہ

گرچہ اُس نے مجھے آگاہ کیا
پر دل سادہ نے گمراہ کیا

بے خبر تھا مجھے کچھ دھیان نہ تھا
الفت تازہ کا ارمان نہ تھا

کہ سمجھتا یہ شگون غم ہے
مژدۂ ولولۂ ماتم ہے

ہیں یہ مجذوب کے لب پر جو کلام
وحشت تازہ کا دیتے ہیں پیام

دل کا لگ جانا جتاتے ہیں مجھے
خبر غیب سناتے ہیں مجھے

جان دینے کی اشارت ہے صاف
مرگ نو کی یہ بشارت ہے صاف

کچھ نہ سمجھا مری نادانی ہائے
عقل و بے صرفہ پشیمانی ہائے

کیا کروں وسوسہ و وہم نہ تھا
ورنہ ایسا بھی تو نافہم نہ تھا

دوسرے دن جو ہوا گھر سے رواں
جانب کوچۂ رشک بستاں
ایک دیوانہ حقائق آگاہ
تازہ مضموں سے غزل خواں سرراہ

غزل

پھر محبت میں مزا آتا ہے
کیوں نہ کھائیں ہمیں غم بھاتا ہے
پھر کھجائے ہے ہتھیلی دیکھوں
سیم تن کون سا ہاتھ آتا ہے
مدد اے کش‌مکش شوق کہ پھر
دل کہیں کھینچے لیے جاتا ہے
دل سے مطبوع مکاں میں ہر دم
جی پھر اب صبر کا گھبراتا ہے
عشق کی زمزمہ سنجی ہے ہے
ولولہ ناک میں دم لاتا ہے
کس کی چشمک سے ہے اختر شمری
فلک آنکھیں مجھے دکھلاتا ہے
ہے غم پردہ نشیں جو ناصح
پھر زباں کھولتے شرماتا ہے
کس سے پھر وعدۂ وصلت ہے کہ دل
میرے ملنے کی قسم کھاتا ہے

دیکھی یہ گرمیٔ صحبت جو وہاں
دل افسردہ لگا بہلنے ہاں[1]

طبع آخر کو ذرا آ ہی گئی
صحبت زندہ دلاں بھا ہی گئی

ہنسی آنے کو غنیمت جانا
واں کے جانے کو غنیمت جانا

لطف اس طرح کے جب پانے لگے
پھر تو ہر روز وہاں جانے لگے

ایک چندے یہی اوقات رہی
روز پہروں کی ملاقات رہی

واں ہر اک طرح بہلتا تھا دل
کہ ہوئی اس میں بلا اک نازل

کہیں باہر سے کوئی واں آیا
میرے بیٹھے ہی وہ مہماں آیا

سنتے ہی اس کے میں آنے کی خبر
پردے کے واسطے آیا باہر

اک ذرا آن کے باہر ٹھہرا
دم کے دم جان کے باہر ٹھہرا

مدعا یہ کہ وہ پھر گھر میں بلائے
کچھ ہنسے بولے ذرا جی بہلائے

اتنے میں دل جو مرا گھبرایا
جی میں کچھ سوچ کے میں گھر آیا

۱- ''ہاں'' نسخۂ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۴۶ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) میں ''وہاں'' (واں) نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۱۷) میں ۔ مرتب

دل کسی سے کوئی اب لگتا ہے
کار افتادہ ہے کب لگتا ہے
جس طرح سے بنے یاں راہ کرو
دل کو اس راز سے آگاہ کرو
آ گئی طبع تو پھر مت آنا
کر کے معلوم الگ ہو جانا
اور جو یہ راز نہانی نہ کھلا
جیتے جی ، جی میں یہ ارمان رہا
کہ نہ جانا کہ وہاں کیا کچھ تھا
کیسے وہ لوگ تھے کیسا کچھ تھا
محو تدبیر صد افکار ہوئے
کیا حماقت میں گرفتار ہوئے
سو فریبوں سے وہاں تک پہنچے
پہنچے ہم اور کہاں تک پہنچے
وہ مکاں رشک قصور افلاک
جلوۂ عالم بالا تہہ خاک
ہم نشیں ، ہم دم و غم خوار ہوئے
ہم بھی اک محرم اسرار ہوئے
گرچہ تھا اور طرح کا نہ مزاج
لیک شدت سے ظریفانہ مزاج
زیب لب مضحکہ ایجاد کلام
رات دن ہنسنے ہنسانے سے کام
رنج و افکار سے بے غم رہنا
شاد و خنداں ، خوش و خرم رہنا

کیوں نہیں چلوں آٹھا دیتی یہ
کیوں نہیں گھر میں بلا لیتی یہ
اور جو تابع ہے تو کیوں باک نہیں
کیا سبب ہے کہ خطرناک نہیں
جی میں آیا کہ تجسس کیجے
کسی ڈھب بھید یہاں کا لیجے
پھر ڈرا میں کہ کچھ آفت تو نہ آئے
دل کے همراہ کہیں جان نہ جائے
جی خم زلف دوتا میں نہ پھنسے
پھر ستم دیدہ بلا میں نہ پھنسے
مفت میں اور بلا نازل ہو
قلق و رنج نصیب دل ہو
فکر اندیشہ و انجام و مآل
وهم ناکارہ و بے صرفہ خیال
خوب سوچا کہ برا حال نہ ہو
بدتر آگے سے بھی احوال نہ ہو
پھر کہیں اور نہ کچھ کر گزرو
ان خیالوں ہی سے بس در گزرو
گر نہ جانا کہ یہ ہے کون تو کیا
اس میں فرمائیے کیا بگڑے گا
اور جانا تو ہوا کیا حاصل
اس تجسس سے بھلا کیا حاصل
جی میں پھر آئی کہ یہ بات ہے کیا
دل کا لگنا نہ ہوا کھیل ہوا

مشاهدۂ خوش حرکاتے پس چلون و رسیدن به عشرت کدۂ رشک چمن

ایک دن جاتے تھے اک یار کے پاس
یار غم‌خوار و وفادار کے پاس
راہ میں طرفہ تماشا دیکھا
غرفہ و بام دل‌آرا دیکھا
آگے اس غرفے کے چلون ہے پڑی
پس چلون کوئی عورت ہے کھڑی
محو نظّارۂ رنگ بازار
ناگہاں ہوگئی وہ مجھ سے دو چار
کہ وہ چلون کا ذرا تھا پردہ
گرچہ تھا پردہ پہ کیا تھا پردہ
ہوے آپس میں نظارے کیا کیا
کیے ابرو سے اشارے کیا کیا
ترجماں چشم و نظر مطلب سے
کچھ تبسم بھی نمایاں لب سے
اور میں حیران و سراپا حیرت
کیا کہوں میں کہ مجھے کیا حیرت
کہ الٰہی یہ تماشا کیا ہے
گر سر خود ہے تو ڈر کس کا ہے

زخم کاری ہوے آخر ناکام
آ گیا جوش تپش کو آرام

سخت جانی کا گلہ دل پر شاق
حسرت وصل نہ اندوہ فراق

نہ سبک سر میں گراں جانی سے
گر پشیماں تو پشیمانی سے

نالہ و آہ و فغاں کچھ نہ رہا
رنج کا نام و نشاں کچھ نہ رہا

اب شب و روز مسرت کا خروش
انبساط و طرب و عیش کا جوش

یاروں میں ہنسنے کا غل آٹھ پہر
وقف لب خندۂ گل آٹھ پہر

زمزمہ ساز بہ رنگ بلبل
نغمہ پرداز بہ رنگ بلبل

نغمہ سنجی و خوش الحانی و بس
شعر گوئی و غزل خوانی و بس

رات دن ہنسنے ہنسانے کی بات
یاروں سے ملنے میں صرف اوقات

آشناؤں میں سدا گھر میں کہاں
گہ وہاں گاہ وہاں گاہ وہاں

پر ذرا جینے کا کچھ طور بھی تھا
ان خیالوں میں‌خیال اور بھی تھا

دھیان میں جور بھی آ جاتے تھے
ستم کردہ بھی یاد آتے تھے

صبر بھی شکل دکھا جاتا تھا
دل نہ ملنے پہ بھی آ جاتا تھا

اشک بھی آنکھوں سے کم بہتے تھے
جان و آرام بھی مل رہتے تھے

خار و پہلو میں بگڑ جاتی تھی
دست و زانو میں بگڑ جاتی تھی

دشنہ گردن سے خفا ہوتا تھا
سنگ بھی سر سے جدا ہوتا تھا

شاد و خرم بھی ذرا ہوتے تھے
ھنسنے لگتے بھی تھے گو روتے تھے

دل پہ گہ ھاتھ بھی دھر دیتے تھے
کسی سے بات بھی کر لیتے تھے

کئی دن میں ھوا غم اور بھی کم
پھر ذرا اور بھی کم، اور بھی کم

پھر تو وہ خبط وہ سودا ھی گیا
دل بیمار بحال آ ھی گیا

رنگ فتنہ نے جھلک دکھلائی
منھ پر اک سرخی کی تہہ سی آئی

آتش شوق کی حدت نہ رھی
ناتوانی کی وہ شدت نہ رھی

چندے اس غم میں برا حال رہا
کیا کہوں آہ کہ کیا حال رہا

کچھ غم و غصہ لڑائی کے سبب
اس ستم گر کی جدائی کے سبب

کچھ پشیماں کہ کیوں کی تھی چاہ
اس کا انجام نہ کیوں سمجھے آہ

اور جو چاہا تھا چھپایا ہوتا
عشق اتنا نہ جتایا ہوتا

جور صدہا نہ اٹھائے ہوتے
ناز بے جا نہ اٹھائے ہوتے

یوں نہ سہنی تھی جفائے بے ہم
یوں نہ کردینا تھا خوگر بہ ستم

اور کیا تھا تو یہ لڑنا کیا تھا
خو بگاڑی تو بگڑنا کیا تھا

گاہ یہ جی میں کہ اب پھر ملیے
بے سبب قصہ ہے سب پھر ملیے

وہم سے دل پہ قیامت ناحق
کچھ ندامت سے[1] ندامت ناحق

سخت ناکردہ خطا کی خجلت
بدگمانی بجا کی خجلت

الفت و مہر نہ ماندہ پہ نگاہ
ان خیالات سے احوال تباہ

---

۱ - "سے" طبع اول اور دوم (ص ۳۴۳ ، حاشیہ ص ۲۱۷) میں - "ھی" نسخہ طبع ششم (ص ۳۱۵) میں - (مرتب)

نہیں اشعار یہ ہیں نالے کئی
سوزش دل کے ہیں تبخالے کئی
مظہر حسرت و حرماں ہے یہ
باعث عبرت یاراں ہے یہ
یعنی اک شوخ پہ ہم مرتے تھے
صدقے دل ، جان فدا کرتے تھے
اور وہ سر دفتر ارباب جفا
جس میں الفت نہ مروت نہ وفا
حرف بد گو کو بھلا جانے وہ
بے ادائی کو ادا جانے وہ
بے گنہ مجھ کو ستایا اس نے
اف نہ کی تو بھی جلایا اس نے
ہر طرح دل کو مرے داغ دیا
خاک کی مجھ سے کہ جی خاک کیا
دیکھی کیا کیا نہ تباھی میں نے
مدتوں تو بھی نباھی میں نے
پھر تو یک بارگی صحبت بگڑی
ہم میں اور ان میں قیامت بگڑی
ایسی بگڑی کہ صفائی نہ ھوئی
نہ ھوئی ترک لڑائی نہ ھوئی
خفگی پھر کسی صورت نہ گئی
نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی
کب منایا کہ کہیں وہ نہ منے
بن بگاڑے نہ بنے پر نہ بنے

جو کسی کی نہ ذرا بات سنے
مجھ سے دیوانے کی کیا بات سنے

اور کہنا بھی ضروری مجھ کو
کہ نہیں ضبط و صبوری مجھ کو

سو یہ ٹھہری نہ سنے[1] گو کوئی
کیجیے آپ پریشاں گوئی

اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا
جو سنے وہ ہی مخاطب ہے مرا

گو کہیں ہو وہ کسی جا ہووے
دل میں پر درد ذرا سا ہووے

ہو پہ مجھ سا وہ، نہ ہو دیوانہ
تا سنے سمجھے مرا افسانہ

اس کو پہنچا ہو جدائی کا درد
تا وہ جانے کہ ہے اس میں کیا درد

ماجرائے غم حرماں سمجھے
سر گزشت شب ہجراں سمجھے

بات کچھ میری زبانی سن لے
غور سے ساری کہانی سن لے

سب مضامین و معانی سوچے
مطلب راز نہانی سوچے

نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ
داد و بے داد ہے مظلومانہ

۱۔ نسخہ مطبوعہ نول کشور طبع ۱۲۸۴ھ (ص ۳۴۲) اور طبع ۱۸۷۶ع (ص ۲۱۷) میں "سنو" لیکن طبع ششم (ص ۳۱۴) میں "سنے" ہے۔ (مرتب)

کوئی اتنا نہیں جو چارہ گرے
چارۂ مومن آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے، فکر تو ہو
وصل جاناں نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سن کے مرا رونے لگے
روتے دیکھے تو ذرا رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو
ٹانک دے چاک گریباں تو کبھو
چشم خوں ریز سے خوں پاک کرے
پیرہن ساتھ مرے چاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام لے وہ
میں جو تڑپوں تو ذرا تھام لے وہ
نرم سا کچھ تہہ پہلو رکھ دے
سر کو دے پٹکوں تو زانو رکھ دے
کچھ کرے بات ذرا بہلائے
جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے
ہائے میں ڈھونڈھ کے لاؤں کس کو
ماجرا اپنا سناؤں کس کو
کون میرا مگر اپنا میں ہوں
عاشق بے کس و تنہا میں ہوں
یہ بھی مشکل ہے کہ خاموش رہوں
ہاں مگر خود ہی سنوں خود ہی کہوں
سو یہ کیوں کر ہو کہ میں ہوں بے ہوش
نے حواس اور نہ سمجھ ہے، نے ہوش

تھاموں ہوں دل کو سدا بھر کر آہ
کیسی یہ آن بنی دل پر آہ

جاں ہمہ رنج و سراپا غم ہے
رنج سا رنج ہے غم سا غم ہے

دیکھتا ہوں عجب احوال اپنا
کیا کہوں کس سے کہوں حال اپنا

درد ہجراں سے سبھی کو ہے فراغ
بات پوچھے کوئی یہ کس کو دماغ

سب[۱] ہیں بے درد انھیں کس کا غم ہے
غم زدوں کا کسی کو کیا غم ہے

کون پوچھے ہے کسی کا احوال
جانتے ہم ہیں سبھی کا احوال

کون سنتا ہے فغان درویش
قہر درویش بہ جان درویش

کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام
اپنے سب خوش ہیں کسی کو کیا کام

کوئی ہم دم ہے نہ دم ساز مرا
کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا

کوئی اتنا نہیں جو حال سنے
متوجہ ہو کچھ احوال سنے

۱- یہ شعر مطابق نسخہ اول و دوم ہے اور نسخۂ نول کشور پریس لکھنو ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۱۳) میں اس طرح ہے:

سب ہیں بے درد انھیں کس کا غم
غم زدوں کا ہے کسی کو کیا غم

بھر دے اک جام کہ مر جاؤں ابھی
بھول کر آپ میں آؤں نہ کبھی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا
ایسے جینے سے تو مرنا اچھا

کاش مر جاؤں کہ چین آئے کہیں
بد دماغی سے سر زیست نہیں

کب تلک نزع کی حالت میں رہوں
کب تلک یوں ستم مرگ سہوں

کب تلک ناک میں دم آہ رہے
ورد لب نعرۂ اللہ رہے

کب تلک چشم سے خوں ہو جاری
کب تلک درد کرے دل داری

عمر برباد نہ جائے اے کاش
دل کی آئی مجھے آئے اے کاش

ھائے یہ ظلم سہا کیوں کر جائے
میں جیوں اور مرا دل مر جائے

ہو وصال اب نہ جدائی مجھ کو
آئے دشمن کی بھی آئی مجھ کو

جو کسی پر نہیں مرتا ہرگز
جینے سے جی نہیں بھرتا ہرگز

بس وہ دنیا میں ٹھہرتا ھی نہیں
میں جو مرتا ہوں سو مرتا ھی نہیں

ملک الموت بھی کیا ھے بے درد
آہ سچ ھے کہ بڑا ھے بے درد

(۳) مثنوی سوم

قول غمیں

تازہ فغانے کہ کشیدم زدل
واں سخن غم کہ شنیدم زدل
ہست خوش افسانۂ شیریں کلام
''قول غمیں'' آمدہ سالش چو نام

۱۲۳۶ھ

آغاز

ساقیا زہر پلا دے مجھ کو
شربت مرگ چکھا دے مجھ کو
ہاں سیہ مستی حرماں پہ نگاہ
دے وہ مے یعنی کف مار سیاہ
تلخی یاس عبادت کب تک
حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہیں
سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہیں
گر یہاں ہے تو اٹھا لا جلدی
اور نہیں پاس تو جا لا جلدی
کیا خمار خفقاں ہے ظالم
بس چلا جی تو کہاں ہے ظالم

بس مومن دل گداز خاموش
اب طاق ہوئی ہے طاقت جوش[1]

باقی نہیں اب تو ہم میں حالت
ہے اور ہی درد و غم میں حالت

جاری ہے ہر ایک چشم سے خوں
تھے شعر کہ نالہ ہائے موزوں

اس قصۂ غم نے جی کھپایا
اس سوز نہاں نے دل جلایا

کر ڈالا کباب سامعیں کو
آگے نہیں تاب سامعیں کو

ہر حرف ترا شرر فشاں ہے
ہے آگ کا شعلہ یا زباں ہے

زیں بیش ز سوز سینہ مخروش
چوں شمع خموش باش خاموش

---

۱ - ''جوش'' طبع اول و دوم (صفحہ ۳۳۹ ، صفحہ ۲۱۵) ، میں - طبع ششم (صفحہ ۳۱۱) میں ''ہوش'' ہے - (مرتب)

۱ کچھ بات تو کہیے گو ہو بہتاں
کیوں ہو گئے میرے دشمن جاں

کیا جرم ہوا معاف کیجے
دل میری طرف سے صاف کیجے

پھر پھر خدا تمھارے قربان
ہو جائیے ویسے ہی مری جان

پھر خلوت خاص میں بلا لو
دل کی مرے حسرتیں نکالو

پھر مل کے شراب ناب پیجے
پھر وصل سے کامیاب کیجے

اب مجھ میں نہیں ہے تاب فرقت
کب تک میں سہوں عذاب فرقت

بے تابی دل سے لب پہ ہے جان
ہوں کوئی گھڑی کا ، دم کا مہمان

اب مرنے میں میرے کیا ہے باقی
فانی ہیں سبھی ، خدا ہے باقی

اس طرح غرض بہک رہا تھا
کچھ جوش جنوں میں بک رہا تھا

اس جوش میں اور جوش آیا
بے ہوش کو طرفہ ہوش آیا

پھر ورد زباں ''انا الصنم'' ہے
منصور سے مرتبہ نہ کم[۱] ہے

---

۱ - ''تھا'' ردیف مصرع ثانی طبع اول (صفحہ ۳۳۹) میں غلط ہے۔ (مرتب) -

جس روز کہ بگڑیں میری جاں تم
بس خیر کہاں میں اور کہاں تم

پھر پوچھنے کی نہیں مری بات
سننے کی نہیں ، کہیں مری بات

ہوگا یہ کرم نصیب دیگر
اور ظلم و جفا و جور مجھ پر

کیا کیا نہ کروگی پھر جفا تم
دیتی یہ جواب ، ہو خفا تم

اے واہ رے تیری بدگمانی
اللہ رے تیری بدگمانی

تو آپ زبس کہ بے وفا ہے
اپنا ہی سا سب کو جانتا ہے

تھے جیسے کہ وہ کرم تمھارے
ہیں ویسے ہی اب ستم تمھارے

تھی جیسے کہ پہلے مہربانی
ہیں ویسی ہی اب جفائیں جانی

پر اس کا مجھے بہت عجب ہے
اس ظلم و ستم کا کیا سبب ہے

آخر وہی تم ہو اور وہی ہم
پر کیا ہے کہ اب نہیں وہ عالم

ہو کس لیے بر خلاف کہہ دو
کیا بات ہے منہ پہ صاف کہہ دو

بے وجہ غضب اور آہ ایسا
کیا مجھ سے ہوا گناہ ایسا

مجھ کو تری جان کی قسم ہے
جس وقت تلک کہ دم میں دم ہے

ایسی ہی رہے گی آشنائی
آتی نہیں مجھ کو بے وفائی

اس میں نہیں فرق یک سر مو
یہ بات یقین جانیو تو

جھوٹی نہیں میں کہ راست گو ہوں
گر اس میں، میں کچھ بھی جھوٹ بولوں

سب قہر خدا کسی پہ ٹوٹیں
آنکھیں مری سامنے کی پھوٹیں

سچ جان کہ دل سے ہے تری چاہ
واللہ باللہ ثم باللہ

کہتا میں اگر کہ جھوٹ ہے سب
تم لوگ کسی کے ہوتے ہو کب

معشوقوں نے کس سے کی وفا ہے
ان قسموں کا اعتبار کیا ہے

تم لاکھ کہو پہ میں نہ مانوں
ہر گز تمھیں با وفا نہ جانوں

باتیں یہ بنانے کی ہیں ساری
دو روز کی چاہ ہے تمھاری

باتیں لگیں[۱] مجھ سے بھی بنانے
اس سے کہو، تم کو جو نہ جانے

---

۱ - ''لگے'' طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۳۸ ، حاشیہ ۲۱۴) میں - ''لگیں'' طبع ششم (صفحہ ۳۱۰) میں (مرتب)

وہ دل کہ کسی کا مبتلا ہے
وہ جان کہ مجھ پہ سے فدا ہے

وہ آہ جسے نہیں ہے تاثیر
وہ جرم ہے جس کی قتل تعزیر

وہ حال کہ جس پہ رحم آوے
وہ درد کہ جس سے جی ہی جاوے

وہ دیدہ کہ خوں فشاں سدا ہے
وہ نالہ کہ پایہ عرش کا ہے

وہ دن کہ ہے رشک روز محشر
وہ شب مری زلف سے سیہ تر

شام غربائے سر بہ سر غر
صبح دھم مہ محرّم

لب تشنگی حسین و عباس
امواج فرات و شرم الیاس

بے داد ستم گران بد کیش
فریاد ستم کشان دل ریش

تاب و تب آتشیں فسانہ
سوز دم سرد بے کسانہ

ان سب کی مجھے ہزار سوگند
سوگند ہزار بار سوگند

ہے تجھ سے مجھے دلی محبت
گو تجھ کو نہ ہو مری محبت

اور جیسا کہ تجھ کو چاہتی ہوں
تو دیکھیو کیا نبھاتی ہوں

بس خواهش دل سے رہ نہ سکنا
اور پاس حیا سے کہہ نہ سکنا
پھر کیا ہی شرارتوں سے کہنا
پردے میں اشارتوں سے کہنا

انگڑائی کبھی تو ہنس کے لینی
چلمن کبھی اٹھ کے چھوڑ دینی
ہیں وعدے ہوئے تھے جو ہم یاد
ہے کچھ بھی وہ قول اور قسم یاد

کہتی تھی مجھے قسم خدا کی
سوگند حبیب کبریا کی
گر دیتی ہوں اس میں دم میں تجھ کو
ہو تیغ علی کی مار مجھ کو

اب دل نہیں میرا، میرے بس میں
جو تجھ کو یقین ہوں وہ قسمیں
ہے مصحف رو کی اپنے سوگند
اس روے نکو کی اپنے سوگند

اپنے مجھے ناز کی قسم ہے
تیرے ہی نیاز کی قسم ہے
وہ رخ کہ ہے رشک لالۂ باغ
وہ سینہ کہ میرے غم سے ہے داغ

وہ طرۂ عنبریں کسی کا
وہ دود دل حزیں کسی کا
وہ رحم کسی کا یعنی میرا
وہ رد کسی کا یعنی تیرا

یہ خوش سخنی کبھو نہ ہوگی
یہ گرمی گفتگو نہ ہوگی

پامال روش جہاں نہ ہوگا
ایسا تو خرام ہاں نہ ہوگا

یہ فتنہ فزا چلن نہ ہوگا
ہر بات میں بانکپن نہ ہوگا

ایسی تو نہ ہوگی عشوہ باری
ایسی تو نہ ہوگی طرح داری

ایسی تو نہ ہوگی جامہ زیبی
ایسی تو نہ ہوگی دل فریبی

ایسی تو شرارتیں نہ ہوں گی
یہ گرم اشارتیں نہ ہوں گی

یہ غمزۂ فتنہ گر نہ ہوں گے
یہ ناز نہ ہوں گے پر نہ ہوں گے

گر فندق پا پہ رنگ آیا
ایسا کہ بس اپنے جی کو بھایا

کس رنگ سے اور رنگ لانا
کس ناز سے مجھکو بھی دکھانا

ٹھکرا مرے سینے کو کہا یوں
رنگین ہے باندھ لو یہ مضموں

ہے یاد وہ عالم ملاقات
ہے یاد وہ شوخی اشارات

میلاں جو ہوا معاشرت کا
دھیان آ ہی گیا ۰۰۰۰۰ کا

لو دیکھو ذرا کرو خود انصاف
ہم دونوں میں کس کا رنگ ہے صاف

ہے دونوں میں کون خوب صورت
ہے دونوں میں کون ماہ طلعت

پھر اپنے غرور میں جو آتی
خاطر میں کسی کو بھی نہ لاتی

خود بینی سے ہوش میں نہ رہتی
آئینے کو پھینک مجھ سے کہتی

دیکھو تو بہ غور چشم بد دور
یوسف کہ ہے وہ جہاں میں مشہور

کیا اُس کی بھی صورت ایسی ہی تھی
کیا اُس کی بھی طلعت ایسی ہی تھی

کیا اس کے بھی ایسے ہی تھے گیسو
خم دار و سیاہ و عنبریں مو

کیا ایسا ہی حسن تھا ، نہ ہوگا
یہ حسن کبھی ہوا نہ ہوگا

مانا بھی کہ یہ ہی رنگ رو تھا
ایسا ہی وہ چہرۂ نکو تھا

اور ایسے ہی موئے مشک بو تھے
ایسے ہی خمیدہ مو بہ مو تھے

پر اس میں یہ بات تو نہ ہوگی
کیوں میری سی گات تو نہ ہوگی

یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی
یہ شوخ نگاہ تو نہ ہوگی

کیا مجھ سے خفا ہو سچ کہو تم
کس واسطے یوں اداس ہو تم

اچھا نہیں بند غم میں رہنا
جانے بھی دو فکر ، مانو کہنا

ہنس بول کے قید غم سے چھوٹو
کیا بات ہے کچھ تو منہ سے پھوٹو

کہتا میں کہ بات کچھ نہیں ہے
کچھ آپ ہی آپ دل غمیں ہے

کہتی تھی کہ[1] مجھ سے بھی چھپاؤ
کچھ بات نہیں قسم تو کھاؤ

کہتا میں قسم تمھاری جاں کی
تم سے کوئی بات کب نہاں کی

گر کچھ ہو تو ماجرا کہوں میں
کچھ بات نہ ہو تو کیا کہوں میں

کہتی کہ قسم دروغ کھانی
تم نے مری جاں کی سہل جانی

ایسی مری جان ہے کہاں کی
کیوں کھاؤ قسم نہ اپنی جاں کی

ہیں یاد وصال کی وہ راتیں
ہیں یاد وہ شوخ شوخ باتیں

آئینے کو رکھتی آگے لا کر
اور کہتی یہ منہ سے منہ ملا کر

---

۱ - ''کہ نہ'' نسخۂ نول کشور طبع ششم ۱۹۳۰ء (صفحہ ۳۰۷)
میں لیکن نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ء (صفحہ ۲۱۲) میں ''تھی کہ'' (مرتب)

کس لطف سے چھیڑتی ستاتی
گدگدیوں سے خوب سا ہنساتی

ہو جاتا میں ہنستے ہنستے بےدم
آتیں[1] مجھے ہچکیاں پے[2] ہم

کہتی کسی نے تمھیں کیا یاد
آتیں نہیں ہچکیاں سوا یاد

ہاں کس نے کیا ہے یاد بولو
ہے کون تم اُس کا نام تو لو

لاتا گل و عطر میں کبھی گر
فرماتی یہ مجھ سے مسکرا کر

یہ گل تو عمل کیا ہوا ہے
یہ عطر فسوں پڑھا ہوا ہے

یہ سونگھوں نہ میں نہ یہ لگاؤں
ممکن نہیں تیرے دم میں آؤں

گہ دیکھتی تھی مجھے غمیں گر
پاتی تھی کبھی جو چیں جبیں پر

کہتی تھی کہ آج خیر تو ہے
کیسا ہے مزاج خیر تو ہے

کس واسطے کچھ اُداس سے ہو
کس سوچ میں بے حواس سے ہو

کیا کس سے ہوا خلاف مرضی
کچھ میں نے کیا خلاف مرضی

---

۱ - ”آتی“ طبع اول و دوم - ”آتیں“ نسخہ ششم (مرتب)
۲ - ”ہچکیاں پے ہم“ طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۳۴ ، ۲۱۲)
”ہچکیاں بھی پے ہم“ طبع ششم (صفحہ ۳۰۶) میں (مرتب)

اس ظلم کا کچھ ٹھکانا بھی ہے
آخر کسی اور کے بھی جی ہے

یہ ظلم آٹھائے کوئی کب تک
آپہنچی ہے اب تو جان لب تک

کیا جان ھی لینے کی ہے جی میں
ہے فائدہ کچھ تمھیں اسی میں

منظور یہی ہے گو تو کہہ دو
گر جان ھی لینی ہے تو لے لو

ھاں ھاں تری بات اب میں سمجھی
ہے بات یہی قسم خدا کی

چاھے ہے تو یہ کہ اس کو موت آے
مر جائے یہ اور مری بلا جاے

پھر اور کسی سے دل لگاؤں
آنکھ اور ھی شوخ سے لڑاؤں

ھیں کیا ھی سلوک عاشقانہ
یہ رہ گئی الفت زمانہ

بے رحم تو اب تو مجھ کو دے چھوڑ
بس چھوڑ خدا کے واسطے چھوڑ

اتنا نہ ستا کہ جی ھی جائے
فرصت دے کہ جان میں جان آئے

بے زاری میں اس کا لطف کیا ہے
آ سو رھیں وقت خواب کا ہے

ہے یاد وہ دوستی کا عالم
وہ شوخی و دل بری کا عالم

وہ ہاتھ کو رکھ کے جوش انکار

(۱) - - - - - -

وہ ہاتھ کو دم بہ دم جھٹکنا
وہ تکیے پہ سر کو دے پٹکنا

آہستہ لگانی آہ لاتیں
حیلے کی وہ کیسی کیسی باتیں

وہ ہاتھ کو زور سے چھڑانا
وہ ہو کے پتنگ کاٹ کھانا

ہر جاے کی چٹکیاں وہ لینی
آزردہ ہو، گالیاں وہ دینی

وہ نیچے پڑے ہی تلملانا
قابو سے تڑپ کے نکلے جانا

وہ جی سے پتنگ ہونے لگنا
کچھ بس نہ چلا تو رونے لگنا

وہ چیں بہ جبیں ہو کے کہنا
کن بے کسیوں سے رو کے کہنا

ہے تم کو تو یہ ہی شغل دن رات
اچھی نہیں لگتی مجھ کو یہ بات

بھرتا ہی نہیں ہے جی ترا بس
کرتا ہی نہیں ہے تو کبھی بس

اتنا تو نہ چاہیے ستانا
ہر شام سے صبح تک جگانا

---

۱ - مصرع ثانی ذوق سلیم پر گراں گزرتا تھا - اس لیے حذف کر دیا گیا - (مرتب)

اب کاھے کو ھے وہ اگلی سی بات
یا رھتے تھے میرے پاس دن رات

یا[1] آنے لگے گھبے گھبے تم
ویسے نہیں مجھ سے اب رھے تم

ھے یاد وہ رات دن کی صحبت
آپس کی وہ الفت و محبت

پہروں ھی گلے سے لپٹے رھنا
یہ رنج نزاکتوں پہ سہنا

لب سے مرے لب ملائے رکھنا
بازو سے وہ سر آٹھائے رکھنا

وہ سینے پہ لیٹ کے ستانا
مطلب کے سخن پہ روٹھ جانا

وہ صلح ادھر ، آدھر لڑائی
ووں ھی خفگی ، وھیں صفائی

وہ منھ میں زباں کی لذتیں ھائے
ظاھر حرکت سے رغبتیں ھائے

اپنا جو ھوا کچھ اور ارادہ
جی چاھا کچھ اس سے بھی زیادہ

پھر کیا ھی ادا سے کج ادائی
کس ناز سے کرنی[2] ھا تھا پائی

---

۱ - نسخہ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۳۱ع (صفحہ ۳۰۵) میں ”یاد“ غلط ھے - (مرتب)

۲ - نسخہ طبع اول (ص ۳۳۲) اور نول کشور کانپور ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۱۱ میں ”کرتے“ اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۰۵) میں ”کرنی“ ھے - (مرتب)

گھر کو نہ مرے تباہ کرنا
بے کس کی طرف نگاہ کرنا

جو تیری رضا ہو خیر الٰہی
میں جی چکی آس بغیر الٰہی

وہ دیدۂ منتظر سوے در
یا حلقۂ در وہ دیدۂ تر

بے تاب وہ گشت صحن خانہ
ساری حرکات وحشیانہ

بے طاقتیوں کا زور جاں پر
"یا قادر" و "یا قوی" زباں پر

میں آیا جو ، تن میں جان آئی
دیکھا تو نظر میں آن آئی

کس لطف سے منھ کو دیکھ رہنا
کس ناز سے غصے ہو کے کہنا

کیوں دیر لگی تمھیں ، کہاں تھے
جاؤ وھیں ، اب تلک جہاں تھے

تشریف شریف جلد لائے
یاں کا ھے کو اب بھی آپ آئے

اب اور طرف ھے دل تمھارا
آنا ھے یہاں کا ناگورا

لگتا نہیں اب یہاں ذرا جی
بے زار یہاں سے ھوگیا جی

اب میری نہیں ھے راہ دل میں
ھے اور کسی کی چاہ دل میں

مجھ بن نہ کبھو طعام کھانا
ہم راہ ھی بس مدام کھانا

ہر رات کو میرے ساتھ سونا
اک لحظہ کبھی جدا نہ ہونا

سم تھا تمھیں مے کا جام مجھ بن
مے جانتے تھے حرام مجھ بن

تھے لطف و کرم یہی ہمیشہ
دل داری و دل دھی ہمیشہ

بس دیکھ کے مسکرا ھی دینا
الفت کو جتا کے جی ھی لینا

دزدیدہ کبھی نگاہ کرتے
دل میں اسی طرح راہ کرتے

وہ بن مرے بے قرار ہونا
وہ بن مرے زار زار رونا

وہ میرے بغیر اداس رہنا
وہ بے خود و بے حواس رہنا

غم چین جبیں سے آشکارا
اک دم بھی فراق ناگوارا

گر کوئی گھڑی کی لگ گئی دیر
یہ فکر کہ کس لیے ہوئی دیر

بے فائدہ بے قرار رہنا
وسواس سے دل ھی دل میں کہنا

کیا دیر کا یا خدا سبب ہے
کیوں آئے نہیں وہ کیا سبب ہے

شیون کیے بعد مرگ کیا کیا
پر کیا کرے ، چارۂ قضا کیا
سب کرتے ہیں پاس یار صادق
ہوتا ہے سبھی کو درد عاشق
ہوتی ہے جو گرم نالہ بلبل
کرڈالے ہے چاک پیرہن گل
ہے سرو کے دل میں جاے قمری
سر رکھے ہے زیر پاے قمری
پروانہ جو دے ہے شمع پر جان
ہوتا ہے نثار شمع ہر آن
وہ بھی تو نہیں وفا میں کچھ کم
بن جائے ہے آپ نخل ماتم
جل جائے ہے سر سے لے قدم تک
روتی ہی رہے ہے مرتے دم تک
کتّاں کا ہے چاک پیرہن گر
ہے داغ کلف ، دل قمر پر
اک تم ہو کہ ہے یہ حال میرا
اور تم کو نہیں خیال میرا
پر تم بھی تو ہوگئے اب ایسے
تھے پہلے تو لطف کیسے کیسے
یہ ظلم تھے کب ، کہاں ستم تھے
کیا کیا مرے حال پر کرم تھے
تھی حد سے زیادہ مہربانی
اظہار محبت نہانی

رکھتے ہیں جہاں میں اور بھی آن
اوروں پہ بھی لوگ دیتے ہیں جان

مرتے نہیں تم پہ کچھ سبھی تو
عشاق ہیں آخر آن کے بھی تو

تم سا نہیں کوئی شوخ جلاد
کرتا نہیں کوئی ایسی بے داد

یہ تم نے نئی طرح نکالی
معشوقی ہے آپ کی نرالی

ہر ناز و ادا ستم گری ہے
عاشق کشی آہ دل بری ہے

جو جو کہ ستم کیے ہیں تم نے
جو داغ مجھے دیے ہیں تم نے

جو تم نے بنائی میرے جی پر
یہ ظلم کوئی کرے کسی پر

در پیش یہی ہو گر سبھی کو
چاہے کوئی کا ہے کو کسی کو

دیکھو تو نگاہ غور سے خوب
لیلیٰ بھی تو تھی کسی کی محبوب

مجنوں سے تھے کیا سلوک آس کے
ایسے ہی تھے یا سلوک آس کے

شیریں کہ وہ موجب جفا ہے
مشہور جہاں میں بے وفا ہے

وہ بھی تو نہ تھی ستم گر ایسی
پہنچی سر کوہ کن پہ کیسی

اے باعث قطع دست موسیٰ
اے غیرت دل بر "زلیخا"

اے داروے درد بے قراراں
اے مرہم زخم دل فگاراں

اے موجب آہ و زاری دل
اے باعث بے قراری دل

اے حوصلہ سوز چارہ سازاں
آتش زن آرزو گدازاں

کب تک یہ ستم کے طور ظالم
کب تک یہ جفا و جور ظالم

کب تک یہ ستم گری کا شیوہ
کچھ عیب ہے دل بری کا شیوہ

کیوں بھاتے ہیں اتنے جور تجھ کو
آتا نہیں کیا کچھ اور تجھ کو

کیوں رنج پسند غم کشوں کا
کیا یہ ہی ہنر ہے مہ وشوں کا

یا ہے ترے زعم میں وفا عیب
ہے بھی تو سنیں[1] ہے اس میں کیا عیب

کیا تو ہی جہاں میں مہ جبیں ہے
آخر کوئی اور بھی حسیں ہے

ہیں اور بھی لوگ واقف ناز
اوروں میں بھی ہیں ترے سے انداز

---

۱ - "سنیں" طبع اول (صفحہ ۳۲۹) اور نسخہ نول کشور ۱۸۷۶ع حاشیہ (صفحہ ۲۰۹) میں - طبع ششم ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۰۲) میں "نہیں" ہے (مرتب)

ایام گزشتہ کا بیاں ہے
مذکور محبت بتاں ہے
ہے ورد زباں غم نہانی
ہے حالت دل کی قصہ خوانی
یعنی ہے زبس تصور یار
ہے یار سے یوں وہ گرم گفتار
اے جلوۂ برق خانماں سوز
اے شعلۂ آتش جہاں سوز
اے طعنہ زن فسوں نگاہاں
اے موجد قتل بے گناہاں
اے غارت جان و جان مومن
اے آفت خانمان مومن
اے دل‌بر و دل ربائے دل‌دار
اے کافر بے وفائے عیّار
اے محرم و محرم تمنا
اے ہمدم و ہم دم مسیحا
اے مہر عروج کج ادائی
اے ماہ بروج بے وفائی
اے نقش و نگار مسکن حسن
اے تازہ بہار گلشن حسن
اے نورس بوستان خوبی
تجھ پر سے نثار جان خوبی
اے جادوے پرفن و فسوں ساز
بازی دہ عاشقان جاں باز

جیسے کہ حنائی یار کا پاؤں
خوش رنگ کسی نگار کا پاؤں

یہ حالت قامت خمیدہ
جیسے شجر خزاں رسیدہ

وہ قامت خم ، الم فزا یوں
جوں بید سرمزار مجنوں

دیکھا جو نگاہ غور سے خوب
واللہ وہی جوان مطلوب

پر اور ہی طور ہو گیا کچھ
تھا اور کچھ اور ہو گیا کچھ

نے ہوش نہ آشنا شناسی
نسیان جنوں سے بے حواسی

جوں ابر نہایت اشک باری
جوں رعد بہ شدت آہ و زاری

ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز
دیپک کا ہے نغمۂ جنوں خیز

جو نالہ کہ زینت زباں ہے
جوں نوحۂ مرگ نوجواں ہے

القصہ سنا جو کان دھر کے
سمجھے جو بہت خیال کرکے

نالہ نہیں ، حرف درد و غم ہے
افسانۂ الفت صنم ہے

---

۱ - نسخہ نول کشور طبع ششم ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۰۱) میں "چوں" ہے -

وہ ناف کہ بحر غم کا گرداب
وہ ناف کہ چشم جان بے تاب

یوں دیدۂ جاں سدا جو وا ہے
کیا راہ اجل کی دیکھتا ہے

کہتا ہے حجاب چپ ہی رہنا
یہ حرف نہ[1] گفتنی نہ کہنا

پھرتی نہیں کام میں زباں کچھ
ہے مہر دہن حجاب یاں کچھ

چپ خامشی کی یہ جا ہے مومن
انگشت بہ لب حیا ہے مومن

سربازیوں کا جو دل میں ہے دھیاں
ہے زانو و فرق، گوے و چوگاں

یہ ساق کا حال ضعف سے ہے
ہے سلسلۂ گراں رگ و پے

صحرا کے چبھے جو پاؤں میں خار
اور پشت سے پھر[2] ہوے نمودار

یہ حال یہ رنگ پشت و پا کا
جیسے کہ ہو خار پشت صحرا

پاؤں کے جو پھوٹے خام چھالے
اور اس سے بہے لہو کے نالے

اور اس سے جو پاؤں تر ہوا ہے
عالم عجب اک بہار کا ہے

---

۱ - نسخۂ نول کشور طبع ۱۸۷۶ع (صفحہ ۲۰۸) میں ''نہ'' نہیں ، طباعت کی غلطی ہے - (مرتب)

۲ - ہوئے پھر ؟ (مرتب)

سینے میں زبس نہاں ہے آتش
یہ بال نہیں دھواں ہے سرکش
کاہش سے یہ حالت تن زار
پہلو کے سب استخواں نمودار
ہے فرق جو استخواں میں باہم
تشبیہ بتائیں اس کی کیا ہم
ہے قید میں مرغ جان غمناک
پہلو ہے قفس، یہ اس کے ہیں چاک
تھی پشت خمیدہ یا کماں تھی
تھا تیر کہ آہ خوں چکاں تھی
دل سینے میں تھا زبس کہ مضطر
رعشے کا سا تھا خلل بدن پر
اس دل کو کہوں میں کیونکہ سیماب
سیماب کہاں ہے ایسا بے تاب
ہاں کہیے تو مرغ نیم بسمل
پر اس کا کہاں یہ مضطرب دل
وہ جوش قلق پہ اپنے گر آئے
دو چار گز آپ شاید اڑ جائے
اس کی تپش اک جہاں ہلا دے
ہر زلزلہ آسماں ہلا دے
لاغر تھا یہ جسم کس ادا سے
پڑتے تھے کمر میں بل ہوا سے
پیشانی چیں نما کمر تھی
تھی زلف کسی کی یا کمر تھی

تھی یا کوئی تیغ آتشیں دم
یا شعلۂ آتش جہنم

تھا سیب ذقن تو سیب تھا وو
جو سوکھ کے زرد ہو گیا ہو

گردن کہ مئے الم کا مینا
تھی جس میں لہو کی گھونٹ صہبا

کیا دست خفا گلو سے چسپاں
عریانی کے جامے کا گریباں

امید بغل[۱] وصال جاناں
آغوش کشادہ ، چشم حیراں

داغ اُس کے زبس مثال گل تھے
تھے ہاتھ کہاں ، نہال گل تھے

پوچھے تھے جو اشک چشم پرخوں
جوں دست نگار پنجہ گل گوں

اُس سوختہ دل کا تھا وہ پنجہ
یا نخل چنار کا وہ پنجہ

کیا دولت سوزش دروں گرم
ہاں پنجۂ مہر سے فزوں گرم

زخموں سے جو خون دل ہے جاری
تھمتا نہیں متصل ہے جاری

ہر زخم سے کیا بہار خوں ہے
سینہ نہیں آبشار خوں ہے

۱۔ "بغل" نسخہ اول و دوم (صفحہ ۳۲۶ ، حاشیہ صفحہ ۲۰۷) میں "اجل" نسخۂ ششم (صفحہ ۳۰۰) ۔ مرتب

اللہ ری نگاہ حسرت آلود
دل خوں کن آہ حسرت آلود

انداز نگاہ چشم حیراں
جوں طرۂ خم بہ خم پریشاں

وہ کان کہ دو جلاجل غم
وہ کان کہ برگ نخل ماتم

لخت دل چاک گوشوارہ
''صدبرگ'' عذار پارہ پارہ

بینی تھی کہ شمع بزم ماتم
لب یا مہ غـرّۂ[1] محـرم

سبزہ سر پشت لب نمایاں
جوں سبزۂ تربت شہیداں

اک داغ سیاہ خال سا تھا
یہ لطف فغاں شعلہ زا تھا

آہوں سے جو ٹپکے متصل خوں
لب ہو رہے لالہ رنگ و گل گوں

سرگرم فغاں وہاں کہاں تھا
سوراخ نے گلو دہاں تھا

دنداں تھے وہ وقف لب بہ صدیاس
یا زخم میں ریزہ ہاے الماس

خنجر تھا الٰہی یا زباں تھی
خنجر سے زیادہ تر رواں تھی

---

۱ - ''غرۂ'' طبع اول (صفحہ ۳۲۷) - ''عشرۂ'' طبع دوم و ششم (صفحہ ۲۰۷، ۲۹۹) میں - (مرتب)

سب حال جبیں کی چیں سے ظاہر
قسمت کا لکھا جبیں سے ظاہر

حیران سا چہرہ آئنہ وار
منھ زرد بہ رنگ زعفراں زار

دود دل و متّہم بہ گیسو
ناخن کی خراش و نام ابرو

آنکھیں سبب سر شک گل گوں
جوں جام سر شہید پر خوں

مژگاں ، موے سر شہیداں
یا خار کہ دل میں تھے وہ پنہاں

اب آنکھوں میں اشک جو بھر آئے
وہ گریے کے ساتھ باہر آئے

ظاہر رخ مردمک سے ہے غم
ہے ان کو مگر کسی کا ماتم

ہیں ورنہ سیاہ پیرہن کیوں
ہیں دست مژہ سے سینہ زن کیوں

پر غم ہے تو ان کو کس کا ہے غم
ماتم ہے تو کس کا ہے یہ ماتم

جاری ہے جو متصل سدا خوں
شاید دل زار کا ہوا خوں

بے وجہ کہاں یہ ماجرا ہے
یوں بھی یہ قلق کہیں ہوا ہے

ہے کچھ تو کہ ہے کچھ اور ہی طور
کچھ تو ہے کہ ہے نظر ہی کچھ اور

کیا تن تہہ خاک ، اللہ اللہ
کیا صورت پاک ، اللہ اللہ

یہ جلوۂ حسن ناتوانی
زیبا آسے لاف لن ترانی

تشریح کا صفحہ وہ تن زار
ہر ہر رگ و پے غرض نمودار

کیا جبہہ سے نور عشق تاباں
مسجود[1] سرآمد خراباں

لٹکے ہوئے سر سے بال اس کے
تھے ضعف سے کیا وبال اس کے

کرتے تھے بیاں وہ خم بہ خم بال
سب جان کے پیچ و تاب کا حال

وہ موے سیہ شب جدائی
ہاں ہجر کی رات سر پہ آئی

وہ بال کہ زیب بخش سر تھے
آلودۂ خاک اس قدر تھے

بس یک سر مو کو جھاڑیے گر
پیدا ہو وہیں زمین دیگر

سر پر گل داغ یوں نمودار
جوں لالہ ہو زیب بخش دستار

---

۱ - ''مسجود و سرآمد خراباں'' طبع ششم (صفحہ ۲۹۸) میں اور نسخۂ طبع اول و دوم (صفحہ ۳۲۴ ، حاشیہ صفحہ ۲۰۶) میں ''مسجود سرامد خراماں'' ہے - (مرتب)

دیکھو تو یہ بخت کی رسائی
گم راہی نے کی یہ رہ نمائی[1]

یعنی اسی حالت قلق میں
وارد ہوئے دشت لق و دق میں

کیا دشت کہ رشک دشت مجنوں
جس سے کہ ہو کربلا کا دل خوں

لب ریز بہار صد جنوں تھا
ہر سنگ وہاں کا بے ستوں تھا

ہر نخل بہ‌حال صاحب دق
ہر موجۂ باد آہ عاشق

ہر نغمۂ طائران صحرا
جوں نالۂ[2] قیس وحشت افزا

ہر برگ درخت چہرۂ زرد
ہر چشمہ[3] طلسم چشم پر درد

اک شخص بہت خراب و خستہ
چہرے پہ غبار غم نشستہ

بیٹھا تھا وہ جا نشین مجنوں
حیران و ملول و خوار و محزوں

---

۱ - ''یہ'' نسخۂ طبع ششم (صفحہ ۲۹۸) میں اور ''ہے'' نسخۂ طبع اول اور دوم (۳۲۳ ، ۲۰۶) میں - (مرتب)

۲ - ''نالہ'' نسخہ طبع اول اور دوم میں - ''نامہ'' طبع ششم (صفحہ ۲۹۸) میں - (مرتب)

۳ - ''چشمہ'' نسخہ طبع اول اور دوم میں - ''چشم'' طبع ششم (صفحہ ۲۹۸) - میں (مرتب)

وہ ہی مرے حق میں سم ہوا پھر
وہ ہی سبب الم ہوا پھر

تھی برق جو موجب تبسم
اور موجۂ ابر کا تلاطم

ہے ہے پھر اسی نے جی جلایا
ہے ہے پھر اسی نے خوں رلایا

طغیان سر شک چشم گریاں
غارت گر خانماں[1] طوفاں

نالیدن رعد آہ و زاری
آتش دہ برق بے قراری

تھے ہم جو گئے پے تماشا
سو آپ ہی بن گئے تماشا

القصہ بہ تنگ آ گیا دل
ہرگز نہ کسی طرح لگا دل

روتے ہوئے ہم چلے وہاں سے
دو چار قدم چلے وہاں سے

بے طرح قلق نصیب جاں تھا
گھر آنے کا ہوش پھر کہاں تھا

بے تاب ہو بے خبر چلے آہ
لی جوش جنوں میں اور ہی راہ

گم راہی ہر ایک گام پر تھی
گم راہی تھی کا ہے کو خضر تھی

---

۱ - نسخہ اول اور دوم (صفحہ ۳۲۳ ، ۲۰۶) میں ''خانماں طوفان''
اور نسخہ طبع ششم (صفحہ ۲۹۷) میں ''خانماں تہا طوفان'' ہے (مرتب)

شرما کے ہے بید سے نگوں سر
فوارۂ آب "حوض کوثر"

گر دشت نہیں ہے غیرت باغ
ہے لالے کے دل میں کس لیے داغ

سنبل کو یہ پیچ و تاب کیوں ہے
احوال چمن خراب کیوں ہے

ہنگامۂ سیر کس قدر گرم
گل گشت میں شیخ شہر سرگرم

اس وقت کہ لطف آسماں تھا
ہم پر یہ سپہر مہرباں تھا

میں محو تجلی تماشا
ہر سمت روانہ بے تحاشا

تھے مائل عیش و شادمانی
دم دیتی تھی ہم پہ زندگانی

قسمت نے وھاں بھی غم دیا ھاے
یہ بخت زبوں نے کیا کیا ھاے

اک اور ھی تازہ گل کھلایا
یعنی وہ جوان یاد آیا

تھا آب جو زیر کاہ پنہاں
غم عین سرور میں ھوا واں

تھی سیر کہاں کی کیا تماشا
کچھ اور ھی پھر تو تھا تماشا

وہ سبزہ کہ باعث طرب تھا
وہ گل کہ نشاط کا سبب تھا

از بس که هے سبزہ جلوہ آرا
هے خاک طلسم چرخ خضرا

یوں سبز گیاہ جاں فزا هے
گویا خط یار دل ربا هے

کیا یوں جو هے جوش سبزہ بے حد
هر جاے هے معدن زمرد

خود رو گل دشت کیسے کیسے
شاید که بهشت میں هوں ایسے

هر رنگ کے گل جو هیں نمودار
صحرا کی زمیں هے صحن گل زار

هے سرخ تو رشک لاله و گل
هم رنگ سر شک خون بلبل

جام مے لاله گوں سے فائق
داغ آتش جلوۂ شقائق

هے کوئی اگر سیاهی مائل
سو دیدۂ اهل حسن کا تل

هے زرد تو نور چشم گل زار
یا جلوۂ حسن عاشق زار

اور هے جو سپید تو وہ دل خواہ
جیسی شب هجر کی سحر گاہ

هم جلوۂ دلبر سمن فام
جاں سوز نجوم آب اندام

ان پهولوں سے هے زمیں جو رنگیں
صحرا هے نگار خانۂ چیں

تکلیف کن سیاہ مستی
مفتی طریق مے پرستی

برباد دہ نشان توبہ
رخنہ گر خانمان توبہ

زاہد کی جو وہ ہوا ہو قسمت
کاھے کو رہے ہواے جنت

اور اس پہ وفور ابر و باراں
ہنگامۂ عید بادہ خواراں

ابر و گل و سبزہ سب طرب ریز
افلاک و زمیں، سرور انگیز

بس دیکھ کے اس گھڑی کا عالم
اپنے نہ تھے اختیار میں ہم

کھینچا ھی ہوا نے دامن دل
بھڑکی تپ شوق گلخن دل

جی چاھا کہ سیر دشت کیجے
ھے ابر شراب ناب پیجے

دل میں ھوئی اپنے جاے صحرا
زنجیر بنی ہواے صحرا

آخر ھوے مضطرب شتاباں
لے ھی گئی الفت بیاباں

دیکھیں تو کچھ اور ھی ھے عالم
صحرا بھی نہیں بہشت سے کم

رخسار زمیں پہ سبزہ ہر سو
ریحان خط عذار گل رو

رہنے لگا بے حواس اکثر
جانے لگا اس کے پاس اکثر

دیکھے جو ادھر سے طور الفت
سمجھا ہے اسے مری محبت

جب ہو گیا مرتبہ یقیں کا
پس پھر تو یہ ہو رہا وہیں کا

پایا جو ذرا وہاں ٹھکانا
سب جانے کا چھوڑا آنا جانا

ہم سے بھی رہی نہ پھر تو وہ بات
یک مرتبہ ترک کی ملاقات

کی ہم نے بہت تلاش اس کی
پر پائی نہ بود و باش اس کی

دیکھا نہ کہیں نشان اس کا
ہرگز نہ ملا مکان اس کا

ہر چند تلاش کُو بہ کُو کی
ہر عیش کدے میں جستجو کی

لیکن کہیں کچھ اثر نہ پایا
بے دید کہیں نظر نہ آیا

اس سے نہ ملے کئی برس ہم
ملنے کو گئے ترس ترس ہم

اک روز ہوائے روح افزا
دم جس کا بھرے ، دم مسیحا

جنبش دہ دست و پائے تصویر
تن پرور و جاں فزائے تصویر

الفت ہے کہاں، کہاں ہے یاری
باتیں یہ فریب کی ہیں ساری

ہیں سب یہ فریب دینے کے رنگ
ہیں دام میں اپنے لینے کے ڈھنگ

ہے اتنی جو گرمیٔ ملاقات
ہے اول عشق کی مدارات

آخر ہے وہی غم جدائی
وہ ہی گلہ‌ہاے بے وفائی

آغاز میں پائے جو یہ آرام
سوچا نہ کہ کیا ہے اس کا انجام

سمجھا کہ سدا نبھے‌گی یوں ہی
یہ مہر و وفا نبھے گی یوں ہی

اب رنج محال مرتے مرتے
ہے عیش و وصال مرتے مرتے

سننے کے نہیں کبھی یہ دل سوز
افسانہ طرازیٔ بد آموز

یاں غیر نہ آ سکے گا زنہار
ہر ایک سے اس کو کیا سروکار

کٹ جائے گی یوں ہی زندگانی
اب مجھ کو ہے عیش جاودانی

بہ مشغلہ ہر زماں رہے گا
ایسا ہی بس آساں رہے گا

چند ایسے خیال خام میں وہ
آتے ہی بس آیا دام میں وہ

دو یک دل و یک زبان گویا
دو قالب و ایک جان گویا

پیمان نباہ کے بہم تھے
سو عہد وفا کے دم بہ دم تھے

تھی "لحمک لحمی" حد سے افزوں
اللہ رے جوش گرمی خوں

دور آنکھ سے اک ذرا نہ ہوتا
بھولے سے کبھی جدا نہ ہوتا

جوں ناز و نیاز دونوں باہم
جوں معنی و لفظ دونوں توام

ناگاہ کسی سے دل لگایا
اک رشک پری سے دل لگایا

آنکھ آفت جان سے لڑائی
اک ترچھی نگہ کی برچھی کھائی

اک بت کا ہوا وہ آستاں بوس
مومن سے بنا برہمن افسوس

کی دوستی ایسے بےوفا سے
بیگانہ رہے جو آشنا سے

یار اپنے ہی گوں کے ایک عیّار
حیّالہ و دل فریب و مکّار

باتوں سے تو ٹپکے کیا محبت
اور دل میں نہ ہو ذرا محبت

دیکھی جو ادھر سے یوں لگاوٹ
سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

آرام و طرب میں صرف اوقات
مشغول سرور و عیش دن رات

هر دم اُسے شاد شاد دیکھا
سرمست مے مراد دیکھا

وہ طبع کبھی غمیں نہ دیکھی
بھولے سے جبیں پہ چیں نہ دیکھی

جوں غنچہ سدا کھلے هی جاتا
هر وقت ، هر آن مسکراتا

جوں شیشۂ سیر قلقل سے
صد خندہ و قہقہہ پیاپے

دیوانوں سے شوق بے نہایت
اشعار کا ذوق بے نہایت

تصحیح سخن پہ طبع مائل
علم شعرا میں فرد کامل

بے بذلہ سنجی نہ بات کوئی
ختم اس پہ هوئی لطیفہ گوئی

مل چلنے کی هر کسو سے تھی خو
تھا یار غرض جہاں میں تھا جو

هر پیر و جواں سے آشنائی
سارے هی جہاں سے آشنائی

اور مجھ سے تو اختلاط بے حد
یارانہ و ارتباط بے حد

هم دم وہ مرا میں اس کا دم ساز
وہ میرا ، میں اس کا محرم راز

کیا حال عجیب و دل نشیں ہے
افسانۂ درد آفریں ہے

آغاز داستان

اس شہر میں ایک نوجواں تھا
عشاق میں شہرۂ جہاں تھا
تھا نام تو "مومن" اور دیں کفر
جاں محو بتان و دل‌نشیں کفر
رسوائے زمان و تیرہ ایام
آوارہ و ہرزہ گرد و بدنام
دل بستۂ دام تار زنّار
جاروب کش دکان خمّار
ہر لحظہ سیاہ مست کافر
تھا ایک ہی بت پرست کافر
ربط اس کو بتان نازنیں سے
دنیا سے نہ کام کچھ ، نہ دیں سے
آشفتۂ کاکل پریشاں
انداز پرست کفر کیشاں
خونابہ فشاں کبھو نہ دیکھا
ہر سو نگراں کبھو نہ دیکھا
وقف غم و درد گھہ نہ پایا
گرم دم سرد گھہ نہ پایا
مدھوش شراب نوجوانی
سرشار نشاط و شادمانی

میں حال کو ان کے جانتا ہوں
افعال کو ان کے جانتا ہوں

اللہ مجھے بچائے ان سے
ہر گز نہ خدا ملائے ان سے

لے شوق سے جان گر ہو درکار
پر مجھ کو نہ دے یہ رنج و آزار

ہر آن ہے مرگ ناگہانی
قربان اجل پہ زندگانی

دوزخ کے عذاب سب قبول آہ
لیکن نہیں تاب سوز جاں کاہ

یہ شعلہ وہ ہے جو سر اٹھائے
اجزائے جحیم بھی جلائے

یہ داغ وہ آتش جہاں سوز
اک جس کا شرار آسماں سوز

یہ عشق ہے رنج جاودانی
ممکن ہی نہیں نجات پانی

گو آپ کہیں نہیں دیا دل
پر دیکھے ہیں عاشقان کامل

گر سنیے تو کچھ بیاں کروں میں
اک راز نہاں عیاں کروں میں

ہیں چند فغان عاشقانہ
آلودۂ درد ہے فسانہ

ہے قصۂ دوستان صادق
ناز صنم و نیاز عاشق

حسرت سے نہ ہاتھ کو ملیں یہ
تابوت کے ساتھ نے چلیں یہ
تا حسرت دل نہ کچھ کہے وہ
محروم اسی طرح رہے وہ

دو اشک نہ آنکھ سے بہائیں
چہلم میں سوم میں یہ نہ آئیں
پیٹیں نہ آسے یہ کھول کر بال
روئیں نہ یہ منہ پہ دھر کے رومال

ہوویں نہ شریک محفل غم
دیکھیں نہ بہار نخل ماتم
کچھ غم نہ کریں یہ لوگ اس کا
دو دن بھی رکھیں نہ سوگ اس کا

لب وقف مسی ہو، پان کھائیں
آج آپ کو اور بھی بنائیں
آلودہ حنا سے دست و پا ہوں
اغیار نہ دل میں تا خفا ہوں

خاطر ہو عدو کی ہائے منظور
ہر روز سے ہوں زیادہ مسرور
اور اس کا نہ ہو خیال ہرگز
محزوں نہ کرے ملال ہر گز

افسوس وہ نامراد، ناشاد
اک روز نہ آئے بھول کر یاد
سچ ہے کہ یہ ایک بے وفا ہیں
ہیں جتنے حسیں بری بلا ہیں

جو کھولے نہ دل ، دل اُس سے کھولیں
جو ان سے نہ بولے اس سے بولیں
جو بات کرے تو اس سے خاموش
جو یاد رکھے وہ ہو فراموش
جو ان کو بھلائے یاد رکھیں
ناشاد رکھے تو بھی شاد رکھیں
جو اُن کے وصال سے ہو مسرور
اس سے کہیں دم بہ دم کہ چل دور
جس کو نہ ہو حسرت ملاقات
آنکھوں ھی میں رکھیں اُس کو دن رات
جو کوئی کہ مائل وفا ہو
بے چارہ رہین صد جفا ہو
اور جس کو نہ ہو غم جدائی
اس سے نہ کریں یہ بے وفائی
ہوں کشتن خوں گرفتہ سے شاد
معشوق نہیں ھیں ، ھیں یہ جلاد
جو کوئی کہ ان کے پیچھے مر جائے
ان پر سے نثار جان کر جائے
وہ عشق میں ان کے جان دے ھائے
دوزخ کا عذاب سر پہ لے ھائے
ہنگام پسیں نہ آ پھریں پاس
کیا عذر بجا ھے جائے وسواس
یہ مرنے سے اُس کے دل خوش وشاد
فریاد یہ ، کیا ستم ھے ، فریاد

معشوق ہیں جتنے بے وفا ہیں
یہ ایک ہیں کس کے آشنا ہیں

ہیں اپنے یہ عاشقوں سے بدظن
ہیں اپنے ہی دوستوں کے دشمن

عاشق کو جو پیچ و تاب پائیں
آرام سے زلف کو بنائیں

بے درد نہ دیکھیں حال اس کا
تو بھی نہ پڑے وبال اس کا

عشاق تو کھینچیں آہ پُر دود
یہ کرتے ہیں چشم سرمہ آلود

دو چار قلق کے مارے نالے
عاشق کبھی لب سے گر نکالے

ہر گز نہ ادھر کو کان رکھیں
یہ گانے میں اپنا دھیان رکھیں

ہنس دیں جو ہو آشکار کوئی
راحت کہ ہے بے قرار کوئی

دشمن کو یہ دوست دار سمجھیں
بیگانہ وشوں کو یار سمجھیں

جو ان کو نہ چاہے اس کو چاہیں
ایسوں سے یہ بے وفا نباہیں

جو کوئی کرے علاج ان کا
اس سے رہے خوش مزاج ان کا

غم خوار کی اپنے جان کھالیں
جو جان دے اس کو مار ڈالیں

وہ غیر کے ساتھ شب گزارے
یاں نیند نہ آئے غم کے مارے
واں وسعت خواب گاہ گلزار
یاں اپنے نصیب بستر خار
واں زانوے غیر تکیۂ سر
یاں نیچے دھرا ہو سر کے پتھر
واں سوے رقیب عشوہ باری
یاں جان کے ساتھ دل فگاری
واں بوالہوسوں سے وہ ہم آغوش
یاں ہمدم نیشتر برو دوش
بوسوں کے عدو مزے اٹھائیں
ہم جان سے تلخ کام جائیں
واں منھ میں زبان دشمن افسوس
یاں حسرت لب گزیدن افسوس
واں وہ تو بہم طعام کھائیں
ہم مفت کا غم مدام کھائیں
وہ مے کے سبو پیا کریں واں
ہم دل کا لہو پیا کریں یاں
ان کو ہو سرور ، ہم کو ہو غم
ہو عید انھیں ، ہمیں محرّم
وہ چین سے کاٹے اپنی اوقات
یاں دل کو ہو اضطراب دن رات
لگتا ہے ڈر ان ستم گروں سے
اولیٰ حذر ان ستم گروں سے

ڈرتا ہوں کہ دل کہیں نہ لگ جائے
پھر اور نہ سر پہ کچھ بلا آئے
ایسے نہ پڑیں کسی کے پالے
جو درد حسد سے مار ڈالے
ایسا نہ ہو ایسا بے وفا ہو
جو رحم کو عیب جانتا ہو
میں چاہوں اُسے، پہ وہ نہ چاہے
میں اُس سے، وہ اور سے نباہے
میں اُس پہ مروں مرے نہ پر وہ
میں جان دوں اُس پہ، اور پر وہ
اُس سے مجھے عشق بے نہایت
مجھ سے اُسے ناز کی شکایت
ہجراں کا مجھے ملال ہر دم
غیروں سے اُسے وصال ہر دم
یاں چشم میں سرمہ خاک در سے
جھانکے وہ عدو کو چاک در سے
یاں دل میں بھری امید دیدار
واں دل پہ رقیب کے وہ رخسار
یاں چشم کو خواہش نظارہ
واں غیر سے دم بہ دم اشارہ
اوروں سے وصال کی حکایات
اور میری نہ پوچھے بھول کر بات
واں بزم میں راگ ہو رہا ہو
یاں نالوں کا تار بندھ گیا ہو

پھر ناوک درد دل شکن ہے
پھر سینے کا زخم خندہ زن ہے
پھر داغ جنوں سے سر پہ ہے گل
پھر نالہ ہے ہم نوائے بلبل
پھر ہے وہی پیچ و تاب دل کو
پھر ہے وہی اضطراب دل کو
پھر ہے وہی سنگ اور وہی سر
پھر ہے وہی سر، وہی ہے پتھر
پھر ہم دم و ہم نفس ہوئی آہ
دم ساز ہے نالۂ سحر گاہ
گستاخ ہے آہ خوں چکاں پھر
منھ لگنے لگا ہے کچھ فغاں پھر
غم کرنے لگا ہے غم گساری
دیتی ہے قرار، بے قراری
پھر ہے سر سیر دشت سر میں
پھر خار سے چبھتے ہیں جگر میں
پھر کوچۂ یار کی ہوس ہے
پھر گھر مرے واسطے قفس ہے
پھر آنکھوں سے خون دل بہے ہے
پھر سینہ بھی گرم سا رہے ہے
پھر دل میں مرے لگی ہے آتش
نالے سے برس رہی ہے آتش
پھر جھڑتے شرار ہیں سخن سے
پھر اڑتے ہیں شعلے سے دہن سے

دیکھیں تو یہ فصل کیا دکھائے
کیا کیا یہ بہار گل کھلائے
آگاہ مآل کار سے ہو
واقف مرے حال زار سے ہو

ہے یہ ھی تو وقت دوست داری
ہے یہ ھی زمان غم گساری
اگلی سی ہے یعنی پھر ملامت
پھر ہوتی چلی ہے وہ ھی حالت

اب عشق ہوا ہے مہرباں پھر
بے تاب ہے جان ناتواں پھر
پھر دل کو طپش سی ہو رہی ہے
سینے میں خلش سی ہو رہی ہے

پھر پہنچے ہے اب پیام الم کا
پھر آنے لگا سلام غم کا
پھر داغ کہن ہے تازہ و تر
پھر زخم جگر ہنسے ہے گل پر

پھر چشم ہے خوں فشان و خوں بار
پھر چہرہ بنا ہے زعفراں زار
پھر دیدۂ تر ہے وقف داماں
پھر ہاتھ ہے مائل گریباں

پھر آتے ہیں وہ ھی غش[1] سے پیہم
پھر ہے وہی بے خودی کا عالم

---

[1] ”غش سے پیہم“ نسخہ مطبوعہ مطبع نول کشور ۱۹۳۱ع (ص ۲۸۹) میں اور نسخہ طبع اول اور طبع دوم (ص ۳۱۵ ، حاشیہ ص ۲۰۰) میں ”غش پیہم“ ہے ۔ اس طرح غش کو تشدیدشین سے موزوں کرنا ہوگا ۔ مرتب

پامال کرے نہ یوں غم عشق
جینے دے عذاب ہر دم عشق
اس رنج و عذاب سے چھٹیں ہم
اس حال خراب سے چھٹیں ہم
خوناب کہاں تلک پیے دل
تڑپے ہے شراب کے لیے دل
گھر آتے ہیں جب سیاہ بادل
اور پڑتے ہیں بس نگاہ بادل
اُمڈے ہے وہیں سحاب گریہ
پہنچے ہے فلک تک آب گریہ
چلتی ہے جو باد نوبہاری
دم بھرتی ہے جی کا بے قراری
جب دیکھے ہے سبزہ لہلہاتا
کیا کیا ہی یہ جی ہے تلملاتا
لالے کا خیال آئے ہے گر
پڑ جاتے ہیں تازہ داغ دل پر
گل برگ کہیں جو دیکھ پایا
خوناب دل آنکھ نے بہایا
یاد آگئی اک عذار گل رنگ
دل غنچے سے بیش تر ہوا تنگ
رنگینی بزم کا بندھا دھیان
جوں بوے گل اڑ گئے بس اوسان
وہ کوچہ طلسم رشک گل زار
پھر جائے ہے پیش چشم یک بار

کیا رنگ چمن بہار پر ہے
عالم گل و لالہ زار پر ہے
آیا ہے نظر جو سرو بستاں
شمشاد کھڑا ہے سخت حیراں

اور دیکھ کے جلوہ ہاے شمشاد
پابند طرب ہے سرو آزاد
ہے وجد فزا نواے بلبل
قربان ترانہ ہاے بلبل

دلکش ہے غضب صداے قمری
کیا چیز ہے ہاے ہاے قمری
باندھے ہے ہوا نسیم کتنی
ہے روح فزا نسیم کتنی

کیا کیا ہی مچا رہا ہے دھوم ابر
آتا ہے مدام جھوم جھوم ابر
چل سوے چمن بہار دیکھیں
سیر گل و لالہ زار دیکھیں

بیٹھیں لب آب جو پہ یک دم
پی جائیں سبو سبو پہ یک دم
شاید اسی طرح چین آئے
جی ٹھہرے کچھ اضطراب جائے

پائے دل بے قرار تسکیں
مسرور ذرا ہو جان غمگیں
ہو چارہ پزیر درد الفت
اڑ جائے جہاں سے گرد کلفت

(۲) مثنوی دوم

" قصہء غم " (۱۲۳۵ھ)

نام ایں چند نالۂ پیہم
ہم چو تاریخ گشت "قصۂ غم"
۱۲۳۵

کج دار و مریز کب تلک یوں
بس جام میں بھر شراب گل‌گوں
پھر لب سے مرے اسے لگا دے
ساغر کئی متصل پلادے
ساقی ہیں یہ روز ہاے گل گشت
ہے غیرت باغ ہر بر و دشت
اب دور فلک سے دل ہوا شاد
ہے نام " حمل " کا مہر آباد
ہیں جلوۂ نوبہار کے دن
بد مستی بادہ خوار کے دن
تزئین سمن کے ہیں یہ ایام
گل لشت چمن کے ہیں یہ ایام

"مومن" آ تو بھی اپنے نام پہ جا
نام کو ان بتوں کے آگ لگا
چھوڑ بس الفت مجازی کو
کر سلام ایسی عشق بازی کو
کب تلک حسرت وصال اناث
کیا نہیں جانتا تو حال اناث
رنج و اندوہ بے نہایت کیوں
حیلہ اندیش کی شکایت کیوں
کسی نے کی ہے یا نہیں تعلیم
آیت "اِنَّ کَیدَکُنَّ عَظِیم"

اشک جاری ہیں دیدۂ نم سے
بات ظاہر ہے حال برہم سے

پوچھتا ہوں ہزار باعث کیں
جز خموشی وہاں جواب نہیں

چیں بہ ابرو ہوئی ساجت سے
سرگرانی بڑھی لجاجت سے

پھر کوئی ملنے کی طرح نہ ہوئی
صلح اب کے کسی طرح نہ ہوئی

آج تک ہے وہ بات ذہن نشیں
وہم طوفان اٹھانے کا ہے نہیں

ہے وہی خشم بے سبب اب تک
وہی غصہ وہی غضب اب تک

رشک جب باعث کدورت ہو
پھر صفائی کی خاک صورت ہو

اس کو پروا نہیں میں مرتا ہوں
چندے اور انتظار کرتا ہوں

بن ملے انتقام لوں گا میں
سچ کسی اور سے ملوں گا میں

لطف پیر فلک نے کیوں نہ کیے
عمر کیا تھی کہ ایسے داغ دیے

کیسی کیسی سیہ شبیں آئیں
ایسی ایسی بلائیں دکھلائیں

دیکھیں آگے دکھائے کیا کیا دن
ہے ابھی سترہ برس کا سن

میں نے بے تاب ہو کہا "کیا ہے"
لگی کہنے "تمھیں بلایا ہے"
کہا میں نے کہ رہ کے آؤں گا
ایک دو شعر کہہ کے آؤں گا

گئی بگڑی ہوئی وہ مایۂ کیں
منھ بنائے ہوئے جبیں پر چیں
جا کے اُس سے کہا کہ اے نادان
بے خبر کس طرف ہے تیرا دھیان

تو ہے ان کے لیے حزین و ملول
وہ ہیں عیش و نشاط میں مشغول
اب وہ کھل کھیلے کب ہیں تجھ پر بند
دیکھ کر مجھ کو کرلیا در بند

رخنۂ در سے میں نے جب جھانکا
اور عالم نظر پڑا واں کا
اک پری وش نہ تجھ سی غیرت حور
پاس بیٹھی تھی اُن کے اب سے دور

میری آواز سن نہ آئے نکل
وہیں سے "بولے آؤں گا تو چل"
جوں ہی یہ حرف تا بہ لب آیا
گئی وہ ہاتھ سے غضب آیا

بات کہنے میں اُس نے کام کیا
قصۂ دوستی تمام کیا
میں جو آیا تو التفات نہیں
وہ نظر، وہ سخن، وہ بات نہیں

یعنی اک پیر زال شعبدہ باز
چرخ کی طرح تفرقہ انداز
بے سبب میری دشمن جانی
ہوئی سر گرم خانہ ویرانی
اس سراپا وفا کی یار بنی
کیا حریفانہ دوست دار بنی
خیر خواہی جتائی رنگا رنگ
لائی اس سادہ رو سے کیا کیا رنگ
جب یقیں ہو گیا کہ یار ہے یہ
محرم راز و راز دار ہے یہ
لگے ہونے ہر اک طرح کے کلام
ہوئی آخر ذریعۂ پیغام
جب بلائے وہ، آ کے لے جائے
میں جہاں ہوں بلا کے لے جائے
ایک دن جو بلانے آئی وہ
دن نہ تھا، تھی شب جدائی وہ
ڈھونڈھ کر ہر ٹھکانے میں ظالم
پہنچی دیوان خانے میں ظالم
بند دروازہ واں کا تھا ناگاہ
در کشائے سخن دل آگاہ
شوق کو مشق نالۂ موزوں
باندھتا تھا میں دل کشا مضموں
آ کے بولی کہ کوئی ہے تو بول
آج کیا بندوبست ہے در کھول

کیا کہوں اشک چشم نم کا جوش
ہو گئی آتش غضب خاموش
ہو گئے دل سے دور کین و عناد
مل گئی بارے تھی جو اپنی مراد
پھر مئے وصل سے ہوے بے ہوش
بن گیا گھر دکان بادہ فروش
اس کی دل بستگی کے ہائے مزے
خوب دل کھول کر اٹھائے مزے
تلخ کامی کو تلخ کام کیا
درد ہجراں سے انتقام لیا
کاہش یاس کا جگر خوں تھا
دونوں کا شوق روز افزوں تھا
دونوں جانب سے دل دہی ہر دم
محو دن رات اسی خیال میں ہم
سختی اس طبع نازنیں پہ نہ ہو
منھ تکے وہ کہ چیں جبیں پہ نہ ہو
ہر طرح جان و دل کو صبر و شکیب
بیم گردوں رہا نہ ترس رقیب
اب پریشانیوں میں خاطر جمع
رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع
یوں ہی یک چند ارتباط رہا
دورۂ عشرت و نشاط رہا
ہائے نیرنگ چرخ بوقلموں
پھر نئے رنگ سے کیا دل خوں

تار دم چلّہ عرش پر باندھے
کیا ہوا آہ بے اثر باندھے
دم افسون نالہ ، بے تاثیر
جادو الٹے ، ہمیشہ جوں تقدیر
اشک بربار دیدۂ نم میں
خاک اثر آتش تپ غم میں
دور گردوں سے مدّعا پامال
دست حسرت کف دعاے وصال
التجا داد خواہ دور قضا
عاجزی شاکی جفاے رضا
روز افزوں تباھی احوال
الغرض یوں ھی کٹ گئے دو سال
اپنے کوٹھے پہ ایک دن تنہا
پھر رھی تھی وہ آفتاب لقا
اسی دم میں بھی ناگہاں پہنچا
داد کو میری آسماں پہنچا
دوڑ کر لگ گیا گلے سے بس
زور کرتے ھیں جس طرح بے بس
وہ بہت آپ کو چھڑایا کی
تھی مری جان تلملایا کی
صید آخر ھوئی وہ نازک دوش
حلقۂ دام تھا نہ تھی آغوش
کر گئی بارے دل میں تاثیر آہ
تھے مجرّب فسون تسخیر آہ

کیوں زیادہ ہے مجلس آرائی
ابھی کچھ کم ہوئی ہے رسوائی
میں نے کی جتنی معذرت نہ سنی
شوق دل کی مبادرت نہ سنی
رحم آیا نہ خستہ حالی پر
ضد رہی اپنی لا ابالی پر
خواہش گردش زمانہ ہوئی
مہرباں وہ قمر لقا نہ ہوئی
بات بگڑی زیادہ افغاں سے
منہ بنا کر وہ اٹھ گئی واں سے
میں بھی ناچار ہو چلا آیا
قرعہ برعکس مدّعا آیا
نجم طالع کو پھر زوال ہوا
اپنا گھر خانۂ وبال ہوا
قلق و جوش منفعل کیا کیا
مجھ سے بے تابیاں خجل کیا کیا
اس عداوت پہ ربط زاری سے
بارے اس کیں پہ بے قراری سے
گہ غم ہجر ، گاہ یاس وصال
جوں زماں دم بہ دم تغیر احوال
کبھی جوں سایہ خاک پر گرنا
کبھی بے تاب دوڑتے پھرنا
کبھی جوش سرشک طوفاں بار
کبھی آہوں کا باندھ دینا تار

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن
ملے تنہا وہ راحت دل و جان
عذر تحریک اضطراب کروں
شکوۂ جوش پیچ و تاب کروں
سو سر شام اُدھر ہوا جو گزار
ملی تنہا وہ شمع شعلہ عذار
چشم نم سے پڑی نظر مجھ کو
ہوگئی آگ دیکھ کر مجھ کو
لگی کہنے کہ چل ہوا کھا بس
جی بھرا آئے ہے ، چلا جا بس
پاس اپنے بٹھانے سے تیرے
کھڑے ہوتے ہیں رونگٹے میرے
چاہیے دل کے بدلے لاگ لگے
جل گئی جان تجھ کو آگ لگے
واہ کیا خوب آشنائی کی
سخت بیگانگی ، برائی کی
مورد طعن شیخ و شاب کیا
ساتھ اپنے مجھے خراب کیا
تجھ سے اب دل لگائے وہ ناکام
جس کو ہونا ہو خلق مں بدنام
کیوں نہ دل میں مرے کدورت آئے
کیا کیا یہ تو خاک میں مل جائے
ڈھونڈھ لے اور کوئی مہ رو اب
ہاتھ اٹھا میرے ملنے سے تو اب

تو سہی صبح دھوم اٹھاؤں میں
فتنۂ خفتہ کو جگاؤں میں
اٹھتے ہی یہ صدا کھڑے ہوے کان
اڑ گیا واں سے بس میں جوں اوسان
گھر میں آیا پہ خوف سے جی جائے
فتنہ اٹھنے سے جان بیٹھی جائے
کیا خیال و گماں کے نیرنجات
تھے بہت سانگ اور تھوڑی رات
صبح کا دم بھی ڈر سے کیا نکلا
مہر نکلا تو کانپتا نکلا
اڑ گیا رنگ رو بہ رنگ شفق
ہو گیا جوں سحر مرا منھ فق
منتظر اب قیامت آتی ہے
تیرہ روزوں کی شامت آتی ہے
راز شب آشکارا ہوتا ہے
شور محشر دوبارا ہوتا ہے
سارے دن دم بہ دم یہی وسواس
رشک روز نشور، ہوش و حواس
لیک راز نہاں، نہاں ہی رہا
بارے اس کے کہے سے کچھ نہ کہا
بس کہ یہ بھی خیال تھا کہ مباد
متردد ہو اس کی خاطر شاد
زنگ اندیشہ آئنے پر ہو
مجھ سے وہ صاف دل مکدر ہو

تھم گئے بارے اضطراب کو دیکھ
ٹھہرے یک لحظہ پیچ و تاب کو دیکھ
دل مے وصل سے خراب ہوا
پھر یہ ناکام کامیاب ہوا
اٹھ گئے لیک جلد وہ خود کام
میں ہوس کار رہ گیا دل تھام
گھر میں آیا ولے میں خود رفتہ
شعلہ بے تابی دل تفتہ
تپش دل سے درد پہلو میں
جان بے طاقتی کے قابو میں
نہ تھما جی تو اٹھ کے پھرنے لگا
ہر طرف سایہ وار گرنے لگا
جب کسی طرح سے نہ صبر آیا
سادگی نے یہ نقش بٹھلایا
کہ جو پھر واں چلو تو ڈر کس کا
ہوش رکھتے ہیں بے خبر کس کا
لے چلا کھینچ اضطراب مجھے
کہ نہ تھی کش مکش کی تاب مجھے
لیک ہر گام مجھ کو وہم آ جائے
اپنے کھٹکوں سے آپ سہما جائے
صحن میں تھا کہ بولی اک زن پیر
ہیں یہ دونوں جوان کیسے شریر
ہم تو بے خوابیوں سے مرتے ہیں
آپ ہر رات چین کرتے ہیں

زیر خاک آسماں دکھائی دے
بے نشاں کا نشاں دکھائی دے
مجھ کو یہ رنگ دیکھ کر وسواس
کثرت اشتیاق پر یہ هراس
کہ کوئی محو ماہ تاب نہ ہو
چشم وا ، پائے بند خواب نہ ہو
دیکھ لیوے وہ آتے جاتے مباد
اٹھ کھڑے ہوں کچھ اور فتنے فساد
آج جانا وہاں کا خوب نہیں
بات بن کر بگڑ نہ جائے کہیں
پر دل بے قرار رہ نہ سکا
صدمۂ اشتیاق سہہ نہ سکا
دیکھتے ہی مجھے وہ گھبرائے
پاس گم کردہ ہوش و صبر آئے
لگے کہنے غضب کیا تو نے
مجھ کو رسوا پھر اب کیا تو نے
چھوڑ دے ہاتھ کیا پکڑتا ہے
جا ابھی کوئی آ پکڑتا ہے
دور ، تجھ کو نہیں ہے پاس حیا
شرم آتی نہیں یہ ننگ گیا
میں نے منت سے التماس کیا
کہ محبت نے بے حواس کیا
کیا کروں دل پہ اختیار نہیں
جان کو تیرے بن قرار نہیں

جب ہوئی خاطر پریشاں جمع
پھر تو ہر شب بسان شعلہ و شمع
کیں عجب گرم جوشیاں دل نے
لگے اس برق جلوہ سے ملنے
قصہ کوتاہ اک زمان دراز
نہ ہوا گھر میں کوئی محرم راز
ایک شب جوش انبساط و سرور
ساغر مہ لبالب مے نور
ظلمت شب بیاض روز سپید
قمر و کاسہ لیسئ خورشید
ہر ہر اختر جواب ماہ وشاں
خرمن برق ، خط کاہ کشاں
شرم اس شب سے شمع طور کرے
لیلۃ القدر اخذ نور کرے
جلوۂ ماہتاب نور فشاں
پردۂ سایہ ، ہم قماش کتاں
ذرہ ذرہ غبار نورانی
صبح محشر کی سی درخشانی
جوں دل صاف کاشف اسرار
ہم فروغ ضمیر شب بیدار
روشنی سے نظر کو پائے نظر
نگہ چشم مور آئے نظر
عالم آئینۂ تجلی ذات
جنبش عرش گردش اوقات

نیم شب جب ہوئی عناں کش دل
جانب منزل مہ کامل
تھا ستم فکر خواب ناز کا وہم
نگہ چشم نیم باز کا وہم
ہوے آنکھوں سے ڈرتے ڈرتے رواں
لغزش پا تھی جنبش مژگاں
تیرہ بختی نے کیا ڈرایا تھا
سایہ اپنا پری کا سایا تھا
فکر رفت و نشست و گشت ستم
بارے پہنچے، ملے، پھر آئے ہم
اور کسی کو ذرا خبر نہ ہوئی
انجم نحس کی نظر نہ ہوئی
لطف چرخ بلند پیشانی
دیدۂ مہ نے کی نگہ بانی
نہ ہوئی چشم عیب بینا باز
نہ ذرا سر اٹھا سکے غمّاز
خواب سرخوش نے سر دبائے رکھا
بخت بیدار نے سلائے رکھا
رہی پوشیدہ گرم جوشی شب
کھل گئی ہم پہ پردہ پوشی شب
دوسری رات بھی وصال ہوا
روز فرقت کا انتقال ہوا
نہ ہوا بارے پھر کوئی آگاہ
بے حواسوں کی ہوشیاری واہ

اس نے رخصت کیا بہ مجبوری
پھر وہی غم، وہی غم دوری
آئے گھر میں تپ الم کے ساتھ
شعلے دل سے اٹھے قدم کے ساتھ
گھر میں آتے ہی واں کا دھیان آیا
چل دیا صبر، جوں مکان آیا
تا سحر جان پر عذاب رہا
ماہ کی طرح اضطراب رہا
صبح دم پھر وہی نظر بازی
چشم ناز اور ناوک اندازی
درد ایسا حکایت مطلب
نظروں میں وثوق وعدۂ شب
انتظار سواد روز گزار
سرمۂ چشم آرزو شب تار
نگہ دیدۂ فروغ سواد
طرف مہر، مہروش سے زیاد
دودۂ شام، نقش صفحۂ میل
شوق تفسیر سورۂ واللیل
دن ملاقات کا خوشی سے کٹا
دل بڑھا جس قدر کہ روز گھٹا
تھی یہی حالت آدھی رات تلک
دم بہ دم چشم شوق، سوے فلک
غور تثلیث چشم کوکب میں
آرزو وصل کی دل شب میں

حال سے بے خبر رہیں غمّاز
نکلے حسرت نہ پاؤں کی آواز
اب کی یہ بات گر ہوئی مشہور
پھر ملوں تم سے اس کا کیا مذکور

آ کے یاں بھی نہ پاؤں پھیلانا
اب نہ ہووے گا شب کا رہ جانا
یہی بس ایک دو گھڑی ٹھہرے
نہ کہ دل بھرنے بلکہ جی ٹھہرے

یوں بھی چندے اگر رہی اوقات
راہ پر آئے چرخ بد حرکات
دور ایام کچھ ستم نہ کرے
شب عشرت کو روز غم نہ کرے

دولت بے زوال جانیں ہم
شب و روز وصال جانیں ہم
کیا کہوں میں کہ سنتے ہی یہ نوید
ہوگئی کیسی اپنے گھر میں عید

سر کو پاؤں پہ دھر دیا میں نے
سجدۂ شکر یوں کیا میں نے
صدقے کیا کیا نہ میں ہوا اس کے
گلے کس کس طرح لگا اس کے

ہوگیا پھر فسانہ شکوۂ غم
قسمت بخت خفتہ، خواب عدم
رکم کم امید بارے بر آئی
ات اس میں زیادہ تر آئی

خون فشاں دیدۂ پر آب رہے
حال گھر کی طرح خراب رہے
اگر امید بر نہیں آتی
جان رہتی نظر نہیں آتی
ابتدا میں تھے کیسے کیسے سرور
سچ ہے پر کہیے کیوں کر اب سے دور
آخر کار دیکھیے کیا ہو
وہ ہی کچھ ہو تو کیا تماشا ہو
آپ کی چاہیے کوئی تدبیر
آگے جو ہووے خواہش تقدیر
ڈھب انھیں کے خیال میں آیا
سوچتے سوچتے یہ فرمایا
نیند آخر تو ساری رات نہیں
سہر شوق سے نجات نہیں
جب کہ اک ایک گھر میں سو جاوے
بے خود اپنی طرح سے ہو جاوے
آؤ تم یاں پہ ہوشیاری سے
پختگی سے نہ خام کاری سے
رہیں بے دست و پائیاں ہر گام
ہیں گراں دل کو پر سبک ہو خرام
خاک بھی جوں نشان پا نہ آٹھے
پاؤں آٹھے ولے صدا نہ آٹھے
بانگ پا چشم بستہ کی ہو نظر
خاک زیر قدوم سرمہ اثر

شام سے چشم باز صبح تلک
ھجر میں کیا لگے پلک سے پلک

سبزۂ خفتہ سنبل شاداب
خار بستر ھے خواب ، بستر خواب

لذتیں شورشوں میں آتی ھیں
حسرتیں جان کھائے جاتی ھیں

منہ میں پڑتی نہیں ھے کھیل اُڑ کر
زندگانی ھے غصہ کھانے پر

بھوک بھی گر لگے تو غم کھاؤں
تشنگی ھو تو اشک پی جاؤں

زندگی ناگوار ھے تجھ بن
پانی اُترے گلے سے کیا ممکن

تلخ کامی ھے شہد ناب کے گھونٹ
زھر کے گھونٹ ھیں شراب کے گھونٹ

کوفت پر کچھ یہ تاب لاتی ھے
کوئی سنداں کہ میری چھاتی ھے

ایسے صدمے اُٹھانے ھیں مشکل
مجھ کو کہنا بجا ھے سنگیں دل

جھڑتے ھیں جذبۂ قلق سے شرار
ھے جگر سنگ و سنگ آتش بار

تپ غم شعلہ زن ھے سینے میں
بوے خوں آئے ھے پسینے میں

نالے کے ساتھ دل میں اُٹھے ھے درد
آہ کی طرح دست و پا ھوں سرد

یاد آتے ہیں وصل کے آرام
ہوں میں بے تاب گردش ایام

اگلی باتیں تمام بھول گئی
شوخی آلا کلام بھول گئی

میں کہاں اور کہاں فسانۂ عیش
ہوگیا خواب سا زمانۂ عیش

میں کہاں اور فکر آرائش
سادگی بھی ہے رنگ آسائش

میں کہاں اور کہاں وہ ناز و غرور
بات کرنے کا بھی نہیں مقدور

میں کہاں اور کہاں خود آرائی
بے خودی ہوگئی تماشائی

نہ رہا رنگ شوق آئنہ کیا
روے حیران کا معائنہ کیا

ہے نظر میں مری سیہ عالم
سرمہ آلودہ کیا ہو دیدۂ نم

چشم خود بینی آنکھ دکھلائے
بن ترے دیکھے کیا نظر آئے

چشم سے گوں ہے خوں ناب فشاں
رگ حلق بریدہ ہے مژگاں

ہر شب غم یہ جوش ماتم ہے
کہ شب عشرۂ محرم ہے

نیند آتی نہیں کسی ڈھب سے
آنکھیں ملتی ہیں لیک کوکب سے

دل کو لب کی طرف رجوع کیا
قصۂ درد و غم شروع کیا

کہ ترے واسطے میں خوار ہوئی
بے حجابی سے شرم سار ہوئی

کیسی رسوائیاں ہوئیں ہے ہے
محشر آرائیاں ہوئیں ہے ہے

مضطرب ساز جاں ندامت ہے
صبر اب بھی نہیں یہ شامت ہے

تیری الفت تھی دشمنی اپنی
کیا کہوں تجھ سے میں بنی اپنی

تیرے پیچھے غضب ہوا کیا کچھ
پیش آئیں بلائیں کیا کیا کچھ

کاوش اقربا کی دل شکنی
طعنۂ دشمناں کی نیش زنی

خلش خار رنج و ملال
اضطراب فراق و شوق وصال

یہ خزاں اور بلا جنوں کا جوش
دم بہ دم اشک لالہ گوں کا جوش

جس جگہ کرتے تھے بہم آرام
وحشت آتی ہے دیکھ کر وہ مقام

سگ گزیدہ کی طرح ہوں مضطر
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر

چین نے مضطرب کیا مجھ کو
تیرے ملنے نے کھو دیا مجھ کو

دور لیل و نہار نے مارا
ستم روزگار نے مارا
بگڑے ایام کس قدر افسوس
بن گئی کیسی جان پر افسوس
درد دل ہر طرح سناتے ہم
بے حواسی سدا جتاتے ہم
کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے
کہ ہوا مہرباں فلک یعنے
کئی دن بعد ایک شب تنہا
اتفاقاً ملی وہ مہ سیما
بس مجھے دیکھتے ہی رونے لگی
سلک گوہر نثار ہونے لگی
گریہ رہ رہ کے بار بار آیا
جھوم جھوم ابر نوبہار آیا
لب پہ ہردم وہ نالۂ غم کش
رعد جس کا نہ ہو سکے دم کش
نفس گرم کا قلق دم ساز
غیرت برق شعلۂ آواز
چاہے وہ چپ رہے پہ رہ نہ سکی
جی میں دل کی کہوں پہ کہہ نہ سکی
جوش میں درد دل کہا کب جائے
یوں ہی برباد حرف مطلب جائے
آخر اس ولولے سے صبر کیا
جی پہ بے اختیار جبر کیا

تیرے بن زیست کس کو بھاتی ہے
نام مردن سے لذت آتی ہے
بے ملے چین کیوں کہ دم بھر آئے
جان جاتی ہے صبر کیوں کر آئے
کیسی قسمت ہماری پھوٹ گئی
تیرے ملنے کی آس ٹوٹ گئی
بے خبر تھے کہ چین آیا تھا
طالع خفتہ نے سلایا تھا
سجدۂ شکر نے نہ کی تاثیر
کیسی اپنی الٹ گئی تقدیر
سیر اختر سے ہوں میں سرگشتہ
نہ پھرے ہائے بخت برگشتہ
ہو گئی رجعت آہ گردوں کو
عکس تھا مجھ سے بخت واژوں کو
ماہ نے خاک پر لٹایا ہے
گردش مہر نے جلایا ہے
کیا فروغ آتش فراق میں ہیں
مشتری زہرہ احتراق میں ہیں
جان پامال راس ہے جوں خاک
سیر مریخ نے کیا ہے ہلاک
ہے عطارد کو ان دنوں میں وبال
خط تقدیر مٹ سکے یہ محال
ہندوے چرخ نے تباہ کیا
روز روشن مرا سیاہ کیا

سامنے جو وہ مہروش آئے
مجھ کو جوں تاب مہر غش آئے
گر پڑوں صحن خانہ میں ناچار
صورت سایۂ در و دیوار
شوق دیدن کو بس کہ جوش آئے
بے قراری سے مجھ کو ہوش آئے
دیکھ کر اس کی جلوہ فرمائی
مضطرب دیدۂ تماشائی
خواہشیں دل کو ہوویں شدت سے
بیٹھا دیکھوں نگاہ حسرت سے
آرزو لذتیں اٹھانے کی
پہلوے شوق میں بٹھانے کی
گلے لگنے کو بس کہ جی ترسے
مستعد دل کہ گر پڑے بر سے
جان کو ٹھہرنے کی تاب کہاں
چین لینے دے اضطراب کہاں
مضطرب سامنے پھروں ناچار
ورد لب اپنے حسب حال اشعار
برق بے تاب شرم ساری ہے
بے قراری سی بے قراری ہے
وصل کی آرزو نے قتل کیا
غم فرقت نے انتقام لیا
دست برد الم سے ہوں پامال
تیرے سر کی قسم نہیں ہے حال

جوں ہوا چاک ووں ہی سلوایا
کیا گریباں جنوں کے ہاتھ آیا

متصل خیرباد لب پر آئے
پر نہ یہ بے حیا مصیبت جائے

زخم پنہاں سے دل ہوا گل زار
گل کھلا تھا سو اس کی دیکھی بہار

دھیان سے جلد ہوس جانے لگا
یاد سے پیش تر غم آنے لگا

سہر و مہ دونوں دشمن کیں توز
داغ دیں کیا نئے نئے شب و روز

دم شماری میں گزرے ساری رات
نفس واپسیں میں سب اوقات

خواب کیسا کروں تصور بھی
چشم وا ، بند ہو سکے نہ کبھی

غم نگہبان دیدۂ بے دار
آنکھیں دکھلائے حسرت دیدار

وہم درمان دل کرے ہر شب
شکل بستر سے مشورے ہر شب

شعلہ رو کا خیال جان جلائے
شمع بالیں کو دیکھ رونا آئے

دھیان مہتاب پر کبھی جو جائے
لوٹتے لوٹتے سحر ہو جائے

چہرہ دستی کرے جنوں بے باک
صبح کے ساتھ ہو گریباں چاک

جائے اختر گنوں ستیزہ شعار
شب ہجراں جواب روز شمار
چین بیم بلا نہ ہونے دے
چشم چپ کی پھڑک نہ سونے دے
شوق نظارہ سے نگہ بے تاب
نجم سیّارہ دیدۂ بے خواب
جاں مصیبت کش خمار مدام
خواب و خور صورت شراب حرام
گرم بازار گریۂ ہمہ جوش
دیدۂ نم دکان شیشہ فروش
دل تنگ و ہجوم درد و محن
زخم نو ہم نشین داغ کہن
نفس گرم و شعلہ افشانی
سوز تقریر دوزخ ثانی
جھڑے پھولوں کے بدلے منہ سے شرار
رشک گل ریز ، آہ آتش بار
شعلۂ آہ سے فلک بے تاب
"حوت" ہم داغ ماہی بے آب
بے خودی میں نہ بات کا سر پاؤں
اڑ گئے ہوش رکھ کے سر پر پاؤں
چاک دل کشت زعفراں دیدہ
رخ گل گوں ، گل خزاں دیدہ
مرتے مرتے نہ دیکھا میرا منہ
رنگ رفتہ نے ایسا پھیرا منہ

صاف طوفان اُس کو جان گئے
دشمن جان اُس کو جان گئے
کی وہاں جانے کی مگر بندی
مجھ سا دل بند اور نظر بندی
دام تار نگاہ میں ہیں اسیر
حلقۂ چشم ، حلقۂ زنجیر
ہائے کس نور چشم پر تاکید
لگے آنکھوں میں رکھنے بس بے دید
اب کہاں وہ وصال تنہائی
غم عزلت ، ملال تنہائی
سعی آرام و ناصبوری ہائے
خوگر وصل و رنج دوری ہائے
تپش دل کی حدّتیں کیسی
مجھ سے نازک پہ شدتیں کیسی
صید محرومی آرزوے وصال
سعی پرواز شوق بے پروبال
حسرت آمادۂ طلب گاری
عزت افتادۂ رہ خواری
محشر آباد یاس و حرماں دل
خانہ زاد جنون پنہاں دل
خار غم تیز سینہ کاوی میں
مژہ سرگرم خوں تراوی میں
نالۂ قیس جوش واویلا
روز غم ہم تجلی لیلی

کس کو تھا ان خرابیوں سے کام
کون تیرے سوا ہوا بدنام
باعث عبرت جہاں تو ہوا
ہائے کیا ننگ خانماں تو ہوا
تیرے جینے سے جیسا دل تھا شاد
اب خوشی موت کی ہے اے ناشاد
سن کے میں نے کہا عتاب کے ساتھ
گریہ آیا مجھے جواب کے ساتھ
بات کہنے میں رو دیا میں نے
جو جواب آیا سو دیا میں نے
عرض کی وجہ افترا کیا ہے
روئے دیتے ہو ماجرا کیا ہے
خیر ہے کچھ خیال مفسدہ ہے
کس شرانگیز کا یہ شعبدہ ہے
کس طرح جھوٹی باور آئی بات
کیوں بگڑتے ہو ، ہے بنائی بات
مجھ سا نادان عشق کیا جانے
شوق زلف سیہ بلا جانے
آپ کو میں ہلاک کرتا ہوں
لیے مرتے ہو کس پہ ، مرتا ہوں
بے گنہ انتقام لیتے ہو
دل نہ دینے کے طعنے دیتے ہو
جھوٹی اک آدھ جب قسم کھائی
سمجھے سچ ہے یہ سن و شیدائی

کہہ سنا اب بھی چھوڑ دے یہ خیال
خواب ہو جائے تا پریشاں حال
عزت و شان خاندان کو دیکھ
جاہ ہم اوج آسماں کو دیکھ
جوں زمیں بس ذلیل و خوار نہ ہو
دل احباب کا غبار نہ ہو
جوں فلک کج روی سے باز آ تو
پھر نہ ہم راہ ماہ سیما تو
کیوں روش تیری بے محابا ہے
یہ چلن سب خلاف آبا ہے
کس نے یوں سعی عشق بازی کی
کس نے اس طرح ہرزہ[1] تازی کی
کون تھا محو آئنہ رو کا
تشنہ لب آب تیغ ابرو کا
کس کی آنکھیں تھیں فرش رہ ہرگام
کون تھا پائمال طرز خرام
کس کو تھا اشتیاق چشم سیہ
کون تھا تختہ مشق کلک مژہ
کس کو تھا شوق مصرع گیسو
منتخب کس کے تھی بیاض گلو
غش ہوا کون عنبریں مو پر
دم دیا کس نے تیغ ابرو پر

---

[1] ''ہرزہ تازی'' نسخہ کلیات مومن مطبع نول کشور طبع ۱۹۳۱ء (صفحہ ۲۷۳) اور طبع اول (صفحہ ۲۹۸) میں ''ہرزہ بازی'' نسخہ طبع دوم (حاشیہ صفحہ ۱۸۹) مرتب

تو سہی ہم بھی ناک میں دم لائیں
بھیجیں مکتب میں پھر بہ‌زور پڑھائیں

کب تلک در گزر بھلا ہووے
کیا کیا یہ ترا برا ہووے

ہم سمجھتے تھے گھر کی آبادی
تو نے کی ہائے خانہ بربادی

نہ ڈرا یہ کہ کھل نہ جائے کہیں
کوئی آخر مرے بھی ہے کہ نہیں

آرزو تھی کہ نکلیں گے ارماں
کدخدائی کے کرتے تھے ساماں

نسبتوں کے کلام تھے کیا کیا
جا بہ جا سے پیام تھے کیا کیا

اس توقع سے اب ہوے مایوس
آ گیا حرف بات میں افسوس

سن کے ایسے صفات نا معقول
نہ کرے گا کوئی جہاں میں قبول

نہ ہوا تجھ کو پاس اپنا کچھ
دور سمجھا تو آپ کو کیا کچھ

دل شکن حرف نا درست درست
طنز عبرت فزا درست درست

رائے سالم بلا بلا انگیز
سخن لطف بھی جفا آمیز

طعنہ حرف نصیحت آلودہ
طرز تفہیم وحشت آلودہ

بد زبانوں نے آ کے منھ پہ کہا
جا کہ تو اپنے کام کا نہ رہا
دور بس یاں نہیں ہے تیرا کام
گھر سے خانہ خراب کو کیا کام
ہم کو بدنام کر دیا تو نے
اے زبوں کار کیا کیا تو نے
کہیں کس منھ سے جائیں گے اب ہم
ہائے کیا منھ دکھائیں گے اب ہم
تجھ سے بے نام و ننگ کو کیا عیب
دل لگا کر ہمیں لگایا عیب
کیوں نہ آنکھیں لڑاتے آئی حیا
تیری آنکھوں سے یہ لحاظ گیا
ہم سمجھتے تھے اب تلک معصوم
یہ سیہ کاریاں نہ تھیں معلوم
جانتے تھے کہ ہے ابھی بے ہوش
کیا خبر تھی کہ یاں ہیں ایسے ہوش
لاغری کی جو یوں حکایت تھی
جور استاد کی شکایت تھی
ہوئے واقف نہ حرف مطلب سے
بیٹھنا واں تھا اٹھ کے مکتب سے
سر مفہوم کا دماغ کہاں
جب مزا دے زباں کو میم دھاں
نام کو خاک میں ملایا حیف
تو نے جوں کاف سر اٹھایا حیف

ڈر سے ہرگام لغزش پا تھی
ایسی مستی خمار میں کیا تھی

آستانے پہ جو قدم رکھا
سر تہ بار سنگ غم رکھا

دیکھتا کیا ہوں سارا گھر ہے غمیں
جو نظر آئے ہے سو چیں بہ جبیں

دیدۂ مار چشم مردم ہے
مژہ ہر ایک نیش کژدم ہے

اقربا کی نگاہ[1] قہر آلود
دست دشمن میں تیغ زہر آلود

نغمہ دیپک[2] کا تھی صدائے قدم
ہوئے آگ آتے ہی صدائے قدم

دیکھتے ہی دل اور بھر آیا
چشم نم میں لہو اتر آیا

منھ میں آیا سو ناصحوں نے کہا
پاس کیا ہو کہ ننگ ہی نہ رہا

نہ کی آس جوش جاں گدازی میں
کوتہی کچھ زباں درازی میں

گھر سے اٹھی صدا ملامت کی
ایک اک نے جدا قیامت کی

---

۱ - ''نگاہ'' طبع اول اور دوم - طبع ششم میں ''نگاہیں'' - مرتب

۲ - طبع اول (صفحہ ۲۹۶) میں ''نغمہ دیپک کا'' اور طبع دوم اور سوم (حاشیہ صفحہ ۱۸۸ ، ۲۷۲) میں ''نغمہ و ییک'' ہے جو بے معنی اور غلط ہے - (فائق)

دوگھڑی کی ہے بات کچھ بھی نہ تھا
کوئی واقف نہ تھا کہ بات ہے کیا

اتنے میں ہو گئی خبر کیوں کر
ہوے بدنام اس قدر کیوں کر

کیوں ہوا بگڑی اپنی عالم میں
گل کھلایا یہ کس نے اک دم میں

فکر و تدبیر و چارہ تھے باہم
مشورے کر رہے تھے کیا کیا ہم

اتنے میں ایک نے کہا آ کر
گھر میں ہو آئیے ذرا جا کر

آپ کی سب کو یادگاری ہے
ہو گئی دیر بے قراری ہے

کہہ دیا ہے جو حرج کار نہ ہو
دیکھنا ہم کو ناگوار نہ ہو

تو ذرا ایک دم کو آ جاؤ
اپنی صورت ہمیں دکھا جاؤ

وہ صدا[1] تھی سموم جاں آزار
میرے اوسان اڑ گئے یک بار

واں سے ناچار آئے ہم گھر میں
پاؤں رکھے دہان اژدر میں

۱- کلیات مومن نسخہ مطبوعہ ۱۸۷۶ع ، ۱۸۸۰ع ، ۱۹۳۱ع (مطبع نول کشور صفحہ ۱۸۸ ، ۲۷۲) میں ''سدا'' ہے لیکن ''صدا'' طبع اول (صفحہ ۲۹۶) میں صحیح ہے - مرتب

نفس ہم[1] ہے صرف طنازی
عیب جوئی و جوش غمازی

آنکھ کچھ سب کے سب چرانے لگے
بے مروت نگاہ آنے لگے

لب پہ ہر اک کے حرف ناگفتہ
گل نوا[2] غنچہ ہائے نشگفتہ

کیا جگر سوز حرف بے ادبی
برق گل خندہ ہائے زیرلبی

یاس و محرومیٔ امان شفیع
تیر باران طعنہ و تشنیع

کوئی کہتا تھا کیا کہے کوئی
کس سے یہ ماجرا کہے کوئی

کوئی کہتا تھا آپ کی کیا بات
اتنی سی عمر اور یہ حرکات

دیکھنا عشق کی فسوں سازی
کھیل بچوں کا ہوئے جاں بازی

اور ہم دونوں رہن حیرانی
کہ کھلا کیوں کہ راز پنہانی

---

۱ - نسخۂ کلیات مومن مطبع نول کشور طبع ۱۲۸۴ھ (صفحہ ۲۹۵) و ۱۸۷۶ء (صفحہ ۱۸۸) اور طبع ۱۹۳۱ء (صفحہ ۲۷۱) ''ہم'' مگر نسخہ کلیات مومن مطبع نول کشور طبع ۱۸۸۰ء (صفحہ ۱۸۸) میں ''ہم دم'' ہے - مرتب

۲ - طبع اول (صفحہ ۲۹۵) طبع دوم (صفحہ ۱۸۸) ''نوا'' اور طبع ششم (صفحہ ۲۷۱) ''نوا'' ہے - (مرتب)

حائل اک پردۂ حجاب نہ تھا
ہوش جاتے رہے تھے خواب نہ تھا

ایک حیّالہ واں چلی آئی
اپنے سر پر بلا نئی لائی

دونوں کو حسب مدعا دیکھا
چشم بد دور اُس نے کیا دیکھا

آن کر سب میں کر دیا بد نام
اُس تبہ کار نے کیا کیا کام

خوش بیانوں کو بات آئی ھات
بد زبانوں کے منھ پڑی یہ بات

بذلہ سنجوں کو اک بہانہ ہوا
بڑھتے بڑھتے سخن فسانہ ھوا

بات عصمت میں بے سخن آئی
حرف گیروں کی بات بن آئی

بے خبر کیسے چونک اُٹھے یک بار
فتنۂ خفتہ ھو گیا بے دار

ھم بھی سوتے اُٹھے جو بعد زوال
ھو گئی خواب آرزوے وصال

دیکھتے کیا ھیں اک قیامت ھے
شور محشر ، دم ملامت ھے

گھر میں ھے سب کو اضطراب نشور
دھن یاوہ گو ھے روزن صور

بعد یک سال خصم دیرینہ
چرخ بیدادگر زمیں کینہ
آ گیا اپنی کج خرامی پر
غش ہوا واژ گونہ کامی پر
کیسی جلدی سے آ گئی شب تار
دن پھرے تھے ، سو پھر گئے یک بار
ہو گئے نجم سعد سرگشتہ
ہاے بے داد بخت برگشتہ
کیا پامال سیر اختر نے
پاؤں پھیلائے نحس اکبر نے
راہ پر اپنی آسماں نہ رہا
زہرہ ، برجیس کا قراں نہ رہا
پھر وہی شوق دشت و جوش جنوں
اپنی وادی پر آ گیا گردوں
اس مصیبت کی ابتدا یہ ہے
ظلم دوراں کا ماجرا یہ ہے
ایک دن ہم موافق معمول
تھے نشاط و سرور میں مشغول
بادۂ شوق وصل سے مدہوش
محو لذّات بوسہ و آغوش
بے خود اشتیاق کیا کیا ہم
گلے لپٹے پڑے ہوے باہم
نیند دونوں کو آ گئی ناگاہ
بخت بھی اپنے ساتھ سو گئے آہ

ہوس مرگ و وصل کی خواہش
مبتلاے فزائش و کاہش

ہم دم و ہم مزاج لیل و نہار
حسرت خفتہ ، دولت بے دار

آخر آرام آ گیا جی کو
چھوڑ کر غم چلا گیا جی کو

روز گل ہاے انبساط کا جوش
ہر سحر خندۂ نشاط کا جوش

کیسی دونوں طرف سے یک روئی
دونوں جاں باز ، محو دل جوئی

چشم الطاف چارہ جو باہم
کیا نگہ ہاے آرزو باہم

دم بہ دم تازہ محفل آرائی
دل دہی ، دل بری ، دل آرائی

کس قدر تشنہ کام آب وصال
کاسۂ چرخ ، جام آب وصال

دائما ساغر و سبو بے کار
مستیٔ اشتیاق بوس و کنار

ربط جذب دل و اثر کیا کیا
دونوں مشتاق یک دگر کیا کیا

کوئی آیا تو ہٹ گئے ناچار
ورنہ ہر لحظہ شغل بوس و کنار

اک برس تک یہی رہا عالم
زندگی کے مزے اٹھائے بہم

جا کے خلد بریں میں مل لینا
داغ امید ہائے دل لینا
پھر نہ ہوگا کبھی فراق تمھیں
ہے گر ایسا ہی اشتیاق تمھیں
واں کسی سے نہ بات کیجو تم
حور کا بھی نہ نام لیجو تم
یاں تو ممکن نہیں وصال اس کا
خواب آشفتہ ہے خیال اس کا
گریۂ چشم تر سے کیا حاصل
نالۂ بے اثر سے کیا حاصل
اک ذرا آپ کو سنبھالو بس
مثل غم حسرتیں نکالو بس
آ گئے جان کو قرار و ثبات
واہ اس کے کلام کی کیا بات
نفس جاں فزا تکلم تھا
کیا کلام اس میں کیا تکلم تھا
چارۂ درد غم کیا میں نے
بس گلے سے لگا لیا میں نے
ابر اشک طرب کا باعث واہ
بن گئے ہاتھ میرے ہالۂ ماہ
صبر آنے لگا مجھے کم کم
شوق جتنا بڑھا ہوا غم کم
متصل کی جو اس نے دل داری
نہ رہی زندگی سے بے زاری

حرف منھ سے جو اُس کے نکلے پڑیں
ایک غنچے سے لاکھ پھول جھڑیں
دیکھ اُس لب کی گوھر افشانی
ھو گیا آب ، ابر نیسانی
حال پوچھا جو ناتوانی کا
بڑھ گیا زور سخت جانی کا
لب جاں بخش چارہ جو کیا کیا
الفت آلودہ گفتگو کیا کیا
واہ اُس لب کی چارہ فرمائی
بات میں آ گئی توانائی
شادیاں دل کو ھم کناری کی
ھائے باتیں وہ دوست داری کی
پوچھنا اب مزاج کیسا ھے
غش یہ پھر تم کو آج کیسا ھے
دیکھو کس کس کا ھے برا احوال
یہ بنایا ھے تم نے کیا احوال
جان سے یوں گزر نہیں جاتے
"موے" کے پیچھے مر نہیں جاتے
حظ اُٹھاؤ ذرا جوانی کے
کچھ مزے دیکھو زندگانی کے
عمر رفتہ کی جستجو کب تک
اپنے مرنے کی آرزو کب تک
آخر اک روز جان جانی ھے
یہی دو دن کی زندگانی ھے

کر دیا رشک صحن باغ مشام
واہ بوے تن سمن اندام
بے خودی کو حواس یک بار آے
ہوش تو آئے لیک ناچار آے
غش سے مجھ کو افاقہ ندرت ہے
نہ چلے بس خدا کی قدرت ہے
کھل گئے کیا در فرابستہ
ہو گئی باز چشم وابستہ
دیکھتا کیا ہوں ایک زہرہ جبیں
جلوہ افروز ہے سر بالیں
سال عمر اب تھے ہم شمار بروج
کہ ہوا اختر بلا کا عروج
چرخ نے داغ نو دیا مجھ کو
والہ اس ماہ کا کیا مجھ کو
صدمۂ جاں گسل دوبارہ ہوا
جوں کتاں سینہ پارہ پارہ ہوا
دیکھ زانو پہ اس کے سر اپنا
تھا دماغ آسمان پر اپنا
جان سی آگئی کہ تھا سرشار
آب حیواں سے جام زانوے یار
کیا کہوں پرسش نگاہ کرم
چشم سے غمزہ داد خواہ ستم
ذکر امید خاطر محروم
سخن دل دہی کا جوش و ہجوم

بات دل کی مجھے پسند آئی
ضبط بے طاقتی کی ٹھہرائی
نفس تیز تیز کو روکا
نالۂ شعلہ ریز کو روکا
ظاہر آزار کچھ غرض نہ رہا
لاغری کے سوا مرض نہ رہا
فرق جوش و خروش میں آیا
میں بہ صد زور ہوش میں آیا
صبر یاں بہر حیلہ و تزویر
اور اطبا کو دعوے تدبیر
کیا کہوں اس فسوں کا افسانہ
عاقلوں کو بنایا دیوانہ
ہل نہ سکنے پہ شکر تاب کریں
غش بھی ہو تو خیال خواب کریں

بار دوم گرفتاریٔ دام بلا و نغمہ سنجی بعد فریاد و واویلا

ایک دن مجھ کو جوش بے ہوشی
خواب ناز جہاں فراموشی
ضعف سے طاقت آزما غفلت
ہوش روپوش و خودنما غفلت
اس میں اک بوے جان فزا آئی
جان پر غش کی کیا بلا آئی

درد مندی و بے دوائی حیف
زہر و خنجر کی نارسائی حیف

دور بینی ستم قریبوں کی
چارہ سازی سم ان طبیبوں کی

جب یہ دیکھا نہیں بن آتی کچھ
نہیں پیش ان کے آگے جاتی کچھ

دل سے کی مشورت کہ کیا کیجے
کیوں کر اس درد کی دوا کیجے

اس بلا سے نجات ہو کیوں کر
رفع قید حیات ہو کیوں کر

کس طرح سے یہ سلسلے ٹوٹیں
حلقۂ اقربا سے ہم چھوٹیں

یوں کہا دل نے اے زبوں تقریر[۱]
نہیں اس کے سوائے کچھ تدبیر

کہ ذرا جان کو سنبھالو تم
بات جب ہے کہ بات ٹالو تم

چارہ سازوں کو ہو نہ حیرانی
نہ کریں اس قدر نگہ بانی

جان کا ہو علاج فرصت میں
کھا سکو زہر کنج خلوت میں

۱- نسخہ کلیات مومن مطبع نول کشور ۱۲۸۴ھ (صفحہ ۲۹۱) و۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع و ۱۹۳۱ع (صفحہ ۱۸۵ و ۲۶۷) میں ''تقریر'' ہے لیکن مصرع ثانی میں ''تدبیر'' قافیہ ہے اس لیے مصرع اول میں ''تقدیر'' قافیہ ہونا چاہیے (مرتب)

خفقان الفتوں سے ہمدم کی
طوق گردن کنار اب و عم کی

شعلہ داغ جنوں و فرق تنور
دست[1] شفقت کہ آفتاب نشور

ابر رحمت تپ عذاب الیم
سایۂ مادر احتراق جحیم

قطرہ قطرہ سرشک خال غمیں
دانہ ہائے سلاسل سجیں[2]

ان بلاؤں سے چھوٹنا معلوم
اس سلاسل کا ٹوٹنا معلوم

غم کو وحشت فزائیاں مشکل
رم کو زور آزمائیاں مشکل

بے قراری کو جوش کا افسوس
خودنمائی سے وحشتیں مانوس

ایک مدت تلک یہ حال رہا
ملک الموت کا خیال رہا

حسرت مرگ داد رس کیا کیا
خاک میں ملنے کی ہوس کیا کیا

خلش خار خار صد آزار
آرزوے ہلاک میں بیمار

۱- نسخہ کلیات مومن مطبوعہ مطبع نول کشور ۱۸۷۶ و ۱۸۸۰ء (ص ۱۸۴) میں ''دست'' ہے اور طبع ۱۹۳۱ء میں ''دشت'' (ص ۲۶۲)

۲- نسخہ طبع دوم اور سوم (صفحہ ۱۸۵) میں ''سجیں'' ہے اور طبع ششم (صفحہ ۲۶۷) میں ''سیمیں'' اور طبع اول (صفحہ ۲۹۰) میں ''سچیں'' ہے - (مرتب)

آہ نے دل سے کیا اٹھائے دھوئیں
چاہ بابل کے بس اڑائے دھوئیں
سر اٹھایا خروش پنہاں نے
اک قیامت کی آہ و افغاں نے
شور محشر خروش واویلا
نفخۂ صور جوش واویلا
جی کو رشک زمیں نے خاک کیا
خواہش مرگ نے ہلاک کیا
موت پر نکلے آرزو کا دم
یہ بنی دم پہ پر نہ بگڑا دم
نالہ آخر فسوں ہوا دل کو
رکتے رکتے جنوں ہوا دل کو
چارہ سازوں سے نفرتیں کیا کیا
حرف تسکیں سے وحشتیں کیا کیا
پاس ربط وفا سے بھاگیں ہم
دور دور اقربا سے بھاگیں ہم
ذکر درماں سے اور درد بڑھے
نام تبرید سے بخار چڑھے
خصمی و کینہ غم گساروں سے
دشمنی سخت دوست داروں سے
جاں اسیر عداوت احباب
بند غم، دام الفت احباب
سختیٔ چشم بد نگہ بانی
خانہ زنداں کدے میں زندانی

گئی جنت میں بس کہ ایسی حور
ہوئی بے تاب کیسی کیسی حور
رشک سے خضر پائمال ہوا
ملک الموت سے وصال ہوا
کیوں نہ ہو گرم منت یزداں
دہن گور کو ملی یہ زباں
اثر حسن سے بنے یک بار
رشک خورشید ذرہ ہاے غبار
مجھ کو جس وقت یہ خبر آئی
بیہشی مرگ کی خبر لائی
پاس بدنامی اک ذرا نہ رہا
ہوش ناموس و ننگ کا نہ رہا
خار خار غم آشکارا ہوا
مثل دل جامہ پارہ پارہ ہوا
ہو گئی بس کہ لوٹے خاک میں ہم
جلد ہم رنگ کسوت ماتم
کیا نظر زخم اندروں آیا
چشم سے روتے خوں آیا
نہ لیا پھر قرار نے آرام
کھو دیا اضطراب نے آرام
سینہ کوبی سے دل فگار ہوا
تیر حسرت جگر کے پار ہوا
دم اٹکتے اٹکتے ٹوٹ گیا
سر پٹکتے پٹکتے پھوٹ گیا

سجدہ ہاے نشان پا ہوں وہاں
در و دیوار پر فدا ہوں وہاں
جاے جاے کی واں کی لیویں بلائیں
گہے سر پٹکیں گہہ گلے سے لگائیں
خواہشیں حسرتیں ، سدا خوں ہوں
کاہشیں لحظہ لحظہ افزوں ہوں
آن کا احوال کچھ پریشاں تر
چشم خوں ناب حسرت افشاں تر
طبع نازک کو آن کی تاب کہاں
طاقت ضبط اضطراب کہاں
دل تپاں شوق ہم کناری سے
خفقاں ضبط بے قراری سے
اک قیامت دل حزیں پہ رہے
تہلکہ جان نازنیں پہ رہے
ایک دن جی زیادہ گھبرایا
جان بے تاب کو نہ صبر آیا
ایک جان اور غم کا وہ انبوہ
ایسے نازک پہ شدت اندوہ
جوش یاس آسماں تلک ہے ہے
تاب لائے کہاں تلک ہے ہے
تنگیٔ دھر وحشت افزا تھی
تپش دل قیامت آرا تھی
بہر تسکین شدت خفقاں
ٹھہری گل گشت روضۂ رضواں

آئے رنج و غم و تعب مہماں
گھر گئے اپنے اپنے سب مہماں
شعلہ زن آہ سینہ سوز وداع
سہو حشر آفتاب روز وداع
لاشۂ صور دوش افغاں پر
اک قیامت بنی دل و جاں پر
وہ ملاقات آخری ہے ہے
کیسی دل داریاں مری ہے ہے
وہ نگاہ ہراس آلودہ
حرف امید یاس آلودہ
آرزوے وصال کی باتیں
ممکن و احتمال کی باتیں
سخن اتفاق سے تسکیں
اثر اشتیاق سے تسکیں
ہاے اس کے دم فسوں پرداز
چلتے چلتے سنا گئی آواز
لیک تسکین دل کہاں مجھ کو
بے قراری زماں زماں مجھ کو
نکلے منھ سے کروں کوئی بات آہ
آہ نومیدیٔ ملاقات آہ
مل کے بیٹھے تھے دونوں ہم وہ جہاں
روتے روتے بٹھا دیا وہ مکاں
ہاے نے کعبہ ، نے کنشت پرست
بن گئے لیک سنگ و خشت پرست

ہوئی شادی ہمارے ہاں[1] یک بار
آئی مہماں وہ دولت بیدار

شرکت محفل سراپا زیب
اُس کے آنے کی ہو گئی تقریب

ایک خالی مکان میں آ کر
مل گئی چپکے چپکے ڈھب پا کر

کیا ملاقات رشک تنہائی
دم بہ دم تازہ حسرت افزائی

دونوں جانب سے نالہ و فریاد
شکوۂ جور و طعنۂ بے داد

گرد دل سے اڑیں زمیں کے ہوش
نالۂ آسماں فگن کا جوش

صور کا نفخ اولیں ، افغاں
فتنۂ محشر آخریں ، افغاں

اشک آنکھوں سے متصل جاری
خون دل تا بہ لخت دل جاری

آرزو پائمال یاس وصال
لحظہ لحظہ خراب تر احوال

اس پر آیا زمانۂ رخصت
دور ایام نے نہ دی فرصت

آگیا دو ہی دن میں روز نشور
منتشر ہو گئی وہ بزم سرور

---

[1] ''یاں'' نسخہ کلیات مومن مطبوعہ ۱۹۳۱ (ص ۲٦۴ مطبع نول کشور) - نسخہ ۱۲۸۴ھ ٦۷ع ۸۰ع (صفحہ ۲۸۷ ، ۱۸۳۰ مطبع نول کشور) میں ''ہاں'' - (مرتب)

آفت جان و دل ، فراق و[1] وصال
الغرض یوں ہی کٹ گئے دو سال

جب پڑی دونوں کے قلق کی دھوم
اتنے ملنے سے بھی ہوئے محروم

اُس نے ناچار پھر چھپایا منھ
اس وفا پر نہ پھر دکھایا منھ

لاکھ عاشق کی چشم بھر آتی
زندگی تھی وہ کیا نظر آتی

جوش خمیازہ ، ریزش انظار
چشم آغوش حسرت دیدار

بحر اشک آب یار گلشن ابر
نگہ یاس برق خرمن صبر

شوق پامال حسرت و حرماں
کف افسوس پنجۂ مژگاں

سرمہ سا چشم آب ناک ہوئی
آرزوے نظارہ خاک ہوئی

خاک میں جی ملا دیا غم نے
خاک آڑائی کدورت دم نے

دل پہ جب یہ غبار بٹھلایا
چرخ سے فتنہ گر کو رحم آیا

راہ پر آسماں کو لایا کچھ
طالع خفتہ کو جگایا کچھ

---

۱ - ''و'' طبع ششم (صفحہ ۲۶۳) میں ہے - نسخہ اول اور دوم میں نہیں - (مرتب)

هوس راحت آہ کیا کیا تھی
لے گئی بخت خواب میرا بھی
گھر سے عیش و طرب کے جوش گئے
میری نیند ، اقربا کے ہوش گئے
ہوئے سرگرم چارہ و تدبیر
کیے کیا کیا علاج بے تاثیر
دستہ ہائے گل و ہجوم سمن
بستر خواب ، رشک صحن چمن
چشم بد کے لیے فسوں سازی
تازہ ہر شب فسانہ پردازی
اڑ گیا اور بھی مرا آرام
حال تغیر مقتضائے مقام
ذکر ہجراں سے رقتیں آئیں
وصل کی جائے حسرتیں آئیں
شہرۂ عاشقانہ ہونے لگا
حال میرا فسانہ ہونے لگا
گہ گہے جو وصال ہوتا تھا
وہ بھی جی کا وبال ہوتا تھا
دیکھ وہ غمزۂ ہراس آلود
نگہ آرزو تھی یاس آلود
شبنم و نرگس آس کی تر آنکھیں
جی بھرا آئے دیکھ کر آنکھیں
کان رکھو جو آہ پیہم پر
صدمۂ نو بہ نو رہے دم پر

کچھ نہ سیکھو سکھا دیا دل نے
سبق اُلٹا پڑھا دیا دل نے

لذت آئی جو لفظ الفت سے
پڑھتے دائم الف کے آگے تے

بس کہ تھا دل میں شکوۂ بے داد
سبق "الحمد" کا نہ رہتا یاد

زلف و لب سر خط دل غمگیں
نام لکھتے تو لیلی و شیریں

جور استاد کی خوشی ہوتی
عذر فریاد کی خوشی ہوتی

رونے کو اک بہانہ ہو جاتا
حیلۂ آہ و نالہ ہاتھ آتا

بس کہ یاد نگار میں روتے
تختۂ مشق اشک سے دھوتے

واو پڑھتے تو ہونٹ کاٹتے ہم
لام آتا تو لب کو چاٹتے ہم

بے کہے سے جو ہونٹ[1] مل جاتے
بوسۂ لب کے لطف یاد آتے

حفظ قرآن و یاد مصحف رو
فرصت اک دم نہ روز و شب میں کبھو

دن کو ورد زباں سبق ناچار
رات بھر درس شوق کی تکرار

---

۱ - نسخہ اول اور دوم میں "مل" اور طبع ششم میں "ھل" ہے - مرتب

دونوں اک تازہ کار افتادہ
دونوں دل دار، دونوں دل دادہ

ہوئی نظروں میں گفتگو باھم
عرض کی دل کی؟ گفتگو باھم

ھم کو چشم لحاظ و' پاس وفا
اُن کو منظور التماس وفا

ترس جور فراق، زیب بیاں
سخن اشتیاق ورد زباں

نکلے ارماں، خیال کے کیا کیا
ہوئے وعدے وصال کے کیا کیا

ھائے بچپن میں دل کا آ جانا
کچھ سمجھتے نہ تھے یہ کیا جانا

شوق آیا تو دل نیازی کا
کھیل کھیلے تو عشق بازی

شغل طفلانہ دل کے پاس گئے
ہوش کے آتے ھی حواس گئے

عمر تکلیف کی نہ آئی تھی
میں نے تکلیف جب اٹھائی تھی

پہنچے سن وقوف کو بھی نہ ھم
کہ ہوئے واقف رموز الم

آہ ورد زبان ولولہ تھی
نیم بسمل ہوے یہ بسملہ تھی

---

۱ - ''و'' طبع اول میں ھے، دوم اور ششم میں نہیں - (مرتب)

جوش دل کو جو یک بہ یک آوے
راز پنہاں ، زباں تلک آوے
گلۂ یار و شکوۂ گردوں
چپ لگے جس سے وہ بیاں کر دوں
یعنی طفلی سے ہوں میں پیر مغاں
بلد راہ گم رہان جہاں
تھے برس ہم شمارۂ افلاک
کہ ہوا پاے مال صورت خاک
کھو دیا چین ایک مہ رو نے
شب سیہ کی ہلال ابرو نے
خنجر غمزہ نے ہلاک کیا
نرگس سرمہ سا نے خاک کیا
اور اُس کا بھی مجھ پہ دل آیا
کھو کے دل میں نے جان کو پایا
دشنہ تھے زخم بار دونوں کے
ہوئے سینے فگار دونوں کے
صبر و آرامش و ثبات چلے
اپ سے دونوں[1] سات سات چلے
ہوئے آرام و صبر ہر دو رواں
بے اجازت گئے ، سکون و تواں
اپنا ہوش اُس کے رنگ کا پیرو
اُس کا صبر اپنے رنگ کا پیرو

---

۱ - نسخہ طبع اول منشی نول کشور (صفحہ ۲۸۵) میں ''وو تو'' طبع دوم و ششم میں ''دونوں'' (مرتب)

گر عرق ریز فکر درماں ہو
گریۂ ماتم آب حیواں ہو
اس سے ممکن علاج عاشق ہے
گرم و تر ہم مزاج عاشق ہے
کھودے یہ رشک شربت اعجاز
نزلۂ اشک چشم اہل نیاز
کیا کہوں اس کی چارہ فرمائی
ہے یہ تریاک زہر تنہائی
میں بھی محتاج چارہ سازی ہوں
خستۂ ناز بے نیازی ہوں
ہے حواسوں میں انتشار بہت
خم کے خم لا کہ ہے خمار بہت
جوش الفت ہو اس قدر سے دے
نہ صراحی ، سبو ، پیالے دے
پاس ناموس و ننگ اڑ جائے
ہوش مانند رنگ اڑ جائے
مثل قلقل ، خروش میں آؤں
صورت بادہ جوش میں آؤں
دامن تر طلسم باراں ہو
رعد شور سیاہ کاراں ہو
خم کے خم متصل کروں خالی
جی بھرے یہ کہ دل کروں خالی
مطلب آما ہو شور مستانہ
کہہ دوں بے ہوشیوں میں افسانہ

(۱) مثنوی شکایت ستم

(۱۲۳۱ ھ)

این نالہ "شکایت ستم" نام
(۱۲۳۱ ھ)
با من خود گفت سال اتمام

ساقیا دے چک آب آتش رنگ
گرم و سرد زمانہ سے ہوں تنگ
نالۂ آتشیں ہے تف پرورد
کرۂ زمہریر ہے دم سرد
جوش صیف و شتا سے حال نہیں
اس ہوا میں کہ اعتدال نہیں
مے طبیب روان محزوں ہے
خم بادہ، خم فلاطوں ہے
یہ اگر التفات فرما ہو
باد صرصر دم مسیحا ہو
گرم تدبیر گر ذری ہو جائے
تپ غم ناز عنصری ہو جائے
چارہ سازی کرے جو بعد ہلاک
بنے خاک شفا، مزار کی خاک

مثنویات

تاریخ

وہ تفضل حسین یار قدیم
نیک خو، نیک ذات، نیک سیر
گرم سامان بزم سور ہوا
بہر چشم چراغ اہل نظر
میر نواب بے نظیر جہاں
کیا خجستہ پدر، سعید پسر
کد خدائی کا کیا کہوں سامان
زیب کے دل میں کر لیا ہے گھر
مہر داماد و ماہ پارہ عروس
ایک سے ایک عالم آرا تر
فکر تاریخ میں سنا میں نے
کہہ رہا تھا سروش نیک اختر
لکھ دے اے مومن ستارہ شناس
سال عقد ''اجتماع شمس و قمر''
۱۲۶۱ ھجری

تاریخ وفات میاں کالے صاحب

ہوئی جس دم وفات حضرت کی
مجھ کو تاریخ کا خیال آیا
ہاتف غیب نے کہا ناگاہ
''کالے صاحب کو سرخ رو پایا''
۱۲۶۸ ھجری

نام بتاؤں کیا اے یار
ناموزوں ہوں گے اشعار
ہاں تو پوچھے گر تاریخ
اس سے کیا بہتر تاریخ
سب نے کہا جب چھوٹا کام

٦١
''آترا شحنہ مردک نام''

۱۲۵۹ = ۱۳۲۰ ھجری

تاریخ

اس تذکرے کا جو ترجمہ ہے[۱] بھایا
مومن کو خیال سال تاریخ آیا
مضموں کا ھجوم دیکھ کر فرمایا
کیا ''گلشن بے خار'' پہ ''بادل'' چھایا

۱۲۱۳ + ۳۷ = ۱۲۵۰ ھجری

۱- ''گلشن بے خار'' طبع اول مطبع نول کشور (صفحہ ۲۴۵) میں ''جو ترجمہ ہے'' (بھی ؟) اور طبع اول مطبع نول کشور ''کلیات مومن'' (صفحہ ۲۰۳) ''جو ہے ترجمہ'' اور طبع دوم (صفحہ ۱۳۰) میں ''جو یہی ہے'' اور طبع ششم (صفحہ ۱۸۹) میں ''جونہی'' ہے - فائق

ایضاً

گیا رنج نوّاب اصغر علی خاں
مبارک سلامت ، سلامت مبارک
ہوئی محو اب سستی و ناتوانی
رجوع قوا ، عود طاقت مبارک
معالج ہوا فکر درماں سے فارغ
مجھے فکر تاریخ صحت مبارک
حساب اس سخن کا تو کر لیں جو لب نے
کہا "اعتدال طبیعت مبارک"

۱۲۶۰ ھجری

ایضاً

دخت روشن رواں ہوئی پیدا
کیا ھی چمکا ھے اختر مومن
نال کٹنے کے ساتھ ھاتف نے
کہی تاریخ دختر مومن

۱۲۵۹ ھجری

ایضاً

شحنۂ دھلی خلق آزار
بچۂ افغاں رشوت خوار
خوار ہوا بارے اس سال
لوگوں کا تھا یار اقبال

تیری دولت سے سب کو بے شش وپنج
صد[1] زر دہ دھی مبارک ہو
میری تیغ زباں کی تیزی سے
تجھ کو اعدا کشی مبارک ہو
''مومن'' آیا ہے بزم میں تیری
صحبت آدمی مبارک ہو
تہنیت خوان کامیابی ہے
صلۂ دوستی مبارک ہو
بہر تاریخ یوں کہا بے فکر
۳۰۰
''خلعت آصفی مبارک ہو''
(۱۵۵۵ = ۱۲۵۵ ھجری

ایضاً

نواب کو بادشاہ نے بخشا
خلعت میں جو فیل چرخ تمشیل
میں نے بھی زیادہ بہر تاریخ
''تشریف وزیر'' پر کیا ''پیل''
۱۲۱۳ + ۴۲ = ۱۲۵۵

۱- ''صد'' نسخۂ اول و دوم میں ''صدر'' نسخۂ طبع ششم میں (مرتب) ۔

نکالے ”سال“ ہیں اس مصرع دل آرا سے

۹۱

روان نور محمد سے ہے جنان[1] روشن

۱۳۵۰ = ۱۲۵۹ ہجری

تاریخ (عطاے خلعت بہ نواب حامد علی خان وزیر بہادر شاہ ظفر)

اے وزیر بلند پایہ تجھے
التفات شہی مبارک ہو

قدر عالی و خصلت محمود
خان حامد علی مبارک ہو

رفعت پایہ روز افزوں[2] ہے
آسماں پایگی مبارک ہو

امراے زمانہ سے ہی تجھے
ہر طرح برتری مبارک ہو

کار گاہ سپہر سے ہر روز
تجھ کو خلعت نئی مبارک ہو

ذات کرسی ترا مقام بلند
کیا کہوں پالکی مبارک ہو

فیل گردوں مطیع ہے تیرا
فیل تشریف بھی مبارک ہو

۱(”جناں“ طبع اول (صفحہ ۲۰۱) صحیح ہے - نسخہ طبع دوم اور ششم صفحہ ۱۲۹ و ۱۸۹) میں ”جہاں“ غلط ہے -

۲- ”ہے“ طبع اول و دوم (صفحہ ۲۰۱، حاشیہ ۱۲۹) میں ”ہو“ نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۸۹) میں (مرتب) -

کہ محمد سعید خاں کو ملی
ورثۃً صدر کام آبائی
اس ''وسادہ'' پہ تجھ کو بٹھلا کر
میں نے تاریخ کی روش پائی

تاریخ

جہاں میں پۓ چارۂ تشنگی
نہیں کوئی بھی اس سے بہتر سبیل
یہی سال ہیں اے تفضل حسین
جو کہتے ہیں سب تشنہ پرور سبیل
۱۲۶۵ ھجری

تاریخ

خلیفہ نور محمد وہ شمع بزم حضور
کہ جس سے زیر زمیں تابہ آسماں روشن
مکاشفات کا احوال کیا کہوں ان کے
تمام حال جہان و جہانیاں روشن
خیال سال وفات ان کا جب کیا میں نے
ہوا دورنہ مثال ستارگاں روشن

غنچے کی طرح سے سرفرو تھا
یک چند وہ ہم زبان معنی
جب نغمہ سرا نہ ہو سکا وہ
دستاں زن داستان معنی
ہاتف نے کہا، ہے اس کی تاریخ
گل دستۂ گلستان معنی
۱۲۵۰ ہجری

تاریخ جلوس محمد سعید خاں بر مسند ریاست رام پور

رام پور اک زمان ممتد سے
تیرے مقدم کا تھا تمنائی
جب پذیرا ہوئی دعاے دیار
اے سراپا قبول والائی
یعنی اس ملک کے نصیب کھلے
تیرے قدموں پہ کی جبیں سائی
تیرے خدام کے نصیب ہوئی
حکم رانی و کارفرمائی
تجھ کو شائستہ کرسیٔ عزت
تجھ کو زیبا سریر آرائی
میں ہوا گرم فکر سال جلوس
ناگہاں غیب سے صدا آئی

کیا بات ہے منتخب کی تیرے
اے منتخب جہان معنی

ہر نقطۂ انتخاب تیرا
خال رخ دل بران معنی

تیرے جو سخن سے ہے سرافراز
الفاظ کا پایہ شان معنی

معنی ہیں ثنا طراز الفاظ
الفاظ ہیں مدح خوان معنی

ہے تذکرہ یا ریاض فردوس
فردوس ہے یا جنان معنی

اے تازہ بہار باغ مضموں
اے گلشن بے خزان معنی

مومن نے جب اس میں دیر تک کی
سیر گل و ضیمران[۱] معنی

آیا ہے خیال سال اتمام
تھا وہ بھی تو باغ بان معنی

۱- ''ضیمران'' بالفتح و ضم میم نوعے است از ریحان دشتی و ریحان فارسی - از منتخب اللغات مطبع نول کشور ۱۲۸۸ ہجری -
''ضیمران'' ع (بہ فتح ضاد وسیم) ریحان ، ضومران ہم می گویند - فرہنگ عمید (صفحہ ۷۸۲ ، ۸۰۶) -
''ضمیران'' بالفتح ویاے تحتانی مضموم بہ معنی سپر غم کہ آں را ریحان و نازبو نیز گویند از موید و کشف و لطائف و مدار و بہ ضم و فتح میم و بہ فتح اول و ثالث بہ معنی سپر غم کہ آں را ناز بو نیز گویند و در صرح ضومران نوشتہ بہ فتح اول و ضم میم غیات اللغات مطبع نول کشور (صفحہ ۲۳۰) -
گلشن بےخار (صفحہ ۲۴۵ طبع اول مطبع نول کشور) میں ''ضمیران'' ہے۔ فائق

سر انجام وہ ہو سکے کیا بیاں
زباں سخن گو کو طاقت کہاں
ہوا جشن کیا کیا نہ ساماں سے
گئے لے کے کس شوکت و شان سے
بندھا عقد کیا محکم و استوار
کھلا عقدۂ خاطر روزگار
کیا میں نے تاریخ کا جو خیال
یہ شعر آسماں نے پڑھا حسب حال
وصال دو مہ طالع و مہر اثر
۱۲۴۴ ہجری
قران دو نجم سعادت ہنر
۱۲۴۴ ہجری

ترانہ ریزیٔ ہزار در شمار سنہ اتمام "گلشن بے خار"

کیا تذکرہ شیفتہ نے لکھّا
ہے شیفتہ جس کے جان معنی
یوں نکتہ شناس ہیں پر ایسا
کوئی نہیں قدردان معنی
افکار بلند سے بنایا
نُہ چرخ پر آسمان معنی
ہر فقرۂ نثر جان مضمون
ہر شعر رواں، روان معنی

نہیں ہے زمانے میں رونے کا نام
صراحی بھی ہنسنے لگی مثل جام
جو شبنم کے تھے اشک دنداں ہوے
بہ رنگ لب غنچہ خنداں ہوے
عجب گر کوئی یار سے ہو جدا
وہ اقبال مند اب ہوا کد خدا
ہے اقبال جس کا جہاں پر محیط
سعادت زمین و زماں پر محیط
وہ خان فلک رتبہ "عباس" نام
خجل جس کے جلوے سے ماہ تمام
نہ کیوں کر ہو مہ اس کے جلوے سے داغ
ہے کس مہر تاباں کا چشم و چراغ
وہ "عبدالعلی خان" گردوں مکاں
جھکے جس کے آگے سر آسماں
خلیق و شفیق و سراپا وقار
زمانے کو ہے جس سے سو افتخار
طبیعت میں اس کی کرم سا کرم
سراپا مروت ، سراپا کرم
محبت فزاے دل ریش ریش
کرم گستر "مومن" مہر کیش
عجب بزم عشرت کا ساماں کیا
سلیقے سے عالم کو حیراں کیا
کیا کیا سرانجام اسباب سور
کہ صرف چراغاں ہوئی چشم حور

عقد عبارت و معانی به اظہارِ سالِ نکاحِ یارِ جانی

کہاں تک تغافل بس اب لے خبر
خبر بھی ہے کچھ ساقی بے خبر
شراب تمنا پلا آج تو
ہوس ہاے مردہ جلا آج تو
مئے رشک آواز قم دے مجھے
سبو کے سبو خم کے خم دے مجھے
علاج دل سر بہ سر جوش کر
مئے وصل سے مجھ کو مدھوش کر
کہاں تک سیہ مستی اشک خوں
کبھی تو پیوں بادۂ لالہ گوں
کہاں تک رہوں تلخ کام و خراب
مئے عیش سے میں بھی ہوں کامیاب
جہاں ہے سراپا سرور و نشاط
زمانے کو ہے دورۂ انبساط
عجب وقت آسائش و کام ہے
کہ گردوں کو جنبش سے آرام ہے
نکلنے لگے خواهش و[1] مدّعا
یہ جوف اب ہوا سے ہے سچ مچ بھرا
جہاں میں کسی کو ذرا غم نہیں
کہیں مرگ حسرت کا ماتم نہیں

۱- "و" نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۸۵) میں نہیں ہے ، بقیہ نسخوں میں ہے - مرتب

نہ دل میں نہ اُن کی زباں پر کبھو
رضائے الٰہی سوا آرزو
غرض آ گیا وقت موعود جب
گئی تن سے وہ جان عشرت طلب

تاسف نے کیا کیا ستایا مجھے
قلق نے زمیں پر لٹایا مجھے
غضب جان کو بے قراری ہوئی
بری حالت ایسی ہماری ہوئی

کہ دکھّا دل عشرت آلود مرگ
ہوئی زندگی اپنی محسود مرگ
جہاں سے جب ایسا شفیق اُٹھ گیا
تو جینے کا سچ ہے مزا کیا رہا

کہوں کیا کسی سے کہ کیا غم ہوا
سزا وار اشفاق ماتم ہوا
ولے شعر کی جو ہوس ہے کمال
اسی غم میں تاریخ کا تھا خیال

جنازہ اُٹھایا فرشتوں نے آ[1]
تو ''قد فاز فوزاً عظیما'' کہا

۱۲۳۱ھ

---

۱ - نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۸۵) میں ''آہ'' ہے، بقیہ نسخوں میں ''آ'' - (مرتب)

تاریخ کد خدائی

هوا کد خدا آج یعقوب بیگ
عروس اور داماد دونوں پری
بغل میں ہے ہم خوابۂ ماہ وش
زہے اختر بخت کی یاوری
کہا میں نے "مومن" سے تاریخ کو
کہ ہے ختم اس پر سخن گستری
کہا میں نے دیکھا مگر تو بھی دیکھ
سہا[1] پر "بہم زہرہ و مشتری"
۱۲۶۸ ھ

شور انگیزیٔ قلم سینہ چاک ، اشک فشان در ماتم حکیم غلام نبی خاں

جہان نکوئی نکوے جہاں
وحید زماں ، والد مہرباں
یہاں تک انہیں شوق خلد بریں
کہ ہر دم کو گنتے دم واپسیں

---

۱ - نسخہ کلیات مومن ، طبع ۱۹۳۱ ع ، مطبع نول کشور لکھنؤ (صفحہ ۱۸۴) میں ۱۲۲۰ اعداد تاریخ لکھے ہیں جو غلط ہیں - مومن کی تاریخ ولادت ۱۲۱۵ ھ ہے اس لیے ۱۲۲۰ ھ تاریخ کدخدائی نہیں ہو سکتی - "زہرہ" (۲۱۷) مشتری (۹۵۰) کے اعداد مل کر "۱۱۶۷" ہوتے ہیں "سہا" (۱۰۱) کے اعداد جمع کرنے سے "۱۲۶۸" برآمد ہوتے ہیں - فائق

وہ شاہ مملکت ایماں کہ جس کا سال خروج
امام برحق مہدی نشاں علی فر ہے

١٢٣٢ ھ

تاریخ وفات مولوی محمد عمر خلف الصدق مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم

محمد عمر کا ہوا انتقال
بزرگ ایسے ہوتے ہیں پیدا کہاں
مجھے سال تاریخ کا تھا خیال
کہ سب نے کہا ''مرگ شیخ زماں''

١٢٦٨ ھ

تاریخ کدخدائی میرن

مرے یار میرن کو اس سال میں
ہوا کدخدائی سے بارے فراغ
اگر غنچۂ نارسیدہ دلھن
تو دولھا نہایت ہے نازک دماغ
''شگفتہ گل تازہ'' سال زفاف
بہم کہہ رہے ہیں خوش الحان باغ

ایضاً

گلاب ناب سے دھوتا ہوں مغز اندیشہ
کہ فکر مدحت سبط قسیم کوثر ہے

وہ کون امام جہان و جہانیاں احمد
کہ محض مقتدی سنت پیمبر ہے

زمیں کو سپہر فلک سے نہ کیوں ہو دعوی نور
کہ اس کا رایت اقبال سایہ گستر ہے

عروج سنگ در قصر جاہ یہ کہ جسے
ہزار طعن حضیض، اوج لامکاں پر ہے

زبس کہ کام نہیں ہے اسے سوائے جہاد
جو کوئی اس سے مقابل ہے سو وہ کافر ہے

شرف ہے مہر کو اس کے زمانے سے دائم
زبس کہ روز و شب انصاف سے برابر ہے

وہ بادشاہ ملائک سپاہ، کوکب دیں
کہ نور شمس و قمر جس کی گرد لشکر ہے

وہ شعلہ خصلت، الحاد سوز و[1] کفر گداز
کہ جس کا نقش قدم، مہر روز محشر ہے

وہ برق خرمن ارباب شرک و اہل ضلال
کہ شعلہ خوشۂ حاصل، تو دانہ اخگر ہے

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم
کہ ترک چرخ غلام اس کا مہر چاکر ہے

---

۱ - ''و'' نسخہ طبع ششم میں نہیں ہے، طبع اول اور دوم میں ہے - مرتب

جب اٹھائی نعش[1] اک عالم تہ و بالا ہوا
لوٹتا تھا خاک پر، ہر قدسی گردوں محل
کیا کس و نا کس پہ تھا صدمہ کیا جس وقت دفن
ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل
مجلس درد آفرین تعزیت میں میں بھی تھا
جب پڑھی تاریخ ''مومن'' نے یہ آ کر بے بدل
دست بے داد اجل سے بے سروپا ہوگئے
فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل

۱۲۳۹ ھ

ایمان تازہ کردن شہورو سنین بہ دست امیرالمومنین ابن امیرالمومنین

جو[2] سید احمد امام زمان و اہل زماں
کرے ملاحد بے دین سے ارادۂ جنگ
تو کیوں نہ صفحۂ عالم پہ لکھیے سال وغا
خروج مہدی کفار سوز، کلک تفنگ

۱۲۴۲ ھ

---

۱ - ''نعش'' طبع ششم (صفحہ ۱۸۳) - ''لاش'' نسخہ مطبع جوہرہند دھلی (صفحہ ۱۰۸) - ''نوش'' طبع اول و دوم غلط - مرتب

۲ - ''جو'' طبع ششم (صفحہ - ۱۸۳) ''چو'' نسخہ طبع اول اور دوم (صفحہ ۱۹۶ ' ۱۲۶) - مرتب

تاریخ وفات جدۂ مومن سراپاغم دخلہا[1] اللہ فی جنت النعیم

جب کہ اس غم سرا سے کی رحلت
جدۂ مومن پریشاں نے
سال تاریخ حسب حال کہا
دخلت بالنعیم رضواں نے
۱۲۳۷ھ

تاریخ رحلت وحید زماں ، یکتائے دوراں ، ازیں ایرماں[2] سرائے ویرانی بنیان

انتخاب نسخۂ دیں ، مولوی عبدالعزیز
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل
جانب ملک عدم ، تشریف فرما کیوں ہوے
آ گیا تھا کیا کہیں ، مردوں کے ایماں میں خلل
ہے ستم اے چرخ ، تو کس کو یہاں سے لے گیا
کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسوں پر اے اجل

---

۱ - دخلہا - نسخہ نول کشور طبع ۱۹۳۱ع (صفحہ ۱۸۳) میں ، نسخہ ۱۲۸۴ھ و ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع (صفحہ ۱۹۵، ۱۲۵) طبع دہلی (صفحہ ۱۰۸) میں ''دخلت'' - (مرتب)

۲ - حرماں - نسخہ نول کشور طبع ۱۹۳۱ع (صفحہ ۱۸۳) میں - نسخہ طبع ۱۲۸۴ھ و ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع (صفحہ ۱۹۵، ۱۲۵) و طبع دہلی (صفحہ ۱۰۸) میں ''ایرماں'' - (مرتب)

یہ تلخی ذوق کی وہ تلخ کاسی ہے کہ حسرت نے
لب شیریں کے بوسے کا مزا مجھ کو چکھایا ہے
یہ خضرت لون کی پرتو ہے تیری سبزہ رنگی کا
زہے نیرنگ شوق محویت کیا رنگ لایا ہے
عرق وہ اشک ہے جو پاس رسوائی سے روکا تھا
اسی کے جوش نے دریا کا یوں بہایا ہے
صداع و صدر کا باعث بھی تیری بد دماغی ہے
اگرچہ مبحث ناصح نے بھی سر تو پھرایا ہے
سبب ظاہر ہے اضمحلال و ضعف و ناتوانی کا
قلق نے کاوشیں کی ہیں الم نے جی کھپایا ہے
نہ کیوں کر کانپ اٹھوں زمانے کی ہوا بگڑی
فلک نے سرد مہری سے تری کیسا ڈرایا ہے
مندی جاتی ہیں آنکھیں بس کہ شب ہائے جدائی میں
سحر تک شام سے خوابیدہ طالع نے جگایا ہے
افاقہ غش سے کیا آتا کہ تیری کاکل مشکیں
نہ سونگھی گر سنگھایا ہے تو عطر خس سنگھایا ہے
نہ کیوں کر امتلائے معدہ ہو محسوس اک مدت
غم فرقت تری دوری میں، کس کثرت سے کھایا ہے
غرض آچک، کہ میں بچ جاؤں اور مر جائے بن آئے
مسیحا درد حسرت سے کہ کیا مردہ جلایا ہے

کوئی اطراف کی سردی سے گرم شور و غوغا یوں
کہ سینکو چارۂ بالضد مکرر آزمایا ہے
کوئی کہتا ہے دیکھو ممتلی ہے نبض، مسہل دو
ولیکن پیش تر سے گر کوئی منضج پلایا ہے
کسی کو کم غذائی سے، گماں ہے ناتوانی کا
تو کہتا ہے کہ جلدی لاؤ گر کچھ بھی پکایا ہے
کسی نے شربت ورد مکرر کی جو ٹھہرائی
تو کوئی سن کے مثل غنچۂ گل مسکرایا ہے
کوئی کہتا ہے اب تو ہو گیا ''کیلوس'' بھی ناقص
کہ سالم ویسے ہی ہیں گر چہ ہونٹوں کو چبایا ہے
کوئی کہتا ہے پاؤں جو ''تشنج'' سے سکڑتے ہیں
کہ ''قطرب'' ہے یہی ''قانون'' میں میں نے پڑھایا ہے
کوئی کہتا ہے یہ ''سوزش غریزی'' ہے کہ نسخے میں
سبھی اجزا ہیں بارد بندہ ''تحفہ'' ساتھ لایا ہے
کوئی کہتا ہے اس آتش کا اطفا سخت مشکل ہے
مگر دے دو کوئی گر برف کا کوزہ جمایا ہے
کوئی کہتا ہے، ہے بالخاصیت ہی برف میں گرمی
تمھیں ہندی مداوا کس ستم گر نے سکھایا ہے
کوئی کہتا ہے روغن دیجیے بادام مقشّر کا
یہ نکتہ مرتے دم، استاد نے مجھ کو بتایا ہے
مگر عم فلاطوں منزلت میرے یہ کہتے ہیں
مرض وہ ہی ہے لیکن شرم کے مارے چھپایا ہے
یہ سودا عشق ہے تیرا، یہ تپ سوز غریبی وہ
کہ بےجا گرمیٔ صحبت نے تیری جی جلایا ہے

ایضاً

موا جاتا ہوں ، اب جی میں ہے اس بے درد کو لکھوں
کہ مجھ کو تختۂ مشقِ اطبا کیوں بنایا ہے
نہ یہ سمجھیں سبب نے کچھ علامت سے مرض پاویں
سڑی ہیں آپ "مالیخولیا" مجھ کو بتایا ہے
کوئی کہتا ہے "آلو" دو کہ صفرائے کراثی ہے
"سیہ رو" نے ہرا جو رنگ کو چہرے کے پایا ہے
کوئی کہتا ہے "لیسر غس"[۱] ہوا جب بےخودی چھائی
مجھے وسواس "سرسام دروغیں" سچ ہی آیا ہے
کوئی کہتا ہے میں سمجھا یہ سر جو اٹھ نہیں سکتا
"ہزال روح نفسانی" نے یارو سر اٹھایا ہے
کوئی کہتا ہے حاشا ہے یہ گرمی "غب خالص" کی
اسی جاں سوز شعلے نے دھواں دل کا اڑایا ہے
کوئی کہتا ہے ترکیب اور غالب "خلط بلغم" ہے
رطوبت گر نہیں تو کیوں پسینے میں نہایا ہے
کسی کو "قشعریرہ" سے عفونت کا جو دھیان آیا
تو آخر سونگھنے کو "بول" کا شیشہ منگایا ہے
کوئی کہتا ہے یہ "سکتہ" ہے نظروں میں ہماری تو
کئی بار احمقوں نے لا کے آئینہ دکھایا ہے
کوئی سمجھا جو تلخی ذائقے کی سرکہ روئی سے
تو کہتا ہے کہ گاہے شہد خالص بھی چٹایا ہے

۱- "لیسر غس" طبع اول اور دوم (صفحہ ۱۹۴ ، حاشیہ صفحہ ۱۲۴) طبع دہلی (صفحہ ۱۰۷) "لیثرغس" طبع ششم (صفحہ ۱۸۰) مرتب

صندل سے درد سر کو ہو کیا جب تلک جبیں
میں اس کے آستاں پہ نہ رگڑوں بہ صد نیاز
یاں شوق سرکہ روئی ہندی صنم ہے خاک
صفرا شکن ہو سرکۂ انگوریٔ حجاز
یاں بوسے چاہییں گرہ زلف یار کے
ممکن نہیں کہ دانۂ آلو ہو چارہ ساز
لازم ہے میرے سینے پہ رخسار ماہ وش
کافور کی ہو قرص سے کیا چارۂ خراز
جھوٹی شراب یار کی درکار ہے کہاں
تسکیں پذیر ہو عرق بید سے جواز
اس جائے بوسۂ شکریں لب کا کام ہے
گل قند سے ہو کیوں کہ طبیعت کو اہتزاز
باقی رہی ہے بچنے کی تدبیر کون سی
اے ناصح شفیق، جگر سوز، چارہ ساز
الاّ یہی کہ پہنچوں وہاں جس کی خاک در
کرتی ہے آج خاک شفا پر ہزار ناز
وہ مایۂ حیات، وہ سرچشمۂ بقا
جس کا کہ ہے لعاب دہن، آب جاں نواز
صد سالہ مردہ زندہ ہو گر اپنی بات پر
آ جائے اس صنم کا لب معجزہ طراز
رحم آئے تو عجب نہیں، آخر غلام ہوں
اور وہ غلام خاص کہ یوسف تھا یا ایاز
پہنچاوے کاش کوچے میں اس سبزہ رنگ کے
مرتا ہوں اپنی جان سے عمر خضر دراز

سوے دماغ ابخرۂ دل کا یوں صعود
سجدے سے جیسے رکعت اول ، صف نماز
یہ حال ہے کہ ضعف سے کھلتی نہیں ہے آنکھ
ہے یاد کس کی ، نرگس بیمار نیم باز
میں کیا کہ دم میں چلنے کی طاقت نہیں رہی
بیٹھا ہے پاؤں توڑ کے جب ایسا ہرزہ تاز
دوران سر کو دیکھ کے چکر میں آ گئی
وہ عقل جو کہ ہرزہ دوی سے ہے بے نیاز
گر نفس ناطقہ کو نہیں لگ گئی ہے چپ
ورد زباں ہے کیوں ہذیاں سے حدیث راز
کس کے خیال میں یہ پراگندگی ہوئی
احساس کو ذرا نہیں وسواس احتیاز[1]
اعصاب محو زلف شکن در شکن ہوے
گردن میں ہے تشنج اقدام سے کزاز
میں کیا کہوں حقیقت رنگ عذار زرد
سمجھو تو صفرت یرقاں اس سے ہے مجاز
گر یہ ہی زور ضعف قویٰ ہے عجب نہیں
دشوار ہووے عمر رواں کو بھی اجلواز
منہ کا مزا یہ تلخ کہ شیریں ہے اس سے تو
بے وجہ سرکہ روئی زہّاد حیلہ ساز

۱- ''احتیاز'' طبع ششم (صفحہ ۱۸۰) (بہ معنی جمع شدن - منتخب اللغات صفحہ ۳۲) ''اختیاز'' طبع اول و دوم (صفحہ ۱۹۳ ، ۱۲۴) - (مرتب)

ایضاً

عمِّ بزرگ وار کہ ہیں عیسیٰ زماں
نسخے کا جن کے معجزے سے مشکل امتیاز
سقراط زہر خوردہ کا گر چارہ وہ کریں
عمر خضر سے ہو نفس واپسیں دراز
وہ سب ہی جس کی فطرت عالی کے ہیں مقر
وہ جس کی رائے خیل طبیباں میں سرفراز
ہو آب آب قول قدیم و جدید سے
تمریخ قابضات کا ان سے سنے جو راز
ہو ناف پیچ رشک سے بے تاب "بو علی"
قولنج مادّی کے اگر ہوں وہ چارہ ساز
حضرت کے خوان فضل سے وہ فضلہ چیں نہیں
قے میں نہ کیوں محقق طوسی کے ہو براز
خاکستر ان کے نسخۂ اکسیر اثر کی ہے
کحل الجواہر رمد چشم حرص و آز
بالفرض گر شراب میں ترکیب ان کی ہو
ہرگز رہے نہ گردن مینا میں پھر کزاز
از بس کہ زندگی کی توقع نہیں رہی
وہ بھی مرے علاج سے کرتے ہیں احتراز
کیا نار عنصری کے اڑا ڈالے گی[1] دھویں
دل گرمیٔ حرارت عشق جگر گداز

۱- "ڈالے گی" طبع اول (صفحہ ۱۹۳) - "ڈالیں گے" طبع دوم و ششم (صفحہ ۱۲۴، ۱۸۰) - مرتب

بے ہوش و بے حواس و بے آرام و[1] بے قرار
بے صبر و بے تحمل و بے اختیار تھا

کیا کش مکش نے دونوں کو بے حال کر دیا
نے زور ہاتھ میں، نہ گریباں میں تار تھا

جنبش بھی تھی محال، تڑپنا تو اک[2] طرف
کاھیدہ جسم ضعف سے کوہ وقار تھا

ھو خود ھی بے حواس تو احوال درد دل
کس سے کہے خبر ھی نہیں کون یار تھا

گو ھاتھ سے اشارہ نہ تھا، نے زباں سے بات
تو بھی تو حال دست و زباں آشکار تھا

اس واسطے کہ خاک پر انگشت دست سے
رحمے بہ حال بندہ خدایا نگار تھا

اور اک یہ شعر شعلہ فشان و زبانہ زن
تب خالہ ریز کام و زباں[3] بار بار تھا

آغاز کار عشق میں انجام کار تھا
میں کیوں فنائے ھستیٔ بے اعتبار تھا

۱- ''و'' نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۷۹) میں نہیں ھے - (مرتب)
۲- ''یک'' طبع اول (صفحہ ۱۹۲) میں اور بقیہ نسخوں میں ''اک'' ھے - مرتب
۳- ''زباں'' طبع اول (صفحہ ۱۹۲) میں، ''دھاں'' نسخہ طبع دوم و ششم (حاشیہ صفحہ ۱۲۳، ۱۷۹) اور طبع دھلی (صفحہ ۱۰۷) میں ھے - (مرتب)

ایضاً

وہ نوجوان عابد و ازھد کہ سب جسے
کہتے تھے ''مومن'' اور بہت دین دار تھا
کل ایسے حال سے نظر آیا کہ کیا کہوں
جو تھا سو اس کو دیکھ کے زار و نزار تھا
عبرت کی جا ہے ان صنموں نے کیا خراب
ملنے سے جن کے معتقد ننگ و عار تھا
بیمار کر دیا شب ھجر بتاں نے آہ
کیا ھوگئے وہ روز کہ پرھیز گار تھا
یا تو ھمیں ڈراتے تھے خورشید حشر سے
یا اپنے سر پہ داغ جنوں شعلہ بار تھا
اختر شماریٔ شب غم نے بھلا دیا
جتنا خیال پرسش روز شمار تھا
ھر ایک کی طرف نگہ بےکسانہ تھی
کس کی نگاہ لطف کا امیدوار تھا
ھمت سے اور ناز اٹھانے کی آرزو
باقی تھی گو کہ ضعف سے جینا بھی بار تھا
ھر دم ھوائے آہ سے اڑتی تھی منھ پہ خاک
جتنی کہ سر میں گرد تھی، دل میں غبار تھا
زخموں میں بس کہ مشک بھرا تھا میں کیا کہوں
عالم بدن کا اس کے عجب لالہ‌زار تھا
آنکھوں سے چند جدول خوں نابہ تھیں رواں
چھرہ جو ناخنوں سے سراپا فگار تھا
نے راحت و فراغ نہ آسائش و شکیب
نے طاقت و تواں نہ سکون و قرار تھا

مقطعات

جب کہا میں نے کہ تم بے داد گر نا آشنا
بے مروت ، بے وفا ، بیگانۂ احباب ہو
ہنس کے فرمایا کہ میں تو خیر جو کچھ ہوں سو ہوں
تم بھی تو بے چین ہو بے صبر ہو بے تاب ہو

ایضاً

صاحبو میرا حال مت پوچھو
بندۂ سخت بے وفا ہوں میں
چھوڑ دلی" کو سہسوان آیا
ہرزہ گردی میں مبتلا ہوں میں

عذر بے جا ہے سرکشی کے لیے
شاکی بے سبب جفا ہوں میں
اک خداوند شوق کے غم میں
قابل رحم ہوگیا ہوں میں

مجھے پہنچا دو میرے صاحب تک
کہ غلام گریز پا ہوں میں

معما بہ اسم مہتاب رائے

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار اُلٹا
ہم اُلٹے ، بات اُلٹی ، یار اُلٹا

معما بہ اسم نواب مصطفیٰ خان بہادر

نوا بلبل کی بے بس کر رہی ہے
بہار اک جام بے جا بھر رہی ہے
صدا بے درد قمری کی بلا ہے
سر طاقت بھی جس کا نقش پا ہے
فلک کو کل نہیں بے جور و بے داد
سر مے کیا ہو ، گو ہے فصل خرداد
کہ وہ سرو خراماں یاں نہیں ہے
سرور اپنا تو اب امکاں نہیں ہے
بہار سبز پا کے پاؤں ٹوٹیں
کہ درد بے حد حسرت سے چھوٹیں

———

معما به اسم مومنؔ

کیفیت وصال بس اب کچھ نہیں رھی
کیوں کہ نہ ہوں ''ملول میں'' شب کچھ نہیں رھی

ایضاً

ازل سے جی ھی لگا سینہ سیر حاصل ہے
یم[1] سرشک سے شاداب گلشن دل ہے

معما به اسم غلام علی خاں

قید بے حد ہے خانہ بے در ہے
تو بھی صاحب غلام سے ملیے

معما به اسم میرمحبوب علی

مر جا رقیب رشک سے گو ہے وصال یار
ہے اس کی چشم شوخ ادا میرے واسطے

۱- نم - نسخۂ ''کلیات مومن'' مطبوعہ مطبع نول کشور ۱۲۸۴ھ و ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع (صفحہ ۱۹۰ و ۱۲۲) اور ۱۹۳۱ع (صفحہ ۱۷۸) لیکن نسخہ مرتبہ ضیا طبع ۱۹۴۷ع (صفحہ ۲۶۶) میں ''یم'' ہے - (مرتب)

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم
شعلۂ دود و عارض روشن و زلف عنبری

سوے ہزار گوش جاں ، روے زمیں پہ زرفشاں
باغ میں جب تک اس طرح ، جلوہ کرے[1] گل طری

تجھ کو نصیب بزم میں داد دھی ، صلہ دھی
مجھ کو مبارک ایک سو مدح گری ، گداگری

---

۱ - ''جلوہ گری گل طری'' نسخہ اول اور دوم (صفحہ ۵۰ ، ۳۳) - ''جلوہ کرے گل تری'' طبع ششم (صفحہ ۴۷) - (مرتب)

میں وہ شہ سریر فضل ، جس کے خطیب کے لیے
اوج و حضیض آسماں پست و بلند منبری
فرط جمال سے نہیں گرچہ لباس کا خیال
تو بھی تو بکر فکر کو ، ننگ ہے زہرہ معجری
قیمت حسن یوسفی ، میرے سخن کا رونما
ہے یہ وہ حسن جس کی بیع ، مایہ فزائے مشتری
حضرت مومن اس قدر لاف اگرچہ ہے درست
طول مقال عیب و شعر جملہ عیوب سے بری
ختم سخن دعا پہ ہو ، تا نہ اثر میں ہو کلام
آپ[۱] پہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخن‌وری
تاکہ ہے بیت ہفتمیں ، قوت لولئ فلک
تاکہ نہم میں ہے فرح ، بہر عروس خاوری
تجھ کو نصیب دولت صحبت نوجواں نگار
تجھ کو ہمیشہ عشرت تازہ عروس دربری
تا رہے الفت آزما ، نازو غرور دل ربا
تا رہے آرزو فزا ، طرز ادائے دلبری
جور پہ تیرے جاں نثار ، غارتیان دین و دل
وصل سے تیرے کامیاب لب شکران عسکری
تاکہ ہو نوبہار میں قسمت رند مشرباں
مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری
بہر حسود جام زہر ، ساغر مے ترے لیے
تا نہ ہو ناگوار طبع تلخئ بادہ شکری

---

۱ - ''آپ یہ'' طبع اول (صفحہ ۵۰) ''اب ہویہ'' طبع دوم (صفحہ ۳۳) ''آپ پہ'' طبع ششم (صفحہ ۴۲) - (مرتب)

خیرگیٔ عقوبت تازہ موکلان قہر
بس کہ میرے حسد سے ہے تیرہ روان انوری

مجھ کو یہ گل زمیں پسند آگئی اتفاق سے
مزرع غیر میں کسے ورنہ سر کدیوری

نان گدا پہ رغبت شاہ جہاں غلط ، غلط
با ہمہ برتری دروغ ، آرزوے فروتری

اب نہیں کی ہے اختیار نظم کو میں نے یہ زباں
آپ ہیں لب پہ بوسہ زن ہندی و تازی و دری

باغ میں اپنے ہر شجر تابہ چنار و سرو ، بید
اول و آخر بہار باد فروش نو بری

لذت مدح جاں فزا ، تلخی ہجو تاب کاہ[1]
شہد ہے یاں تو شہد ناب ، صبر ہے تو سقوطری

میری طلاقت لسان ، میری فصاحت کلام
چارۂ صدرہ آزما[2] از پئے گنگی و کری

میرے معاند و حسود ، ہرزہ ستاے رفتگاں
ہاجی خویش و بے خبر مست بہ لب کف آوری

ہیں یہ سگان جیفہ خوار ، مغز سخن سے بے نصیب
کافر استخواں پرست ، طرفہ سگی و کافری

---

۱ - ''کاہ'' نسخۂ اول و دوم (طبع ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ع (صفحہ ۵۰ و حاشیہ صفحہ ۳۲) میں ہے اور طبع ششم (صفحہ ۴۶) ''کاہ'' - (مرتب)

۲ - ''صدر آزما'' نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ و ۱۸۶۷ع و ۱۸۸۰ع (صفحہ ۵۰ ، ۳۳) مطبغ نول کشور ''صد مریض'' ہے نسخہ ۱۹۳۱ع (صفحہ ۴۶) صدرہ آزما'' نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۱۰۱) میں - (مرتب)

رونق بزم و عزم رزم ، فرّ جلال و قدر جاہ
تو نے بہ غایت کہاں جمع کیے ، نہ سرسری
سینے پہ روے دلبراں ، بر میں قباے رستمی
پاؤں پہ فرق سروراں ، سر پہ کلاہ سروری
اس قدر اعتبار پر ، اس قدر انقلاب حال
یعنی ترے خدم کے ہیں طالع و بخت سنجری
ہے ترے در پہ منحصر اب جو شرف تو جاے تنگ[۱]
ماہ کو بیت زہرہ اور زہرہ کو برج مشتری
بس کہ خلف محال تھا ہو گئی نسل منقطع
ذات پہ تیری اس قدر ختم ہے پاک گوہری
ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدرداں
دیکھ نگاہ غور سے تو مری نکتہ پروری
شاعر بے نظیر ہوں ، سحر بیاں دبیر ہوں
دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری
سحر حلال سے مرے جادوے سامری خجل
طور کلیم اوج فکر ، نور خدا فسوں گری
لاف زنی پس مدیح ، رسم قدیم کیا کروں
اس غم تازہ سے نہیں مجھ کو امید جاں بری
کفر حکایت غرور ، اس کے بغیر یہ محال
تا ''متنبی'' و ''جریر'' عار ہے مجھ کو ہم سری
میری زباں میں وہ بات جس سے ملک سخن پرست
میرے بیاں میں وہ سحر جس سے جنوں زدہ پری

---

۱ - ''ننگ'' قصائد مومن (صفحہ ۹۹) میں اور نول کشوری نسخوں میں ''تنگ'' ہے - (مرتب)

کر دے دشمن اس لیے تو نے زبون و سرنگوں
سجدہ گہہ صفات بد تا کہ ہو نیک محضری

تختہ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین
نیل مرام و شش جہت مہرہ و قید شش دری

جس نے مقابلہ کیا ، بے جگری سے چل دیا
کیا کھلے ایک حملے میں گرچہ کھلے دلاوری

چرخ سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضرب گرز اٹھائے
حربے سے پہلے سر شکن ، بہر عدو یہ مغفری

ساکن بحر و بر تمام رام نہ ہوں تو کیا کریں
تیغ میں یہ نہنگی اور طبع میں[1] ہے غضنفری

افعی رمح سینے کو چیر کے دل نکال لے
مار سیاہ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری

بال و پر فرشتۂ موت ہیں یا پر خدنگ
دشنہ[2] دشنۂ قضا ، یا ترے تیر کی سری

خندۂ برق تیغ میں ، گرمی مہر "تیر[3]" ماہ
گریۂ زخم تیر میں جوش سحاب آذری

شہرت ظلم و جور سے دور میں تیرے کیا عجب
ہفت پدر اگر بہم ترک کریں برادری

---

۱ - "ہے" نسخہ اول و دوم (صفحہ ۴۹ ، ۳۲) - طبع ششم (صفحہ ۴۵) میں "یہ" ہے - (مرتب)

۲ - "دشنۂ دشنۂ" نسخہ کلیات مومن طبع ۱۲۸۴ ھ (صفحہ ۳۲) ۱۸۷۶ ع و ۱۸۸۰ ع (مطبع نول کشور) - اور "دشنہ ہے دشنہ" طبع ۱۹۳۱ ع (صفحہ ۴۵) (دستہ دشنۂ ؟) (فائق)

۳ - "ماہ تیر" نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۹۸) - نول کشوری نسخوں میں "تیر ماہ" ہے - (مرتب)

اطلس چرخ[1] زیر گرد جوش ہوائے رشک سے
آتش سینۂ نجوم، خجلت آب پیکری

تو وہ سوار یکہ تاز، عرصۂ رزم گاہ میں
جامہ دریدہ جس کے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری

توسن باد پا ترا، روز وغا بگاڑ دے
صرصر عاد کی ہوا، دم میں دکھا کے صرصری

سیر ریاض میں نسیم، سطح ہوا پہ بوے گل
عرصۂ بحر طے کرے، آن میں بے شناوری

روز نبرد گرچہ ہو خصم جباں[2] کے زیر راں
توسن بر ترین فلک، تو بھی محال[3] جاں بری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ رس ایک جست میں
نیم قدم پہ رہ گئی، طائری و تگاوری

ہائے سبک عنانیاں، واہ گراں رکابیاں
گاہ غزال چین ہے وہ، گاہ پلنگ بربری

مجھ سے مدیح سنج کا، پیک خیال گر نہ ہو
شاہ سوار کیا کرے، کس سے ہو[4] اس کی چاکری

---

۱ - ''ریز'' طبع اول اور دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۴۸، حاشیہ صفحہ ۳۱) طبع ششم (صفحہ ۴۵) اور قصائد مومن (صفحہ ۹۶) میں ''زیر'' ہے - (مرتب)

۲ - ''جباں'' (بہ معنی بزدل) نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۹۷) اور نول کشوری نسخوں میں ''جہاں'' ہے - (مرتب)

۳ - ''محال'' نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۹۷) ''مجال'' نول کشوری نسخوں میں ہے (مرتب)

۴ - ''ہو'' طبع اول اور دوم (صفحہ ۴۷، ۳۲) میں - طبع ششم (صفحہ ۴۵) میں ''ہے'' - (مرتب)

رونق لولیان بزم ، دیکھ کر اُس کی جود سے
خیرہ نگاہ بس کہ ہے لولیٔ چرخ چنبری

گرم دعاے[1] بازگشت ، شکل بشر میں سوے خاک
بہر حصول زیور و چارۂ رشک زیوری

اُس کے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر
خستہ ذباب کی طنیں ، طنطنۂ سکندری

جوش طراوت مشام ، وجہ عطاس عز و جاہ
لطف نسیم مشک بیز ، خلق شمیم عنبری

بوسہ روا بہ‌ہر طریق ، سجدہ و فرق ہر فریق
سنگ در اُس کا اک صنم ، رشک بتان آذری

تو وہ بہار حسن باغ جس پہ کرے نثار جاں
لالہ رخی ، سہی قدی ، گل بدنی ، سمن بری

لب کو مثال کس سے دوں ، لعل و عقیق بے مزا
گل میں کہاں یہ نازکی ، مل میں کہاں یہ احمری

چشم کا تیری امتزاج ، روح فزا ، نظر فزا
گریۂ مستی و نگاہ ، روح[2] و گلاب عبہری

فصل بہار بعد یاس ، کس لیے غنچہ پھر ہوا
بزم میں تیری گر نہ تھی ، گل کو امید ساغری

جمع جو تجھ میں عدل و حسن جن سے خرابیاں خراب
مست شراب لب شراب ، محو پری رخی پری

---

۱ - ''دعاے'' نسخہ مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲۸۴ ھ ، ۱۸۷۶ء (صفحہ ۸۴ ، حاشیہ صفحہ ۳۱) میں۔ طبع ششم (صفحہ ۴۴) دی ہے۔ (مرتب)

۲ - ''روح گلاب و عبہری'' قصائد مومن (ص ۹۵) - نول کشوری نسخوں میں ''روح و گلاب عبہری'' - (مرتب)

فیل نشیں بنا دیا ، خاک نشیں کو اُس نے اب
خاک نہیں فلک کو زیب ، لاف و گزاف برتری

چین سے زر عدن سے در کان سے لعل و گوھر آئے
بس کہ جہاں میں شہرہ ھے ، اُس کی غریب پروری

دست گہر فشاں سے وہ ، نامہ اگر کرے رقم
دام ھما ھو حسرت مرتبۂ کبوتری

لیتے ہوئے گرائے[1] جو بار عطا سے لعل و در
کلبۂ خاک روب کو جیسے دکان جوھری

"حاتم و معن" پائمال ، اُس کے صف نعال میں
صدر نشین بزم کام بخشی و فیض گستری

لعل لب اُس کے درفشاں جیسے گہرنثار دست
جائزہ کم نہ آفریں ، دونوں میں ھے برابری

یک‌شبہ خرچ[2] بزم کا ، نیمہ خراج "نیمروز"
بخشش ہفتہ حاصل و فائدۂ ہفت کشوری

ایک جہاں گدائے در اور وہ سب جو معتقد
بے طمعی سے شیخ وقت ، جس کا سوال قیصری

دور کرم میں اُس کے لعل خشکی لب کا ھے بہا
در یتیم کو بکے ، چشم یتیم کی تری

اس سے زیادہ اور کیا ، ھووے گی بخشش و عطا
کم رھے اکثروں سے ملک ، بیش نہ ھو مقرری

---

۱ - "گرائے" قصائد مومن (صفحہ ۹۳) میں اور نول کشوری نسخوں میں "گر آئے" ھے - (مرتب)

۲ - طبع اول ، دوم ، ششم (صفحہ ۴۷ ، ۳۱ ، ۴۴) میں "یک شبہ چرخ" اور قصائد مومن (صفحہ ۹۴) میں "یک شبہ خرچ" (مرتب)

رغبت وصل پر حذر یار کو ہائے ہے
نا کسی[1] آفت قرار ، نے ہوس ستم گری
کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد
آج سے کل زیادہ ہو ، حال کی اپنے ابتری
چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ یہ
طالع دوں خراب ہو ، آپ کرے جو یاوری
نالے سے میرے گرم و خشک ، زہرہ و ماہ کا مزاج
گریے سے میرے سرد و تر طبع بروج آذری
جان جہاں کو دل دیا ، دشمن جاں ہوا جہاں
سر میں ہوا ، نظر میں یاس ، سینے میں آرزو بھری
یک دل و گونہ گونہ زخم ، یک تن و فوج فوج خصم
یک جگر و ہزار نیش ، یک سر و صدگراں سری
جور سہوں ، وفا کروں ، حق وفا ادا کروں
یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بے زری
قدر ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم
دست کشادہ ، دل فراخ ، منعمی و تونگری
سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست
بخل کے ساتھ ہر جگہ ، جمع بہیمی و خری
ایک جہاں میں قدرداں سو وہ بہ رغم آسماں
آج یہاں ہے کل وہاں ، واہ کمال داوری
"راجا اجیت سنگھ" نام ، کام روائے خاص و عام
جود سے جس کے بے نظام ، کار جہاں کی ابتری

---

۱ - "نہ آسے طاقت قرار" قصائد مومن (صفحہ ۹۱) میں "نا کسی آفت قرار" نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

عطر مشام حور عین نُہ فلک نو[1] آفریں
ادخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری

ایک سے ایک کامیاب ، سینۂ حاسداں کباب
ایک طرف شراب ناب ، ایک طرف گزک دھری

جب نہ رہی طمع تو کیا خلد میں گر ملے بہ فرض
قصر زبرجد و مے لعلی و جام گوہری

میرے یہ بخت ہائے بخت ، ایسے نصیب یا نصیب
چارۂ یاس ، امید حشر ، مرگ علاج مضطری

طول امل کی حد نہیں ، ساز طرب کہاں سے آے
بادشہی جہاں ہو کم ، حیف وہاں قلندری

یاں کے ہوے نہ واں کے ہم جیسے فقیر بت پرست
بندگیٔ خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری

چرخ نے جیسے جیتے جی ، کیں پدری عنا یتیں
خاک کرے گی بعد مرگ ، ویسی ہی مہر مادری

عشق عیاں کا کیا بیاں ، حسن ہنر رہا نہاں
قمریٔ نالہ کش زباں میری ہے دل صنوبری

وہم بروں شدن خیال ، قید سے چھوٹنا محال
یاں سے گریز کیا مجال ، بند گراں پہ بے دری

چھٹ بھی گئے تو راہ بند ، جاے بہ جاے لامکاں
کوئی عجب طلسم ہے گنبد چرخ چنبری

---

۱ - ''نو آفریں'' طبع اول (صفحہ ۴۶) میں - طبع دوم (حاشیہ صفحہ ۳۰) و طبع ششم (صفحہ ۴۳) میں ''نور آفریں'' ہے - (مرتب)

چار طرف ہے غلغلہ "حیّ علی الفلاح" کا
بدظنیوں سے عذر لنگ ، شدت ضعف و لاغری

شعلۂ شمع سے فزوں چہرہ مرا زریر گوں
رنگ شفق سے بیش تر ، گریہ مرا معصفری

رشک فزا نظارۂ صحبت ساکنان قرب
پستیٔ بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری

صبح مری شب مریض ، شب ، شب اولین گور
زور[1] گزار ہم شام ، سختیٔ روز محشری

غم نہ سما سکا مرا ، بس کہ جہان تنگ میں
چرخ میں یہ محدبی آ گئی اور مقعری

صبح کی جب بہار ہے ساقیٔ غنچہ لب ہو پاس
مے سے عذار لالہ رنگ ، لب سے مذاقِ شکری

ہر حرکت محرّک شوق و مہیّج ہوس
قل قل[2] شیشہ قاہ قاہ ، مطرب طرفہ زیوری

بستر گل پہ خواب خوش ، سرخوشی نشاط خواب
عطر لباس سے گلاب جرم دماغ کی تری

رطل گراں دم صبوح ، مست مے شبینہ روح
سر بسر امتیاز[3] طبع ، رنج خمار سرسری

---

۱ - "زور" نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۸۹) میں - "روز" نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

۲ - "قل قل" نسخہ قصائد مومن (صفحہ ۹۰) - نول کشوری نسخوں میں "قم قم" ہے - (مرتب)

۳ - "اهتزاز" قصائد مومن (صفحہ ۹۰) - نول کشوری نسخوں میں "امتیاز" ہے - (مرتب)

(۹) قصدہ در مدح راجا اجیت سنگھ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ، ہے وہی تیرہ اختری
کثرت[1] دود سے سیاہ ، شعلۂ شمع خاوری

چشم ستارۂ سحر ، لون[2] زحل سے سرمہ سا
دشنۂ ترک چرخ سے ، تیز[3] نگاہ مشتری

خط بیاض صبح وہ ، شعلہ دم اژدر سپید
عکس سے جس کے آب ہو ، آئنۂ سکندری

یاد ہوا ہے کوئی یار ، خانہ خراب و جاں گداز
خفیہ شمال میں سموم ، باد صبا میں صرصری

سامعہ سوز و دل خراش ، گریہ فزا و زخم ریز
نغمۂ نوک عندلیب ، قہقہۂ گل طری[4]

مجھ کو فغاں سے کام اور ذکر میں اہل خانقاہ
دیر میں شور بید خواں ، میکدے میں نواگری

---

۱ - دود گناہ - نسخہ مطبع نول کشور ۱۹۳۱ ع ، صفحہ ۴۲ -

۲ - ''لون زحل'' قصائد مومن (صفحہ ۸۸) - ''یوں ہے زحل سے'' نول کشوری نسخوں میں (مرتب)

۳ - ''تیز'' قصائد مومن (صفحہ ۸۸) میں - ''تیر'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

۴ - ''طری'' قصائد مومن (صفحہ ۸۸) میں - ''تری'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

"مومن" اب ختم کر دعا پہ سخن
تا کجا لاف ہاے طولانی

جب تلک باعث نشاط و ملال
ہے وصال و فراق جانانی

تیرے حساد و رنج گونا گوں
تیرے احباب اور تن آسانی

تیرا اقبال روز افزوں ہو
جیسے مومن پہ لطف رحمانی

میرے خامے کے جوش گریہ سے
روئے دیتا ہے ابر نیسانی

سامنے میری ترشہ زبانی کے
نطق الکن "حدیث سحبانی"

میرے ربط کلام کو نہ پہنچے
نثر "سعدی" نہ نظم "سلمانی"

جاں فزائی مرے سخن کی دیکھ
سم گئے خضر ، آب حیوانی

میرے زاغ قلم کی نیم صریر
صد صفیر ہزار دستانی

میرے گوہر تمام ناسفتہ
میرے یاقوت سب بدخشانی

میری نیرنگیٔ تخیل سے
سیمیا گر ہے روح نفسانی

میں وہ سرمایۂ بلاغت ہوں
جس کے در کا گدا ہے خاقانی

"انوری" کے بیان میں ہے کہاں
میری تقریر کی سی تابانی

ملک معنی کا شہر یار کہے
دیکھ "خسرو" مری قلم رانی

میری نسبت سے خاک ہند کو ہے
رونق سرمۂ صفاہانی

آج ہوتا "کمال" تو کہتا
اب تخلص سزا ہے نقصانی

ہے ابھی آرزوے وصل صنم
ہے ابھی حسرت ہوس رانی

فکر انجام سد راہ ہوئی
سن چکا ہوں "حدیث صنعانی"

بعد یک چند گر خدا چاہے
میں ہوں اور تیرے در کی دربانی

آکے اس بزم میں دکھاؤں گا
شعلہ ہاے خرد کی نیرانی

میرے سینے کے صفحے میں ہے رقم
علم دانا دلان یونانی

مجھ تلک پہنچے ہیں اب وجد سے
ورثۂ نکتہ ہاے لقمانی

مہر افلاک عقل و دانش ہوں
فطرتی ہے مری درخشانی

"نسر طائر" کو سمجھے ہے بے پر
مرغ فکرت کی بال جنبانی

وہ خرد مند ہوں کہے ہے مجھے
"عقل اول" حکیم لاثانی

میں روش دان حکم برجیسی
میں ادا فہم سیر کیوانی

ہوں وہ نباض جس کے ناخن میں
حرکات عروق شریانی

آئنہ ہے صفا سے دل میرا
کیا ہوا گر نہیں ہے حیرانی

جبہہ، خورشید سے فروزاں تر[1]
جبہہ سے دل زیادہ نورانی
شام پیری میں اس کا وہ عالم
زرد رو جس سے صبح ریعانی
"کرم اللہ" نام و ذات اس کی
مظہر لطف ہائے یزدانی
ہے مجھے بھی خیال طوف حرم
خضر رہ گر ہو فضل رحمانی
تا کہ صحن "منا" میں کر ڈالوں
نفس امّارہ کو بھی قربانی
اس سے افزوں ہے شوق اس در کا
جس سے حاصل ہو یہ بہ آسانی
کہ محرک ہے التفات نہاں
تاب فرسا ہے جذب روحانی
پر کروں کیا کہ بن نہیں آتی
ورنہ میں اور تیہ ہیمانی
دشت گردی کے شوق نے مارا
ہوں تو دیوانہ لیک زندانی
سوچ سوچ اپنے دل میں ڈرتا ہوں
گو ہوں وسواس ہائے شیطانی

۱- طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۴۴، ۲۹) اور نسخہ مطبع جوہر ہند دھلی (صفحہ ۲۱) میں "فروزاں تر" لیکن طبع ششم نول کشور (صفحہ ۴۰) میں "فزوں تر ہے" ہے (مرتب)

اول اس در پہ سجدہ ریزی کر
تا ملے مفت جاہ کیوانی

پھر طواف حرم میں ہو مشغول
تیرے صدقے شروط ایمانی

کب تلک اعتکاف بت خانہ
کب تلک کنج دیر و رہبانی

یوسف مصر نکتہ سنجی حیف
یوں گرفتار چاہ کنعانی

کیا پیام اور کیا پیام گزار
جس کی ہر بات وعظ عرفانی

آب و تاب کلام سے اس کے
آب ہو لولوی و مرجانی

عالم محمل[1] حدیث رسول
واقف نکتہ ہائے فرقانی

اس کے آگے علوم پیر فلک
سبق کودک دبستانی

دیکھ اشراق اس کا افلاطون
کہے ہٰذا حکیم ربّانی

۱- ''محمل'' نسخہ کلیات مومن طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۴ حاشیہ صفحہ ۲۸) میں اور طبع ششم (صفحہ ۴۰) اور نسخہ دیوان مومن مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی ۱۳۰۵ھ میں ''مجمل'' ہے - (مرتب)

شعلۂ شمع بزم کو تیرے
دعوے حسن ماہ کنعانی

داغ ہے تیرے جام عشرت سے
گل داماں[1] کی پاک دامانی

تیرے دشمن کے واسطے عاشق
زلف جاناں سے لے پریشانی

اے سخن سنج نکتہ داں تیری
کس زباں سے کروں ثنا خوانی

مجھ سے ناکس کی ہم نشینی کا
تجھ سے داور کو شوق پنہانی

نہ یہ سمجھا ہوں سیر اختر سے
علم ظنیؔ نہ ہووے ایقانی

حامل دفتر مدیح سے یوں
مجھے پہنچا تھا علم اذعانی

کہ نہیں کیوں خیال طوف حرم
مومن اور اتنی نا مسلمانی

تجھے معلوم کیا نہیں ناداں
فرض ہے حج بہ نصّ قرآنی

کیوں کہ ہو عذر بے زری مقبول
ہے خلاف قیاس برہانی

۱- "گل داماں کی پاک دامانی" قصائد مومن (صفحہ ۳۸) -
"گل دامان پاک دامانی" نسخہ طبع اول و دوم و ششم
(صفحہ ۴۳ ، ۲۸ ، ۴۰) میں - (مرتب)

شوخیٔ یار کی سی چالاکی
نگہ شوق کی سی جولانی

دم گل گشت وہ سبک رفتن
اہتزاز نسیم بستانی

روز جنگ اس کے نیم جولاں میں
صرصر عاد کی سی طغیانی

کثرت باد عنصری اس کی
مثبت انقلاب ارکانی

اس سے دیتے سپہر کو تشبیہ
گر نہ ہوتا ستارہ پیشانی

مانع سعی دل پسند اس کو
ملک عالم کی تنگ میدانی

تیرے اوصاف کے صحیفے میں
صنعت کارنامۂ مانی

گل جبینی پہ تیری قرباں ہوا[1]
نوبہار ریاض رضوانی

برومندیٔ آرزوے حصول
کشت مطلب کی تیرے دہقانی

آستانے پہ تیرے چرخ نہم
ہو نہ جائے بلند بنیانی

سمجھے ہے درجۂ شرف کیواں
قصر رفعت کی تیرے دربانی

۱- ''ہوں'' نسخہ نول کشور طبع ۱۲۸۴ھ اور ۱۸۷۶ع اور ۱۸۸۰ع (صفحہ ۴۲ ، ۲۸) میں نسخہ مطبع جوہر ہند دہلی ۱۳۰۵ ہجری (حاشیہ صفحہ ۲۰) نسخہ نول کشور ۱۹۳۱ع (صفحہ ۳۸) میں ''ہو'' - (مرتب)

گرگ نے دور عدل میں اس کے
سیکھ لی راہ و رسم چوپانی
آشیان عقاب و شاہیں میں
روز کنجشک کی ہے مہمانی
حملۂ شیر گیر سے اس کے
نعرہ زن ضیغم نیستانی
اس کے اک ایک لشکری کا ننگ
دعوئ سامی و نریمانی
خنجر جاں شگاف میں اس کے
ابروے یار کی سی بّرانی
افعی رمح دیکھ لے اس کا
تو عصا بھول جائے ثعبانی
گرز سے اس کے بار گردن ہے
مغفر مدّعی کی سندانی
اس نے شمشیر جب علم کی ہے
گاو گردوں ہوئی ہے قربانی
موج دریاے خوں سے روز مصاف
ہووے کشتی زمیں کی طوفانی
ہیں مخاصم بھی سخت شکر گزار
عمر جو کٹ گئی بہ آسانی
تیر خارا شگاف سے اس کے
لعل جو ہے سو لعل پیکانی
زیر راں اس کے توسن چالاک
رشک اسپ سپہر گردانی

اس کے احساں سے غرّهٔ شوال
اہل تقویٰ کو سلخ شعبانی

کہیں نیرنگیٔ زماں سے فزوں
خوان نعمت کی اس کے الوانی

مور کو وہ جواد دے ڈالے
شوکت و حشمت سلیمانی

کر دے سارے جہان کو سیراب
بحر ہمت کی اس کے طغیانی

بخشش بے شمار سے مشکل
ہے دبیر فلک کو دیوانی

اس کے خوان نوال سے بہ مثل[1]
آز اشعث کی کند دندانی

اس کے عہد کرم کی نسبت سے
بڑھ گئی عمر عالم فانی

بے سخاوت اسے قرار کہاں
کہ ہے عادت طبیعت ثانی

اس کے ہے روزگار میں یکساں
ابر کو بہمنی و نیسانی

دوری اپنی نہیں ہے مانع فیض
مہر کو کیا حجاب ظلمانی

۱- ”ہو مثل“ نسخہ مطبوعہ نول کشور طبع اول و دوم (صفحہ ۴۱ حاشیہ صفحہ ۲۷) اور نسخہ مطبع جوہر ہند دہلی (صفحہ ۲۰) میں - ”شل“ نسخہ مطبع نول کشور ۱۹۳۰ع (صفحہ ۳۸) میں - قصائد مومن (صفحہ ۸۰) میں ”بہ مثل“ ہے - (مرتب) -

بے زری سے مری تجھے حاصل
کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی

طالع ہر بدیع[1] سنج میں ہے
کیا ضرورت ہبوط میزانی

جان مومن پہ گونہ گونہ ستم
کافر اتنی بھی نامسلمانی

تا کجا اے یزید شمر خصال
فتنہ ہائے فریب سروانی

اس سے کاوش نہ کر نہ ہو ظالم
آپ اپنا تو دشمن جانی

تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون
کھول دوں میں یہ راز پنہانی

مدح خوان شہ وزیر لقب
ختم جس پر ہوئی سخن دانی

پایہ سنج کہاں اہل کہاں
فارق قلزمی و عمّانی

کیا کہوں اس کے دست ہمت کی
میں گہر باری و زر[2] افشانی

ہر گدا کی ہے زینت کشکول
رشک ترصیع، تاج سلطانی

۱- ''بدیہہ'' قصائد مومن (صفحہ ۷۸) - (مرتب)
۲- ''در افشانی'' قصائد مومن (صفحہ ۷۹) - نول کشوری نسخوں میں ''زر افشانی'' ہے (مرتب)

ہائے وہ رقص خوش قداں جس کے
صدقے[1] انداز سرو بستانی
ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی
سحر ہاروت ، زہرہ الحانی
ہائے وہ ساز و برگ عیش و نشاط
قوت افزائے روح انسانی
تیر باران فاقہ نے مارا
بک چکی تھی کلاہ بارانی
پنبۂ داغ دل کو حیراں ہوں
نہ رہا خرقۂ زمستانی
ایک دن یوں ہجوم یاراں تھا
جیسے اب مجمع پریشانی
کس سر پُر غرور کو دی ہے
تنگیٔ غم نے چین پیشانی
مجھے دونوں جہان سے کھویا
کیا کہوں ظلم چرخ دورانی
یعنی اس حال پر فزوں تر ہیں
آرزو ہائے نفس شیطانی
حسرت لعل سیم تن میں ہوئے
گوہر اشک چشم مرجانی
اے فلک دل کو داغ کرتی ہے
زر خورشید کی درخشانی

۱- ''شکل'' قصائد مومن (صفحہ ۷۷) میں - نول کشوری نسخوں میں ''صدقے'' ہے - (مرتب)

یا نہیں ہے مرقع و کشکول
تا کروں تازہ رسم ساسانی
مسند گوہریں کا دھیان آیا
پوچھتے کیا ہو وجہ گریانی
بالش سنگ و خواب واویلا
بار خاطر ہوئی گراں جانی
ہم ہیں اور حسرت سے گل گوں
خوں پلاتا ہے قہر یزدانی
زہر ملتا نہیں کہ پی جاؤں
اب کہاں وہ شراب ریحانی
شور مستی دعاے نوح نہ تھا
کشتیٔ مے ہوئی جو طوفانی
وہ گزک کیسی ، وہ کباب کہاں
نقل مجلس ہے دل کی بریانی

ق

یا یہاں پرنیان و اطلس سے
جلوہ گر تھی سپہر سامانی
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا
تنگیوں سے لباس عریانی
کیا کہوں اپنی گردش ایام
صبح نوروز ہے شبستانی
اس چمن زار کو خزاں تھی ضرور
میں نے کیا تہ کی بات پہچانی
کر دیا خالق دو عالم نے
امتیاز ریاض رضوانی

کیا ہوئی وہ بلندیٔ دیوار
کیا ہوے وہ عماد طولانی
جائے گل ہیں چمن میں ریزۂ سنگ
کاہ کرتی ہے ناز ریحانی
اٹ گئے حوض و نہر غیر از چشم
ایک قطرہ کہیں نہیں پانی
نہ ملا کچھ نشان آب رواں
خاک سارے جہان میں چھانی
سقف رنگین و زر نگار کہاں
جز سپہر و نجوم نورانی
شور زاغ و زغن ہے سمع خراش
اب کہاں بلبل و غزل خوانی
نظر آتی نہیں وہ تصویریں
نقش دیوار کیوں نہ ہو مانی[1]
صرف دلق گدا ہوے پردے
زینت افزائے کاخ سلطانی
آپ کاشانہ فرش خاک ہوا
کیسے قالیچہائے[2] کاشانی
یا ظروف و سماط سے مجھے تھا
دعویٔ قیصری و خاقانی

۱- نسخۂ اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۳۹ ، ۲۶) میں ''بانی'' اور طبع ششم (صفحہ ۳۷) اور قصائد مومن (صفحہ ۷۶) میں ''مانی'' ہے - نسخہ مطبع جوہر ہند دہلی (حاشیہ صفحہ ۱۸) میں بھی یہی ہے - (مرتب)

غالیچہ ہائے - قصائد مومن ، صفحہ۷۶ (مرتب)

(۸) قصیدہ[1] (در مدح نواب وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خاں نصرت جنگ والی ریاست ٹونک

یاد ایام عشرت فانی
نہ وہ ہم ہیں نہ وہ تن آسانی

جائیں وحشت میں سوے صحرا کیوں
کم نہیں اپنے گھر کی ویرانی

خاک میں رشک آسماں سے ملی
ہائے کیسی بلند ایوانی

کر دیا گردش سپہر نے حیف
برج خاکی، مسیر کیوانی

ایسی وحشت سرا میں آئے کون
بے دری کر رہی ہے دربانی

نکتہ سنجوں سے جی میں ہے پوچھوں
کہ میں شہری ہوں یا بیابانی

۱۔ غالباً یہ قصیدہ مدح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے ''کلیات مومن'' مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۶۱ع ۳۶ میں یہ نوٹ مطبع کی جانب سے غلط لکھا گیا ہے ۔ اس قصیدے کے چھیالیسویں شعر میں ممدوح وزیر کے لقب سے موسوم ہے ۔ مراد نواب وزیر الدولہ والی ٹونک ہیں ۔ (فائق)

[1]مومن آهنگ دعا ختم سخن کا هے یه وقت
آپ تو آپ هیں دانائے قوانین و رسوم

جب تلک ذلت و عزت طرب و غم[2] هوں خلق
گوشه گیر انجمن افروز سمین و معدوم

تیرے احباب مطاع اور توابع رهیں شاد
تیرے حساد خراب اور ترے اعدا مغموم

---

۱ - نسخۂ طبع اول مطبع نول کشور (صفحه ۳۹) میں یه شعر اسی مقام پر هے اور طبع دوم اور ششم (حاشیه صفحه ۲۵ ، ۳۶) میں شعر ''جب تلک الخ'' پہلے هے اور بعد میں شعر ''مومن الخ'' هے - اس لیے ترتیب طبع بحال رکھی - (مرتب)

۲ - ''کا هو'' نسخۂ مطبوعه نول کشور ۱۹۸۰ع (صفحه ۲۵) و ۱۹۳۱ع (صفحه ۳۶) - لیکن نسخۂ مطبوعه ۱۲۸۴ھ و ۱۸۶۷ع میں ''هوں'' هے اور قصائد مومن (صفحه ۴۷) میں ''جب تلک ذلت و عزت ، طرب و غم سے هو خلق'' (مرتب)

ہیں مخاصم ترے بد بخت پہ کم بخت نہیں
یعنی کثرت سے ہے قسمت میں حمیم اور زقوم
"مرحبا یا' بن علی" کی چلی آتی ہے صدا
اب تلک روضۂ رضواں سے، زہے فیض قدوم
دعوت عام تری سب کو بنا دیوے خاص
گر قضا کو نہ ہو پاس صفت فیض عموم
"ختم اللہ" کا مورد ہے زبس قلب سیاہ
تیرے دشمن کو ہے خوں نابہ رحیق مختوم
دوستوں کو نہیں ڈر وسوسۂ شیطاں کا
ہیں جو دشمن متصدیٔ شعار مذموم
جام سے گر کوئی پی جائے تری نہی کے بعد
زہر کھاوے پئے درمان خراش بلعوم
تیرے ایام میں باقی نہ رہا بس کہ فساد
چشمۂ خضر ہیں انہار عروق مجذوم
بدی خلق سے افزوں تھی نکوئی تیری
کر دی انصاف الٰہی نے یہ امت مرحوم
گر کہے "یرحمک اللہ" ترا خصم لئیم
عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغ مزکوم
تا سحر شام عبادت تری شب بیداری
شارح "آیت کرسی" پس "حی القیوم"

---

۱ - "ابن علی" قصائد مومن (صفحہ ۷۳) میں - "یا بن علی" نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

تیرے اعدا کو سمجھو تو کریں جان پہ رحم
آدمی تو نہیں یہ ، پر ہیں جہول اور ظلوم
بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آ جاوے
جس کو آتی نہ ہو تقطیع کلام منظوم
تیر باراں سے ترے کیوں کہ نہ بھاگیں اعدا
جانتے ہیں کہ شہب بہر شیاطیں[1] ہے رجوم
آج کھہ دے ترے قاتل کی سزا داور حشر
تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیر سموم
مدد غیب پہ کی ، لشکر مغلوب سے صلح
کہ مسلماں نہ ہوں معتقد طالع شوم
نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزم افلاک
نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکام نجوم
ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا
طبع[2] نحسین سے جاتی رہے تاثیر غموم
جہد شاہانہ یہی ہے تری کوشش سے ہوئی
خانقاہ فقرا بارگہ قیصر روم
امنیت ایسی ہوئی دور حراست میں ترے
ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیر فغان مظلوم

---

۱ - طبع اول اور دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۳۸ ، ۲۵) میں ''ہے'' اور طبع ششم (صفحہ ۳۵) میں ''ہیں''۔ غالباً تصحیح قیاسی سے طبع ششم میں کام لیا گیا ہے، نیز قصائد مومن (صفحہ ۷۱) میں بھی یہی ہے - مرتب

۲ - ''نحسین'' قصائد مومن (صفحہ ۷۲) میں - ''تحسین'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد میں
جب مسلم ہو کہ معصوم ہے جزو معصوم

عہد میں اُس کے جو گل، زاریٔ بلبل پہ ہنسے
ہو نسیم سحری، ہم اثر باد سموم

کہیں منکر کو نہ انکار قیامت ہو زیاد
عدل سے اُس کے ہے آبادی ہر کشور و بوم

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق
نہ وہ رازق ہے ولے قاسم رزق مقسوم

السلام اے روش آموز طریق اسلام
السلام اے خضر جادۂ جنت ملزوم

وہ ترا پایہ ہے اے شاہ جوانان بہشت
کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

گر کہے کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا
ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم

کیا ترے مرکب چالاک کی لکھی تھی ثنا
لیک کاغذ یہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

یہ سبک رو کہ بیان تگ و دو میں اُس کے
منھ سے مفتوح نکلتے ہیں حروف مضموم

ہے بجا دیجے اگر تجھ کو سلیماں سے مثال
کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم

تیریٔ افواج کا میداں میں دم جنگ خروش
بلبلوں کا ''مہ آذار'' گلستاں میں ہجوم

مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر
کر دیا تیغ گریباں نے دوبارہ حلقوم

سبزہ رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم
یاد آتا ہے مجھے حال امام مسموم

افضل الناس حسن ابن علی ، سبط نبی
سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم

ابر بارندۂ دانش ، گہر فیض کمال
قلزم حسن عمل ، منبع دریاے علوم

مظہر شان الٰہی ہے یہاں تک کہ حکیم
متزلزل ہے دم بحث وجوب اور لزوم

علم اعجاز آسے ، معجزۂ علم آسے
جس میں اندیشہ ہو عاجز وہ سب اس کو معلوم

فکر الزام حکیم و متکلم ہو آسے
تو مجسم نظر آ جائیں نکات[1] موہوم

اثر ذکر سے ہو صاف دلی کے آس کے
نقش مرأت ہوا ، عکس ضمیر مکتوم

سائلوں کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے
فرط بخشش سے نہ مجمع رہے کوچے میں نہ دھوم

جود ہر بار[2] فزوں سے ، کف بے فاصلہ بخش
دشمن مایۂ معمول و کفاف مرسوم

ہیں مشابہ بہت آس دست کرم کے تل سے
کیوں کر اصفار نہ ہوں مرتبہ افزاے رقوم

---

۱ - ''نقاط'' قصائد مومن (صفحہ ۶۹) ''نکات'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

۲ - ''جود ہر بار'' طبع اول اور دوم مطبوعہ نول کشور (صفحہ ۳۷ حاشیہ صفحہ ۴۲) میں اور طبع ششم (صفحہ ۴۳) میں ''جوہر بار'' ہے - (مرتب)

پاک بازی کی طمع ہم سے گنہ گاروں سے
کیا ہوئے عشق میں اے زہرہ جبیں وہ معصوم[1]

زلۂ گرم نے دلبر کو بنایا دل دار
معجز عشق سے جاں بخش ہوئی باد سموم

یاں کی لاکھوں خلشیں واں کی ہزاروں فکریں
ایک جان اس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

کیا کہیں آج ترے کوچے سے گزری تھی نسیم
ویسے ہی تازہ ہیں گل ہائے مکرر مشموم

محتسب آپ کے آنے سے ہوئے دیر خراب
قصد کعبے کا نہ کیجیے گا بہ ایں یمن قدوم

آ چک اے صبح طرب کٹ نہیں سکتی شب غم
جلد جائیں مع اغیار جہنّم میں نجوم

مجھ کو پامال کیا کیوں نہ فزوں ہو عزت
دود افغاں سے ملی پیر فلک کو خرطوم

گالیاں دے کے زمانے کو کروں گا تسخیر
ہیں پسند فلک سفلہ، صفات مذموم

جب منایا[2] مجھے اس نے وہی الفت، وہی دل
یہ غلط ہے کہ اعادہ نہیں، بہر معدوم

سبب شادیٔ دشمن تو بتا دو پہلے
پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیوں ہے مغموم

---

۱ - نسخہ طبع اول (صفحہ ۳۶) میں ''مقصوم'' اور طبع دوم و ششم (صفحہ ۲۴، ۳۴) میں ''معصوم'' ہے - (مرتب)

۲ - ''ستایا'' قصائد مومن (صفحہ ۶۸) میں - ''منایا'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

گاہ کہتا ہے جنوں عشق کو، گہ کفر و حرام
جہل کرنے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم
گرمیٔ شوق شہادت ہوئی فولاد گداز
رہ گیا تشنۂ آب دم خنجر حلقوم

گر نہ ہو مے کشی و وصل صنم کی تعزیر
تو یقیں آئے مجھے یہ کہ جہاں ہے موہوم
مصرع زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے
نہ ہوا پر نہ ہوا ، حال پریشاں منظوم

جوش وحشت ہے پہ ناصح نہ پنھانا زنجیر
دیکھ دیوانہ نہ ہو ، میں نہیں پابند رسوم
نوجواں جب کوئی جاتا ہے جہاں سے ناشاد
تازہ ہوتا ہے مجھے داغ امید مرحوم

کر دیا خواہش بے داد نے احوال تباہ
تو تو ظالم نہیں زنہار، پہ میں ہوں مظلوم
زلزلے آتے ہیں جب سے میں تہہ خاک آیا
چین دیتے نہیں اب تک بھی مجھے طالع شوم

چاہیے صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ
تو خدا کا نہیں ، جیسا ہوں میں دل کا محکوم
طعنۂ وصل ہوس ناک پہ ہنس دیتے ہیں
مگر الزام و ندامت نہیں لازم ملزوم

تیری رفتار قیامت ، مری زاری طوفاں
حسن وہ عشق یہ کیوں کر نہ پڑے خلق میں دھوم

(۷) قصیدہ در مدح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

چاھنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم
ایسی نیت پہ بہشت آپ کو واعظ معلوم

محتسب نے خم سے چھین لیا یا قسمت
ایسے کم بخت[1] کے ھاتھ آئے ھمارا مقسوم

پاک دامن ھو تو بدگو کے نہ دم میں آنا
سنتے ھیں لوط کے سہاں کوئی افتاے لزوم[2]

ھم ھیں اور عشق حقیقی کہ بجز ذات خدا
نہیں پایا کہیں دنیا میں وفا کا مفہوم

ھائے لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے
ورنہ کیا کیا مرے ویرانے میں[3] تھی کثرت بوم

کہیں ایسا نہ ھو وہ غیرت حور آ جائے
ھے بہت میرے جنازے پہ فرشتوں کا ھجوم

---

۱ - نسخۂ اول و دوم مطبوعہ نول کشور (صفحہ ۳۵ حاشیہ صفحہ ۲۳) میں ''کے'' اور طبع ششم (صفحہ ۳۳) میں ''کو'' ھے - (مرتب)

۲ - ''سدوم'' قصائد مومن (صفحہ ۶۵) ''لزوم'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

۳ - ''پہ'' نسخہ مطبوعہ نول کشور لکھنو ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۳ اور طبع اول و طبع دوم ۱۸۷۶ع و سوم ۱۸۸۰ع میں ''میں'' ھے - (مرتب)

گرم دعاے شاہ ہو "مومن" کہ کب سے ھے
آمیں سرا زبان اجابت فشان تیغ

روز نبرد حادثہ ریز شکست و فتح
جب تک کہ ھے نشیب و فراز جہان تیغ

تاج ظفر ہو زیب دہ فرق دوستاں
اعدا کا سر رھے تہہِ بارِ گرانِ تیغ

لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو ہاتھ
پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زیاں[1] تیغ

پتھر کو بھی نہیں ترے حملے کی تاب ہے
یاقوت زرد ، شاہد بیم نہاں تیغ

جرّاح کیا کہے ترے زخمی کا ماجرا
سوزن کی بھی زباں[2] ہوئی ترجماں تیغ

یہ کہکشاں نہیں کہ رہا خوف سے جو دھیان
سو پڑ گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ

پایہ ترے مدیح شجاعت سے بڑھ گیا
کیوں کر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ

ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر
دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

سیف و قلم ہیں دونوں ستون کاخ دین کے
حیراں ہوں باب علم کہوں یا جہان تیغ

رنگیں بیاں ہو گر ترے غزوے کے ذکر میں
پڑھنے لگے درود لب خوں چکاں تیغ

غازی بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے
سرگرم جلوہ فصل بہار و خزاں تیغ

زہراب دیں اگر تری دولت کے دور میں
عمر خضر ہو زندگیٔ جاوداں تیغ

---

۱ - ''زیاں'' قصائد مومن (صفحہ ٦٣) میں - نول کشوری نسخوں میں ''زباں'' ہے - (فائق)

۲ - ''زباں نہ ہوئی'' طبع ششم نول کشور (صفحہ ٣٢) میں اور بقیہ نسخوں میں ''زباں ہوئی'' ہے - (فائق)

کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو
جھکتا ہے تیرے آگے سر قہرمان تیغ
تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لیں
کام آئے کوشش و کشش رائگان تیغ

نسبت سے تیرے[1] ہاتھ کی چشمک زنی کرے
ابروے دل‌ربا پہ خم جاں ستان تیغ
کیا بات تیرے پنجۂ آہن فشار کی
ورد زباں ہے غلغلۂ الامان تیغ

سرخی ترے عدو کے لہو سے ہے جا بہ جا
رنگین کس طرح سے نہ ہو داستان تیغ
ظالم ہیں تیرے دور میں نالاں کہ وقت جنگ
بانگ شکست تیغ ہے شور و فغان تیغ

کوئی کرے نہ گرمی روز نشور میں
بسمل پہ تیرے مہر مگر سائبان تیغ
وہ دست زور[2]، مظہر سر پنجۂ خدا
وہ تیغ باعث شرف دودمان تیغ

۱- نسخۂ کلیات مومن مطبوعہ ۱۹۳۱ع (صفحہ ۳۲) میں ''تیری ہاتھ سے'' اور نسخۂ طبع اول و دوم و سوم میں ''تیرے ہاتھ کی'' ہے (مرتب)

۲ - ''زور'' طبع دوم و ششم مطبع نول کشور (صفحہ ۲۳، ۳۲) اور دیوان مطبع جوہر ہند دھلی (صفحہ ۱۸) میں ہے لیکن طبع اول مطبع نول کشور (صفحہ ۳۵) میں ''روز'' ہے جو غلط ہے - (مرتب)

کیا دور اُس کے دست کرم کے اثر سے گر
یاقوت ریز ہو مژۂ خوں فشاں تیغ

اے ابر تند بار ظفر، خرمن عدو
ہے محو گرم پائی برق تپان تیغ

وہ آنچ تیری تیغ میں جل جائے مثل طور
گر تو صنم کدے پہ کرے امتحان تیغ

کہتے ہیں دیکھ کر ترے دشمن ہلال عید
کھاوے سوائے زخم کے کیا میہمان تیغ

جوہر ترے مخالف مجروح میں نہیں
کوئی، مگر یہی کہ وہ ہے قدردان تیغ

حسرت ہے تیرے بوسۂ دست بلند کی
کس طرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشان تیغ

دشمن کا ایک نیم اشارے میں کام ہو
ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میان تیغ

کوشش نے تیری حرف تعصب مٹا دیا
کیوں بید خوان دھر نہ ہوں باد خوان تیغ

تمکیں کو[1] تیری دیجیے گر کوہ سے مثال
روئیں تنوں سے اٹھے نہ بار گران تیغ

آب حیات چارہ کرے، یا دم مسیح
ممکن نہیں جییں ترے خوں کردگان تیغ

منکر تری امامت حق کے ہیں گرم جنگ
درکار ہے وضو کو جو آب روان تیغ

---

۱ - "تمکیں سے تیری دیجیے گر کوہ کو مثال" قصائد مومن (صفحہ ۶۲) - نول کشوری نسخوں میں مطابق متن ہے (مرتب)

گر شوق زخم عشق کی لذت بیاں کروں
ہرگز ہما نہ کھائے بہ جز استخوان تیغ

دل ہی میں حسرت نفس خوں چکاں رہی
میرے معاندوں پہ ستم ہے امان تیغ

پڑھتا ہوں اور مطلع رنگیں کہ سن جسے
سر گرم آفریں ہو لب خوں چکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو میں بسان تیغ
میری زباں کے آگے چلے کیا زبان تیغ

پھر جوش آ گیا دم خوں نابہ ریز کو
پھر تیزیٔ زباں پہ ہے قرباں زبان[1] تیغ

صد مژدۂ جراحت منکر حسود کو
کرتا ہوں رزم گاہ میں ، میں امتحان تیغ

"مومن" کو آرزوے ثواب جہاد ہے
کفار کاش آ کے سنیں داستان تیغ

آئی ہے لب پہ مدح خداوند ذوالفقار
لے جاؤ منکروں کے لیے ارمغان تیغ

شیر خدا علی کہ شجاعت سے جس کی ہے
سر پنجۂ اسد پہ زنخ زن بنان تیغ

غالب کہ سرچڑھائے سے اس کے ہو فرض عین
تعظیم تیغ و مکرمت تیغ و شان تیغ

---

۱ - "قربان جان تیغ" قصائد مومن (صفحہ ۶۱) میں - نول کشوری نسخوں میں "زبان تیغ" ہے (مرتب)

جس جا ے خطبہ خواں ہو مری تیزیٔ زباں
واں جانے فرض سجدۂ منبر فسان تیغ

پابوس گر کرے مرے خامے کا بند ہوں
شیرینیٔ سخن سے لب خوش بیان تیغ

خجلت سے آب و تاب سخن کی ھے آب آب
کیوں کر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

مت پوچھ مجھ سے خون عنادل کا ماجرا
ہر گل زمین شعر پہ ھے آسمان تیغ

ہووے نہ میری حجت قاطع کے سامنے
سر گرم لاف و دعویٔ برش ، زبان تیغ

کیسی شکست رونق بازار ہو گئی
ھے تختہ بند ، دست قلم سے دکان تیغ

میری بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ
نظروں سے گر پڑا ستم ناگہان تیغ

اک بات میں تمام ھے یاں کار مدعی
کس کی بلا ہو بارکش امتنان تیغ

آہن گداز[1] نالہ مرا دیکھ کر نہ ہو
پیکاں ضمان خنجر و خنجر ضمان تیغ

کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے
ہر خط پہ نکتہ چیں کو ھے وہم وگمان تیغ

---

۱ - نسخہ طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۳۳ ، ۲۲) اور نسخہ مطبع جوہر ہند (صفحہ ۱۷) میں ''گداز'' ھے اور نسخہ طبع ششم مطبع نول کشور (صفحہ ۳۱) میں ''گزار'' (مرتب)

(۶) تیزی زبان کلک گوہر نثار، برہان ساطع حقیقت امامت خداوند ذوالفقار

کٹتی ہے میری تیغ زباں سے زبان تیغ
کیوں کر سخن فروش ہوں سوداگران تیغ

میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیاں
کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ

"فردوسی" ایک خار جنان بیان تھا
گل ریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ

حساد سر سے پاؤں تلک خوں میں ڈوب جائیں
جوہر اگر دکھاؤں میں اپنے بسان تیغ

میدان کشت و خوں میں مرا دست نے[1] سوار
جاوے عناں کشیدہ تو ہو ہم عنان تیغ

یہ دل خراشیاں مرے اشعار شوخ کی
سینے پہ منکروں کے ہیں لاکھوں نشان تیغ

ہر گز نہ کر سکے مرے خامے سے سرکشی
پیدا سر نگوں سے ہے عجز عیان[2] تیغ

---

۱ - "بے سوار" نسخہ طبع ششم صفحہ ۳۰ - (مرتب)

۲ - "عیاں" نسخہ طبع اول اور دوم (صفحہ ۳۳ ، ۲۲) میں - "بیان" نسخہ طبع ششم (صفحہ ۳۱) - (مرتب)

ہیں ہنر سب سبب رنج جہاں میں کہ گیاہ
خاصیت سے ہو سزاوار شکنج عصّار
مومن اے ہرزہ‌درا ، نالہ‌و افغاں سے حصول
ذکر کیا ، راہ پر آئے فلک ناہنجار
بس بس آہنگ دعا سنجیٔ ممدوح کہ ہے
متصل عرش معلیٰ سے نزول آثار
جب تلک گردش افلاک سے اس عالم میں
ایک کے دل کو قلق ، ایک کے دل کو ہے قرار
تیرے احباب رہیں تکیہ زن مسند عیش
تیرے حساد ہوں آوارۂ دشت ادبار

———

کیا حساب اس لیے سیکھا تھا کہ گھر میں بیٹھے
کیجیے درہم و دینار کو داغوں کے شمار
نہ ہوا بس کہ مریضوں سے حصول الا رنج
کر دیا مجھ کو مری چارہ گری نے بیمار
در منثور مرے زینت صد صدر ہوے
لیک بزم امرا میں نہ ملا مجھ کو بار
موشگافی کی بہت شعر میں پر فائدہ کیا
ھے وہی دست تہی ، شانۂ دست ادبار
نہ صلہ مدح کا پایا ، نہ غزل کا انعام
ھائے ناکامی یاقوت[۱] و لب لعل نگار
کف رنگیں نے کیا خون خیال رنگیں
دست دربار کی شاکی ھے زبان دربار
اب تلک ھاتھ بھی خالی ھے بغل بھی خالی
کیا امید بر سیمین و زر دست افشار
واہ قسمت کہ نہ دے خردۂ گل بھی گل چیں
زمزمے مرغ گلستاں کے سے کھینچوں میں ھزار
کیا قیامت ھے کہ اک دم نہ ٹھہرنے پاؤں
دوں اگر خلد سے تشبیہ دکان خمار
در نایاب تو کیا خاک سے بھی منہ نہ بھرے
جس کے در پر میں کروں لولوے شاداب نثار
مدح خوانی کا مری جائزہ شاھی بھی نہیں
وائے حرماں کہ ھیں بے جائزہ ایسے اشعار

۱۔ ''یاقوت و لب لعل نگار'' ''قصائد مومن'' (صفحہ فہرست اغلاط میں ۔ متن میں ''یاقوت لب و لعل نگار'' ھے ۔ نول کشوری نسخوں میں بھی یہی ھے ۔ (مرتب)

تا کہ ہو جائے ہر آزار کا مصدر اک ایک
سخت نحسین[1] کو ہے دفع طبیعت پہ قرار
بند ہے امید گر اک خوشۂ گندم کی مجھے
"تیر"[2] تحویل سے ہو برج شرف کی بیزار
گر حصول زرمسکوک کی سمجھوں میں دلیل
ناخن شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار
خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد
قتل پر میرے کمر باندھے ہے شکل جبار[3]
زیست اپنی ہے تو تربیع و تقابل کے سوا
بھول جاویں گے منجم جو ہیں باقی انظار
حور و جنت کی بھی امید خدا سے نہ رہی
شور محشر سے نہ ہوں گے مرے طالع بیدار
نہ ہنر کی مرے پرسش نہ سخن کی مرے قدر
نہ گہر کی مرے ارزش، نہ طلا کی معیار
کس قدر "حکمت اشراق" سے جی جلتا ہے
ہو گئے شعلۂ دوزخ مرے دل کے انوار
غم بے قدری "ہیئت" سے جگر چاک ہوا
خرق افلاک سمجھتا تھا میں کتنا دشوار

۱- "نحسین" قصائد مومن (صفحہ ۵۶) - نول کشوری نسخوں میں "تحسین" ہے (مرتب)

۲- "عطارد"

۳- نسخہ طبع اول نول کشور پریس (صفحہ ۳۱) "حیار"- طبع دوم (صفحہ ۲۱) "جبار" - طبع ششم (صفحہ ۲۹) "جبار" - قصاید مومن (صفحہ ۵۶) میں "شکل جبار" (ستاروں کی ایک شکل) ہے - (مرتب)

سن کر افسانۂ یوسف ترے ایام میں گرگ
غم تہمت میں ہوے جنس سے اپنی بے زار

سیل خود دوڑے ہے گل کے لیے لے کر پانی
کرے تعمیر مکاں کا جو ارادہ معمار

پایۂ عرش پہ ہو کیوں نہ غلاف اطلس چرخ
پوشش ساق نبی ، تیری حیا سے ہے ازار

صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم
ہوے قائل کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار

خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مسّی
سرخیٔ لب کو چھپاتے ہیں بتان خوں خوار

اوج لاہوت کا ہے طائر اندیشہ کو شوق
واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار

اے شہ پایہ فزا ، مدح سرا گر تیرا
پستیٔ بخت نگوں سار سے ہو شکوہ گزار

ہووے فریاد رسا ، سمع خراش قاروں
پر ترحم کہ ہے بے صرفہ نہ آئے زنہار

طالع پست کی نسبت سے مرے ، واژوں چرخ
بخت تیرہ سے مرے ، روز مہ‌انور تار

روز ''باحور دن'' اور رات ''شب یلدا'' ہے
دونوں نقطوں پہ ہے یوں ہم سری لیل و نہار

میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب
تو ثوابت سے گراں‌رو ہوں نجوم سیار

ذروۂ اوج سے برجیس کو رجعت ہو جائے
ثور میں زہرہ کرے ، مہ کے قراں سے انکار

جل رہے ہیں پس مردن بھی نہیں کیوں گریاں
تیرے حسّاد کے احوال پہ ہے شمع مزار
صرصر عاد سے غالب ہے کہ جنبش نہ کرے
وہ ورق جس میں رقم ہوں ترے اوصاف وقار
جا کے جنت میں بھی رہتی ہے ترے در کی ہوس
ورنہ مرغان اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار
بحر ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے
فیض یاب نم تاثیر اگر ابر بہار
موسم گل میں سیہ مست جواں تائب ہوا
روز باراں میں کرے، پیر مغاں استغفار
دل روشن نے ترے بس کہ کیا تھا حیران
صرف آئینہ ہوا، خاطر حاسد کا غبار
شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو
اٹھ گئی تیرے زمانے میں یہ رسم آزار
آز بے صرفہ میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں
کب ہوا ایسے شریروں کو تری بزم میں بار
مقتبس ہیں مہ و خور رائے درخشاں سے تری
ہے منجم کو اسی واسطے، کشف اسرار
راکب حزم ترا ناقۂ صالح تہ ران
رائض عزم ترا، دوش ملائک پہ سوار
گیند کیا چرخ ترے حکم کے چوگاں کے لیے
لامکاں کیوں نہ ہو پر تنگ بہت ہے مضمار

۱- طبع ششم مطبع نول کشور (صفحہ ۲۸) "ہے" لیکن طبع اول و دوم میں "ہو" ہے - (مرتب)

احتساب اس کے سے گو محفل کفار بھی ھو
ذکر تحریم مزامیر کرے موسیقار
آپ ھی سایۂ مژگاں سے لگائے دُرے
چشم خوباں کو جو باندھے کوئی شاعر سے خوار
گل ھوا بیم سے پھر غنچہ کہ تھا صورت جام
دیکھ کر باغ میں مستانہ صبا کی رفتار
جب تلک فتوئ برجیس نہ ھو کیا مقدور
کہ کوئی کام کرے ، یہ فلک ناھموار
توڑ دیں سبحۂ زاھد کے لیے یوں ھندو
ھیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنار
کاٹ لے ھاتھ ھی پہلے وہ اگر روز وغا
اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار
اس کی تلوار کے آھن کا گر آئینہ بنے
زرد تر چہرۂ عاشق سے ھو رنگ رخ یار
معنئ روشن و مضمون بلند اور سنیں
سامعیں کو ھے اگر مطلع نو پر اصرار

مطلع ثالث

اے شہ عرش سریر و مہ خورشید عذار
در دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار
توسن چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ
کلب جبار سے نسبت سگ در کو ترے عار
سائلوں کا ترے کوچے میں دم فیض ھجوم
جیسے گلزار میں ھنگام سحر جوش ھزار

آتش مہر و حمل کو نہ بجھا دیوے کہیں
شعلۂ رشک سے جلتا ہے سحاب آزار

''بیر رومہ'' کی حکایت میں کہا رضواں نے
سلسبیل اُس کے ہے دریائے سخاوت کا کنار

کرۂ آب ہو گر قطرۂ عمان ہمم
صدف چرخ کرے شکوۂ طغیان بحار

دست یاقوت فشاں دھووے لب جو وہ اگر
کوہ سیلاں پہ ہنسے خاک فضائے گل زار

کرم اُس کا ہو اگر پایہ فزائے اعداد
ذروۂ عرش کو بھی صفر گنے ، حد شمار

ذکر بخشش میں پڑے جھڑتے ہیں منھ سے موتی
مدح خواں کے لیے ہے یاں صلہ پیش از ایثار

اُس کے تمکیں سے اگر کوہ کو دیجے تشبیہ
ہے یقیں شعلۂ جوّالہ کو آجائے قرار

نظر لطف سے گر چارہ گر عاشق ہو
کرے حیرت سے بدل شرم کو چشم بیمار

اُس کے دروازے کے سکان کا آرام تو دیکھ
ہوگیا دشمن بسمل کو تڑپنا دشوار

شرط ایمان ہے پیمان خلافت اُس کا
وہ مسلمان ہے کیا ، جس کو ہو اس میں انکار

قصۂ ''بیعت رضواں'' میں اشارہ ہے یہی
ورنہ کوئی نہیں ہم دست رسول مختار

۴۔ ''بیر رومہ'' ''قصائد مومن'' (صفحہ ۵۰) میں ۔ ''بیر رو ہ'' نول کشوری نسخوں میں ۔ (مرتب)

رشک وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے
نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار[1]

نقد جاں اپنی تجلی کی نہ کہنا قیمت
صبح محشر کہیں بن جائے نہ روز بازار

کیا ہو گر اُس کے ستم روز جزا بھی نہ کھلیں
میں نے واعظ سے سنا ہے کہ خدا ہے ستار

دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا
تھا سپہر ستم ایجاد ، کہاں کا مرا یار

بے مروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے
آج کل کچھ نگہ لطف ہے سوے اغیار

آپ دیکھا نہ سنا اور سے پر جھوٹ نہیں
تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں نہ کرنا انکار

اے صنم چاہیے مومن کی فراست سے حذر
کیا نہیں تو نے سنا قصۂ شاہ ابرار

سو ہیں زیب دہ صدر خلافت عثمان
جس کی مسند کے حسد سے فلک اطلس خوار

لطف سے اُس کے زمیں غیرت باغ فردوس
خلق سے اُس کے زماں رشک دکان عطار

اُس کے احسان فراواں کا جو مذکور چلے
کم ہو مستعمل تقریر بجاے بسیار

قلزم جود کا وہ جوش کہ پانی پانی
آگے خط ہاے کف دست کے موج انہار

۱۔ ''اغیار'' ''قصائد مومن'' (صفحہ ۹۴) میں ۔ نول کشوری نسخوں میں ''استار'' ہے ۔ (مرتب)

آ گیا لب په دم اور بات نه پوچھی تم نے
بوسے دینے کا اسی منه سے! کیا تھا اقرار

کس ادا سے مجھے کہتا ہے که حیوان هو تم
چھیڑنے کو جو کہا میں نے آسے گل رخسار

گر تمھیں صحبت اغیار سے پرهیز نہیں
هم بھی کچھ چارهٔ آزار کریں گے ناچار

سچ ہے مفلس کو نہیں عشق کی لذت که مجھے
زخم دل کے لیے پیدا نه هوا مشک تتار

وه جلے محفل دشمن میں جو هو شمع لقا
مجھ کو چھیڑا نه کرو ، تم سے کہا ہے سو بار

پاے خم هی تھی سزاوار یه[2] زیبا نه هوئی
محتسب کے سر ناپاک په اپنی دستار

رنج کے بعد ملوں کیا که رهائی معلوم
هاتھ آ جائے جو صیاد کے رم کردہ شکار

فائده وصل هوس ناک سے وه بات کرو
جس سے هر دم مجھے رنجش هو نه تم کو آزار

کیا کہوں قصهٔ طغیانیٔ دریاے سرشک
دیکھ لو آئینهٔ چرخ ہے زیر زنگار

۱- نسخه مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۳۱ع (صفحه ۲۶) اور ''قصائد مومن'' (صفحه ۴۸) میں ''سے'' اور طبع ۱۲۸۴ھ ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع (صفحه ۱۹) میں ''په'' ہے (مرتب)

۲- نسخه مطبع نول کشور لکھنؤ (صفحه ۲۶ - ۱۹۳۱ع) اور ''قصائد مومن''(صفحه ۴۸) میں ''په'' اور طبع ۱۲۸۴ھ ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع (صفحه ۱۹) میں ''یه'' ہے (مرتب)

بات میری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں
وہم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشق زار

غیر کو بام پہ آ ، جلوہ دکھایا تم نے
یہ نہ سوجھا کہ پڑا ہے کوئی زیر دیوار

نور خورشید سے ہے جرم قمر کی تابش
مے سے ہو کیوں نہ فزوں ، حسن رخ ماہ عذار

بیم رسوائی و اندیشۂ بدنامی سے
کیا کروں کر نہ سکا وحشت دل کا اظہار

تجھ کو دکھلاؤں تماشا میں جنوں کا اپنے
آ رہے کوئی پری وش جو ترے قرب و جوار

دیکھتا ہے تری ابرو کی طرف یوں مہ عید
جس طرح سوے ہلال رمضاں بادہ گسار

ننگ ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا
واں نکالیں گے جہنم سے مجھے اہل دیار

شاد شاد آئے عیادت کو دم آخر تم
ایسے بے درد پہ کرتا ہے کوئی جان نثار

اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم
کیا کریں یوں ہی نکالیں گے ذرا دل کے بخار[1]

مطلع ثانی

نیک نامی نہ سہی ، مجھ کو ہے تم سے سروکار
چھوڑ دوں آج وفا ، گر ہو وفا سے بیزار

۱- ''کا غبار'' ''قصائد مومن'' (صفحہ ۴۸) میں - نول کشوری نسخوں میں ''کے بخار'' ہے - (مرتب)

خاک ڈالی ہے جو سر میں تو اسی کوچے کی
یوں میں دیوانہ ہوں پر کام میں اپنے ہشیار
حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے
میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار
سیر کو باغ میں وہ شاخ گل آجائے اگر
سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرق چنار
ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں
ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جام سرشار
پرسش گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے
ہائے جو دشمن جاں تھا اسے جانا دلدار
بے وفا ، بوالہوس اور آپ ستم گر سچ ہے
نہ تمھارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار
کیا ترا تیر مرا تشنۂ خوں ہے ظالم
واں سے آتا ہے کیے بازا[1] دہان سوفار
حور کا ذکر ہوس ناک سے کر اے واعظ
مجھ کو اس بت کے سوا اور سے کیا ہے سروکار
میرے سینے پہ قدم زور سے مت رکھ ظالم
ہاں نہ چبھ جائیں کف پا میں کہیں دل کے خار
کس کی دل گرمیٔ بے جا نے جلایا جی کو
کہ ہے خاکستر ''گلخن'' مری خاطر کا غبار
پہلوے خم میں نہ جائے یہ خمار اے ساقی
ہوں میں خمیازہ کش حسرت آغوش و کنار

۱- ''کیے باز'' ''قصائد مومن'' (صفحہ ۴۶) میں - ''کئی بار'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

(۵)

نامہ راجبہ چوں مہر و ماہ نورانیست همانا
بہ فیض مدیح ذوالنورین درافشانی است

ھے یہی حسرت دیدار تو مرنا دشوار
دم شماری کی مری عمر ھے تا روز شمار
بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ
راز دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار
دور اتنے رھے محرومیٔ قسمت سے کہ ھم
سمجھے ھندی صنموں کو بھی بتان فرخار
دیکھ اتنا میں ترے عشق میں رویا کہ ھوئی
جلوہ‌گر مہر گیا دشت سے لے تا کہسار
بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا
سرمۂ دیدۂ دشمن ھے مری خاک مزار
دھوم ھے تابش خورشید قیامت کی مگر
مجھ سے اللہ نہ پوچھے گا عذاب شب تار
درد سر میری شکایت سے نہیں یہ تم کو
بزم دشمن میں جو مے پی تھی سو اس کا ھے خمار
تاب بھی دیکھ کر اس بت کی تجلی نہ رھی
میری قسمت میں نہ تھا ھائے خدا کا دیدار
پہنے تو غیر کے بھیجے ھوئے کنٹھے افسوس
دست گل خوردہ مرا ھو نہ گلے کا ترے ہار

نصیب روز جزا جب کرے ، نزول جلال
زمیں پہ چرخ سے تخت شہنشہ عادل
موافقوں کو بہشت و ترقی درجات
مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ سافل[1]

۱- ''اسفل'' نسخہ ''قصائد مومن'' (صفحہ ۴۵) میں - نول کشوری نسخوں میں ''سافل'' ہے - (مرتب)

مری بیاض پہ وہ انتخاب کے نقطے
سپند جس پہ ہوے گردن بتاں کے تل
جہاں ہو ذکر مری دانش آفرینی کا
سفیہ ہے وہ جو "بہلول" کو کہے عاقل
اگر پڑے مرے پیک خیال کا سایہ
گرا دے شاہ سواروں کو رہرو راجل
مرے کلام سے ہیں گونہ گونہ فائدہ مند
ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل
یہ فیض دیکھ کے اپنی خطا سے ہو آگاہ
گر اعتراض کرے کوئی حاسد جاہل
یہ معجزہ مرے سحر حلال کا کہ ہے کفر
ہر ایک مذہب و ملت میں جادوے بابل
زحل پرست جو میری عزیمت منظوم
پڑھے تو لخلخۂ مشک ہو دخان مقل
اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور
زمین مے کدہ بے ابر آذری ہو گل
ہے فرق لفظ جدید اور معنیٔ نو میں
نہ کیوں کہ چپ مرے آگے ہو افصح وائل
کلام حد سے زیادہ مزا نہیں مومن
مباد طعنۂ طول مقال دے مبطل
خموش تا بہ کجا لافہاے بے معنی
خموش تا بہ کجا ، ترّہات لاطائل
دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آمیں سے
اٹھا بٹھائیں گے مردوں کو عرش کے حامل

وہ آنچ تیغ میں تیری کہ کہتے ہیں دشمن
ابھی سے ہم تو جہنم میں ہو گئے داخل
گرا دے جب تری تکبیر ، قلعۂ اصطخر
تو کیا عجب ہے کہ کلمہ پڑھیں بتان چگل

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد
کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک سرور باذل
وہاں صلے میں نعیم جناں کی ہے امید
اگر ہو لطف ترا ، میرے حال کے شامل

وحید عصر ہوں میں ، عقل اولیں ہے گواہ
فرید دہر[1] میں ہوں ، صفحۂ زماں ہے سجل
یہی صلہ ، یہی ممدوح ، مجھ کو زیبا تھا
یہی سخن ، یہی مداح تھا ترے قابل
یہ وہب ہے کہ مناجات کبریا جو کروں
تو "انصتوا" کہے ذاکر سے عابد شاغل
سنے جو ذوق شب وصل مجھ سے ماہ لقا
کبھی نہ گردش ایام ہو سکے فاصل

۱۔ نسخہ طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۲۵، ۱۷) :
"مزید دہر میں ہیں صفحۂ زماں ہے سجل"
نسخہ طبع ششم مطبوعہ مطبع نول کشور (صفحہ ۲۴) :
"فرید دہر میں ہوں صفحۂ زماں ہے سجل"
نسخہ مطبوعہ مطبع جوہرہند دہلی ۱۳۰۵ھ (حاشیہ صفحہ ۱۲) :
"مرید دہر میں ہیں صفحۂ زماں ہے محل"
"قصائد مومن" (صفحہ ۴۳)
فرید دہر ہوں میں صفحہ زماں ہے سجل۔ (مرتب)

بڑھا یہ پایۂ الہام رائے صائب سے
که مشورنے پہ ہوئی اُس کے وحی بھی نازل

یقیں کہ راہ نمائی ہے پیروی اُس کی
نہیں تو سایے سے کیوں بھاگتا ہے دیو مضل

مثال عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط
که بت پرست کہاں فارق حق و باطل

رواج حسن عمل تیرے دور میں یہ ہوا
کہ گفتگو میں بھی مرفوع ہوگیا فاعل

یہ جوش خانۂ کفار کی خرابی کا
کہ خود گرائے کلیسا کو راہب خامل[1]

دم خرابی و تسخیر تیرا گوشۂ چشم
نگاہ لطف و غضب سے مثلث عامل

وداد و خشم ترا صوفیوں نے دیکھا ہے
جبھی تجدد امثال کے ہوئے قائل

ترے زمانے میں صدسالہ پیر فانی سے
زیادہ تر ہیں جوانان فتنہ گر کاہل

نہیں ہے جان میں جان "رستم" و "نریماں" کی
ترے قتیل شجاعت کے جو ہوئے ناقل

یہ خوف ہے کہ اگر کیجیے ذکر خوں ریزی
عدوئے منقبض الطبع کو ترے ہو سل

مثال دوں جو زرہ پوشیٔ مخاصم سے
ہزار پارہ ہو بے صدمہ دانۂ فلفل

۱- نسخۂ اول و دوم و ششم مطبع نول کشور (۲۵، ۷، ۱۸۴۲) میں "خامل" اور نسخہ مطبوعہ جوہر ہند دھلی (صفحہ ۱۲) میں "جاھل" ہے - (مرتب)

امام اهل یقیں ، شہر یار کشور عدل
امیر لشکر دین و مبارز مقبل[1]
بلند پایہ عمر، جس کے قصر رفعت کا
گدائے خاک نشیں ، شاہ آسماں منزل
جو شمس ، شمسۂ قصر اُس کا ہو تو ہندسہ داں
کریں نہ مدخل ظل سے تمیز مخرج ظل
شہ سریر خلافت ، مہ سپہر کمال
محیط ابر نوال و سحاب دریا دل
وفور بذل و کرم یوں پکارے کہتا ہے
کہاں ہے ''معن'' کریم اور ''حاتم'' باذل
یہ احتساب کی اُس نے نئی نکالی راہ
ہوا وفور سخاوت سے مانع سائل
حساب دفتر احساں کا اُس کے مشکل و سہل
کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مد فاضل
جو دیوے تلخیٔ خصم لئیم سے تشبیہ
کوئی بلید تو ''سقمونیا'' نہ ہو مسہل
رہے نہ بیم خسوف اور احتمال ہبوط
جو اُس کی رائے سے ہو مستضی مہ کامل
معاندو جو کہا ''خاتم رسالت'' نے
کہ میرے بعد نبوت کے تھا ''عمر'' قابل
یہی خلافت راشد کی اُس کو بس ہے دلیل
یہی امامت برحق کی اُس کو بس ہے سجل

۱- ''مقتل'' نسخہ ''قصائد مومن'' (صفحہ ۳۹) میں - نول کشوری نسخوں میں ''مقبل'' ہے - (مرتب)

وہ بے وفا کہ مکر جائے جان شکستن تک
کرے جو وعدۂ روز جزا دم بسمل
وہ شمع انجمن ناز ہائے حوصلہ سوز
جو سمجھے خواریٔ مشتاق ، رونق محفل
وہ جنگ جو کہ اگر سہیے رشک دشمن بھی
تو بے حیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل
وہ بے نیاز کہ لیلیٰ بھی گر رکاب میں ہو
نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پس محمل
وہ بدشعار و طرح دار ، دل ربا جس سے
امید وصل خطا ، ترک آرزو مشکل
وہ شوخ بے سبب آزار و بے گنہ ، خوں ریز
کہ جرم قاتل ''عثمان'' کا نہ ہو قائل
وہ نکتہ داں کہ ''تقیے'' کو اصل دیں کہیے[1] تا
دم شکایت عاشق نہ ہو جفا سے خجل
وہ دوربیں کہ خدا پر کرے ''بدا'' ثابت
نہیں ہے غیر زبس اعتماد کے قابل
وہ کج ادا ، صنم خود پسند ، کافرکیش
کہ جس کے زعم میں باطل حق اور حق باطل
وہ فتنہ گر ، بت حق ناشناس ، ناانصاف
جو فرض عین گنے ، کین داور عادل

۱- طبع ۱۸۷۶ع نول کشور پریس میں اور نسخہ مطبع جوہر ہند دھلی میں ''کہیے'' اور طبع اول و ششم میں ''کہیے تا'' ہے - (مرتب)

خدا سے ڈر بت بے درد ، ہے یہ کیا انصاف
کہ تو جفا سے نہ ہو ، اور وفا سے ہوں میں خجل

جو سیکھے فتنہ گری ''رخ عشق سے ''یاجوج''
نہ ہو سکے کبھی ''سدّ سکندری'' حائل

یہ کیا غضب ہے کہ تم کو تو ربط غیر سے اور
مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پزیر ہو میرے غبار دل سے تو زنگ
فنائے آئنہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

میں اپنی کشتیٔ طوفاں رسیدہ سے خوش ہوں
کہ بحر عشق میں کام نہنگ ہے ساحل

وصال غیر کے طعنوں سے جی جلا اس کا
کہاں وہ گرمیٔ صحبت کہ خود ہوا میں خجل

نئی طرح سے میں کرتا ہوں اب غزل خوانی
عدو بھی چاہیے اس زمزمے کے ہوں قائل

مطلع ثانی

دل اب کی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل
کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رہے گا دل

فغاں کہ دلبر خود کام سے پڑا مجھے کام
حصول کار ہے بے کار و سعی بے حاصل

وہ تندخو کہ اگر جور سے پشیماں ہو
تو پھر عذر کرے ناز ہائے تاب گسل

وہ پُر فریب کہ ہو دل نشیں تغافل ناز
ہمیشہ حالت عاشق سے گر رہے غافل

وہ سخت گیر کہ رہوے نہ طاقت جنبش
تو نیم جان غم عشق کو کہے کاہل

(۴)

خطبہ خوانی دل و زبان بہ امید ثواب بہ اثبات خلافت امیرالمومنین عمرابن الخطاب

جو اُس کی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل
تو بوالہوس کا بھی ہر گز کبھی نہ چھوٹے دل

تم اور حسرت ناز ، آہ کیا علاج کروں
میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل

امید حور بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں
کہ برہمن ہوں تو رد کردۂ بتان چگل

وہ شوخ برق عناں ، خاک میں ملا دیوے
اگر ہو حسرت دنبالہ گردیٔ محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں ، گو چلا نہیں جاتا
غضب ہے شوق رسائی و دوریٔ منزل

میں کیوں کہ مطربۂ مہروش کو رام کروں
چلے نہ ''زہرہ'' پہ زنہار ''جادوے بابل''

مثال دیتے ہیں روز فراق سے کیا دور
بلائیں ہوں شب یلدا میں چرخ سے نازل

مزا ہے وصل کا ہجراں سے پیش تر یعنی
گل خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بے گناہ ولے خوں بہا معاف کیا
کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہ ہو قاتل

خوف عصمت سے تیرے آئے جو پاس
شمع پروانے کے جلا دے پر
لکھیے، گر ہے ترا مثل بالفرض
صفحے سے محو ہو خط مسطر
زر و سیم نثار کردہ ترا
ہے عروس زمانہ کا زیور
''مومن'' اب کر دعا کہ سنتا ہے
تیری تقریر گوش دل سے اثر
جب تلک گردش سپہر سے ہے
انتساب حدوث نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام
تیرے اعدا ہمیشہ فال اختر
جب تک اس تیرہ خاک دان میں ہے
کوئی گم کردہ رہ، کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غول صحرائی
تیرے پیرو ہوں پیشوائے خضر
نیک خواہ اور خوبیٔ دارین
بدسگال اب سے خوار تا محشر

تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گبر
چھوڑ دیویں پرستش آذر
دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف
ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر
خط نصف النہار ہو محسوس
گر فلک کو عدو بنائے سپر
دور نصفت میں تیرے ، فتنے کا
پاس "اصحاب کہف" کے بستر
تو وہ عادل کہ ذکر "کسریٰ" میں
عدل کی تجھ سے داد چاہے "عمر"
نرد بازوں کو عہد میں تیرے
شش جہت جیسے مہرۂ ششدر
"دزد" چوری سے جی چراتے ہیں
گو نہ ہووے ذرا مقام خطر
فتنہ سازوں کو وہم فتنہ نہیں
دل ترا ہے جو کاشف مضمر
بادہ کش ایسے تلخ کام ، کہ ہے
کف مار سیہ ، مئے احمر
خم واژوں فلک ، سبوئے تہی
دور بگزشتہ ، گردش ساغر
عیب جو ، خوردہ بیں کا یہ احوال
دوپہر کو فلک نہ آئے نظر
ذکر میں انتقام حق کے ترے
مترادف ترحّم و کیفر

ہے ترے خار جیب کا قصّہ
شریان حسود کو نشتر
تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری
پست کا شانہ[۱] ہے فلک منظر
قصر جاہ و جلال میں تیرے
فخر کیواں ہے پاسبانیٔ در
ذرۂ خاک در کی تابش سے
جل گیا مہر آتشیں پیکر
گر تری بے رضا کرے گردش
ٹوٹے دولاب چرخ کا محور
ماجرا سن کے تیغ کا تیری
الاماں الاماں کہیں کافر
ذکر کرتے زباں کٹتی ہے
کیا بیاں کیجے، تیزیٔ خنجر
دیکھ کر گرز خاردار ترا
ہو زرہ فرق خصم پر مغفر
تیری [چین کمند دل کش کا
دم بھرے جذبۂ دم اژدر
کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے
قلعۂ چرخ پر ترا لشکر
کہ ہے قدسی گہر، ملک فطرت
جیش منصور میں ہر ایک بشر

۱- ''پست کا شانہ'' مجموعۂ ''قصائد مومن'' (صفحہ ۳۳) میں اور نول کشوری نسخوں میں ''پشت کا شانہ'' ہے - (مرتب)

بس کہ ہے کین و دشمنی اس کی
قدر کاہ و بہا شکن یک سر

ربط سے زخم ہائے اعدا کے
قطرۂ خوں ہو مشک بار دگر

رافت اس کی ہو جب ضعیف نواز
آب ہو جائے شرم سے عنبر

جب ''اولی الفضل منکم'' اے حاسد
اس کے حق میں کہے جہاں داور

افضلیت میں کیا سخن، یہی بات[1]
سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر

حکم سے اس کے بے سر و ساماں
سر جم سے اتار لے افسر

اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع
جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلع ثالث

اے مسیح دم رواں پرور
زندگی بخش دین پیغمبر

گرمیٔ التفات سے تیری
خشک ہو عاصیوں کا دامن تر

ہے سراپا تو مہرۂ تریاک
تجھ کو کیا نیش مار سے ہو ضرر

۱۔ ''مجموعۂ قصائد مومن'' (صفحہ ۳۳) میں ''ہے یہ بات'' اور بقیہ نول کشوری نسخوں میں ''یہی بات'' ہے۔ (مرتب)

لب وہ آب حیات جس کے لیے
تشنہ کام صد آرزو کوثر

آز پابوس میں پئے خورشید
ذروۂ اوج ، پایۂ منبر

چرخ و آشوب دور میں اس کے
جوش یاجوج و سدّ اسکندر

کیا گنے خوبیاں کوئی اس کی
اک سخاوت شمار سے باہر

لکھیے اس ہاتھ کو جو پنجۂ مہر
ذرہّ پائے رواج خوردۂ زر

ذکر میں اس کے جود پیہم کے
مبتدا ایک ہے ہزار خبر

خاک بیز اس گلی کا ڈالے ہے
خاک مذکور گنج قاروں پر

ہم بہا اس کی درفشانی سے
تار اشک یتیم و سلک گہر

اس کے دروازے کے گدا کی زکات
ملک ''خاقان'' و حشمت ''قیصر''

کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے
پنجۂ خور کو اس کا دست نگر

خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے
بھولے عاشق حکایت دل بر

دم بھرے اس کے کوے دل کش کا
باغ جنت میں بھی نسیم سحر

نکلے ارمان کیا کہ نکلے ہیچ
نالہائے شب و فغان سحر

دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم
گر نہ ہو روے التفات ادھر

تاب رخسار و تیرہ روزی سے
وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر

نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا
نہ کوئی مجھ سا عاشق بے زر

وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم
رکھے مستوجب کرم کو مگر

مانعین زکات ہیں اغیار
یاد ایام نصفت سرور

مسند آرائے محفل تقدیس
اولیں جانشین پیغمبر

خاکساری پسند، عرش مقام
آدمی صورت[1] و فرشتہ سیر

ملک دل، سریر جاں خرگاہ
شاہ دیں تاج معدلت کشور

سینہ سرشار مہر یزدانی
چشم لبریز جلوۂ محشر

۱- نسخہ طبع اول نول کشور پریس (صفحہ ۱۹) اور طبع دوم اور ششم میں ''صورت فرشتہ'' لیکن نسخۂ مطبوعہ مطبع جوہر ہند دھلی (صفحہ ۹) میں ''صورت و فرشتہ'' ہے - (مرتب)

کہیے گر بادشہ کو عرش سریر
کہیے میری بلا کو ہو چکر
صد ''ارسطو'' کہیے سے مانے برا
حکما کو سنا جو ہے کافر

اے لب یاوہ‌گوے ہرزہ درائے
بس کہاں تک یہ نا ستودہ سمر
کب تلک شکوۂ جفاے فلک
تا کجا طعنۂ قمر چاکر

ھجو گوئی نہیں ھمارا کام
ایسی باتوں سے خامشی بہتر
پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی
حبّذا حبّذا کہیں سن کر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر
ھونٹ سینے دے گر نصیحت گر
جو مری سن لے میں بھی اس کی سنوں
کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر

کیا کہوں جی پہ کیا گذرتی ہے
یہ ستم کس کو آئے گا باور
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں
یار ہو بخت یا فلک یاور

ہے یقیں یہ کہ خاک ھی میں ملے
آرزوے وصال سیمیں بر

بن دنداں سے کھائے نال قلم
خوش نویسوں میں جو ہے سر دفتر

کہے مفتی سوال کو واجب
کسب مفقود جو ہوئے یک سر

خاک اڑاتا ہے پشت آئینہ
دیکھ کر زرنگار آئینہ گر

پھلے پھولے ہیں بے خرد کیا دور
بیدمجنوں بھی گر لے آئے ثمر

سختی و کاہلی کی دولت سے
دامن کوہ میں ہیں لعل و گہر

باندھتے ہیں سخن سرا سوزوں
کس طرح ہو نصیب سرو کو بر

جام نمرود کا فسانہ کہیں
چارہ فرما پئے علاج سہر[1]

سن کے ''لا یحتسب'' کا مژدہ ہؤا
کافروں کو بھی گونہ گونہ خطر

جب نہ تب ''والضحیٰ'' پڑھے ہے امام
مقتدی تا سنیں ''فلا تنہر''

قدردانی کا نام ھی نہ رہا
چند ناداں ہوے ہیں نام آور

اک امیر سخن شناس نہیں
لاکھ ہیں شاعر ثنا گستر

۱- ''سہر'' نسخۂ نول کشور طبع ۱۹۳۰ع (صفحہ ۱۸) - ''سحر''
نسخۂ نول کشور طبع اول و دوم و سوم (صفحہ ۱۳)

منشیان "عطارد" آسا کو
نور خورشید سوز حسرت زر
صدر انجم شناس سے تاباں
مہ کامل کی طرح داغ جگر
ہوس خوشہ سے بسان مغاں
عید خورشید روز شہریور
"من و سلوا" کباب مے آلود
زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر
پا کے الزام دست خالی سے
فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر
آب و ناں کے لیے گرو رکھیں
رستمان زمانہ تیغ و سپر
شعرا کو بہ آرزوے شعیر
خوان عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر
کام آئے نہ نغمۂ شیریں
طوطیوں کو ہے حسرت شکّر
سروران سپہر مرتبہ ہیں
بس کہ جاہل نواز و دوں پرور
کھائے وہ سرمۂ صفاہانی
جسے لکھے کہاں نور بصر
دیکھے نرگس حسد سے جانب گل
خوردہ بیں ہوگئے ہیں اہل نظر
واعظوں کی زباں پہ آتا ہے
برملا شکوۂ قضا و قدر

وہ کہ مومن کی ضد سے مومن ہو
یہ گر اس کے لیے بنے کافر

ہائے مجھ سا عزیز ہو یوں خوار
حیف خورشید زیر خاکستر

واہ اے چرخ تیری نافہمی
مہ اوج کمال فال اختر

اسے دینا تھا رحم "نوشابہ"
مجھے دی تھی جو عقل "اسکندر"

اسے "بلقیس" گر بنایا تھا
میں بھی زیبندہ تھا "سلیماں" فر

زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اسے
مجھے لازم تھی شاہیٔ خاور

یاں بھی ہوتی کلاہ زریں گو
تھی جو واں سر پہ گوہریں معجر

ملک "پرویز" چاہیے تھا مجھے
اسے "شیریں" حشم کیا تھا اگر

روتے ہیں تیری جان کو ظالم
ایک میں کیا کہ سارے اہل ہنر

سینہ صافوں کو سلک مروارید
نہ ملے جز سرشک دیدۂ تر

لب رنگیں بیاں ہے اور خوناب
تیرہ باطن ہے اور سے احمر

قاضی "مشتری" کہاں سے ہیں
ہندوان "زحل" شیم برتر

نہ امیروں کو پائے بندی عدل
نہ رعایا مطیع و فرماں بر

اُس کو ہو[1] رستم زماں کا خطاب
جو کرے قتل خورد سالہ پسر

کم تریں خانہ زاد طعنہ زن
طرز حرف ملامت مادر

ہیں گدا پُر غرور شیرویہ
بے گنہ جو کیا ہے خون پدر

چمن آرا کو رسم پیرائش
اک بہانہ ہے بہر قطع شجر

دشمن جان عاشقاں دیدار[2]
گر[3] نگہ تیغ ، ہے مژہ خنجر

خاص وہ مایۂ دل آشوبی
جس کا بیمار غم نہ ہو جاں بر

وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو
رحم گر آئے نیم بسمل پر

وہ نہ لی جس نے حال کی میرے
عمداً کیا کہ بھول کر بھی خبر

۱- ''ہو'' مجموعہ قصائد مومن (صفحہ ۲۴) میں - ''سو'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

۲- دل دار -

۳- ''نے نگہ تیغ نے'' نسخۂ کلیات مومن طبع ششم (صفحہ ۱۶) میں طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۱۷ ، ۱۲) اور طبع مطبع جوہر ہند دہلی ۱۳۰۵ھ (حاشیہ صفحہ ۷) میں ''کر'' ہے - اور مجموعہ قصائد مومن مطبوعہ الناظر پریس ۱۹۲۵ع (صفحہ ۲۴)میں ''گر نگہ تیغ'' ہے - (مرتب)

(۳)

بیعث معانی بردست عبارت سراپا اعجاز
به فیض مدیح اولیں دستور صداقت طراز

کوئی اس دور میں جیے کیوں کر
ملک الموت ہے ہر ایک بشر

داد خواہوں کے شور سے دیکھو
چونک پڑتا ہے فتنۂ محشر

آئنے نے بھی اس زمانے میں
تیغ کے سے نکالے ہیں جوہر

آتش لعل شعلۂ[1] جاں سوز
آب نیساں ہے ایک بد گوہر

جس کو دیکھو سو مایۂ بے داد
کیا ہوا گر نہیں ہے سیمیں بر

ذکر انساں سے دیو مجنوں ہو
آدمی سے پری کو آئے حذر

ہے پئے اشتیاق ویرانی
شاہ فرہاد و بے ستوں کشور

۱۔ ''سینۂ جاں سوز'' نول کشوری نسخوں میں۔ مجموعۂ قصائد مومن (مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ صفحہ۳۲) میں ''شعلۂ جاں سوز'' ہے۔ (مرتب)

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی
شریک درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس

دیے ہیں میرے حسد نے زبس ہزاروں داغ
روا ہے باندھیے گر عندلیب کو طاؤس

قماش دیکھ کے رنگینیٔ سخن کا مرے
حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس

خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس "مومن"
کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس

ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر
ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت و بوس[1]

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد
رہین داغ عدو کا رہے دل مایوس

---

[1] - "قصائد مومن" مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۲۲) "حسرت و بوس" ہے - نول کشوری نسخوں میں "حسرت دوس" ہے - (مرتب)

جو ہوں معالج مبطوں تو قابض ارواح
کرے دعائے رواج طریق جالینوس

ورم ہو چارہ گر قبض تا بہ دست لئیم
کیا ہو میں نے جو تجویز وزن مغز فلوس

کروں جو گردش انجم کی میں رصد بندی
فدا ہو وجد میں آ کر روان بطلیموس

گواہ عصمت مریم ہو کثرت اولاد
عقیمہ مجھ سے سنے گر بیان شکل عروس

طلسم ماہ لکھوں گر بے زباں بستن
بنائے مہر دھن چرخ نکتۂ جاسوس

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو
پڑھوں جو میں بے دوری دعائے بدریطوس

جو میری نثر کے دیکھے لآلیٔ منثور
اٹھا لے مسند حشمت حجاب سے کاؤس

بہ فرض گر کرۂ خاک کو کہوں دائر
شکستہ[1] اسپ گلی ہووے پیش تاز[2] فروس

فنون نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ
طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس

مرے کلام ثریا نظام کا منکر
وہ تیرہ روز جو برجیس کو کہے منحوس

۱- نول کشور کے چاروں نسخوں (طبع ۱۸۶۸ع طبع ۱۸۷۶ع - (صفحہ ۱۱) طبع ۱۸۸۰ - طبع ۱۹۳۰ع (صفحہ ۱۵) میں ''شکست'' ہے البتہ طبع ۱۹۳۰ع (حاشیہ میں نوٹ شکستہ) اور ''قصائد مومن'' میں ''شکستہ'' بھی ہے - (مرتب)

۲- ''پیش تاز'' نسخہ مطبوعہ مطبع نول کشور ۱۲۸۴ھ ۱۹۳۰ع (صفحہ ۱۵) میں - بقیہ نسخوں میں ''پیشتار'' ہے - (مرتب)

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں
نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعت بسّوس[1]

ترے خیال سے اصحاب کہف کو ہے یہ چین
وگرنہ خواب کہاں اور زمان دقیانوس

ظہور میں ہوئی تقدیم انبیاء کہ نہ تھا
ترے وسادۂ دولت پہ احتمال جلوس

شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے
ہزار گونہ ستم روزگار ناما‌نوس

کچھ انتہا بھی کواکب کے دور بے جا کی
ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

جو اپنی حسرت و ارمان میں بیان کروں
نہ تاب لائے دل سخت زاہد سالوس

جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رحم
بلا کرے مرے احوال زار پر افسوس

ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے فنون‌وعلوم[2]
خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منکوس

حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر
کرے معارضہ سر دفتر عقول و نفوس

طبیب وہ ہوں کہ ہو سوز سینۂ بلبل
نظارۂ رخ گل‌فام سے مجھے محسوس

۱- ''بسّوس'' نسخہ ''قصائد مومن'' (صفحہ ۱۹)- ''بسبوس'' نسخہ طبع اول و دوم و ششم نول کشور پریس میں - (مرتب)

۲- نسخۂ نول کشور طبع ۱۸۷۶ع (صفحہ ۱۰) و ۱۸۸۰ع میں ''فنون علوم'' ہے اور طبع اول طبع ۱۹۳۰ع نول کشور میں (صفحہ ۱۵) ''فنون و علوم'' ہے - (مرتب)

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں
نہ آسمان کے واژوں رہے مدام کیوس

فریب وعدہ پہ چھوڑی بتوں نے جھوٹ قسم
سنا زبس کہ زباں سے تری وعید غموس

دم مصاف ترے دشمنوں سے لشکر میں
صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

دو نیم ہوں تری شمشیر کے تصور سے
بہ‌سان ساغر خورشید کاسہ ہائے رؤس

ملا دے گاو زمیں گاو چرخ سے نیزہ
بٹھا دے خاک پہ شیر سپہر کو دبّوس

قطعہ

اگر کہے مددے یا محمد عربی!
صفیر مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس[۱]

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے
کہ تاب مہر سے جلتے رہے ہیں یاں بھی مجوس

براق اسپ ترا ابروے فرشتہ رکاب
کہاں ہو چشم بشر ایسے پاؤں سے ممسوس

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے
وہ دیکھ لے ترے زین و کمان کا قربوس

۱- ''الکوس'' نسخہ مجموعہ قصائد مومن مرتبہ ضیاء احمد بدایونی مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۸) - ''لا کوس'' نسخہ طبع اول و دوم و ششم مطبوعہ نول کشور (صفحہ ۱۴، ۱۰، ۱۴) میں - (مرتب)

مطلع ثالث

ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس
ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ زار شموس
ہمیشہ عفو ترا طالب گنہ گاراں
مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس
ترے حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں
ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کف افسوس
تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال[1]
سفیدۂ رخ فغفور چین و خسرو روس
خمیدہ کس لیے نہ آسماں بنے تھے بھلا
نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس
بہا میں دبتی ہے ماہی دفینہ ہائے زمیں
یہ بڑھ گئی ترے سکے سے قدر تا بہ فلوس
ہے احتساب ترا مانع لباس حریر
نہ پھینک دیوے کہیں چرخ اطلس ملبوس
ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر
نہ نکلے معبد ترسا میں نالۂ ناقوس
یہ مے کو نہی جہاں سوز نے جلایا ہے
کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

۱۔ نسخۂ اول و دوم مطبوعہ نول کشور پریس اور مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی میں ''بلال'' ہے، مگر طبع ششم نول کشور پریس (صفحہ ۱۴) میں ''ہلال'' ہے جو غلط ہے۔ (مرتب)

نگاہ بانئ عصمت سے وہ رواج حیا
کہ چار چشم نہ ہوں نرگس اور ادافیوس[1]
سنے ہے دور عدالت میں اس کے شیرغریں[2]
شباں[3] کی ضربت بے جا سے نالش جاموس
کرم میں دوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ
کروں میں جان کے کیوں کر ترقئ معکوس
کہ جس کی بخشش یک روزہ کو وفا نہ کریں
ہزار سالہ گہر ہائے قلزم و قاموس[4]
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع
جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

۱- نسخۂ اول نول کشور (صفحہ ۱۳) ''نرگس و ادافینوس'' طبع دوم (صفحہ ۱۰) ''نرگس و ادقینوس'' یہی طبع جوہر ہند دھلی میں ہے - طبع ششم نول کشور (صفحہ ۱۳) ''اور ادقینوس'' اور نسخہ مجموعہ ''قصاید مومن'' مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۵) میں ''ادافیوس'' (بہ معنی گل) ہے- (مرتب)

۲- نسخۂ ''قصاید مومن'' (صفحہ ۱۶) اور طبع ششم نول کشور (صفحہ ۱۳) میں ''شیر غریں'' اور طبع اول و دوم (صفحہ ۱۳ ، ۱۰) میں ''شیر غرل'' اور نسخہ ''دیوان مومن'' مطبوعہ مطبع جوہر ہند (حاشیہ صفحہ ۵) میں ''شیر غزل'' ہے - ''غرل'' بہ معنی نیزہ دراز و مردم و نرم اندام و سست خلقت ، (دیکھیے ''شمس اللغات'' جلد ۲ صفحہ ۹۳) (مرتب) -

۳- ''سناں کی ضرب بے جا'' نسخہ مطبع جوہر ہند (حاشیہ صفحہ ۵) میں ہے جو غلط ہے - (مرتب)

۴- ''قاموس'' نسخہ ''قصاید مومن'' مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۶) میں ''قابوس'' نول کشوری نسخوں میں - (مرتب)

عجب ہوا ہے کہ فیض[1] ہوا سے ہوتا ہے
شکم میں "خستہ" کے نشوونمائے اصل السّوس
غریق آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس
ہوا ہے کون سی ایسی مگر "مدینے" کی
دم مسیح کو ہے جس کی حسرت پابوس
شرف مدینے کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو[2]
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس
جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
تو دیتی دل کوئی[3] یوسف کو دختر طیموس
جو شمع بزم کہوں اس کے روئے تاباں کو
کتان و ماہ بنے نور شعلہ و فانوس
وہ کون؟ احمد مرسل، شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس
جہاں مطاع، شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر و قمرطلعت و ملک ناموس
سیاہ چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ
یہ اس کے حفظ سے ہے ملک معدلت محروس

۱- طبع اول نول کشور (صفحہ ۱۳) "نفس" ہے اور بقیہ نسخوں میں "ہوا" ہے - (مرتب)

۲- "ہے" نسخہ "قصاید مومن" مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۵) بقیہ نول کشور پریس کے نسخوں میں "ہو" ہے - (مرتب)

۳- نسخہ اول نول کشور (صفحہ ۱۳) میں لفظ "کوئی" تحریر میں کچھ واضح نہیں - طبع ششم (صفحہ ۱۳) میں "کوئی" ہے - نسخۂ نول کشور طبع دوم (حاشیہ صفحہ ۹) اور نسخہ مطبوعہ مطبع جوہر ہند (حاشیہ صفحہ ۵) میں "وہی" ہے جو بے معنی ہو گیا ہے - (مرتب)

سرایت نم آب وضو سے دور نہیں
جو سبزہ زار بنے ریش زاہد سالوس
بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر
زیادہ تر کرے سیلان خوں گل شاموس[1]

گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے
شمیم جامۂ یوسف کبھی نہ ہو محسوس
ہوا سے بس کہ گل شمع بھی ہے عطر آگیں
عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس

یہ گل کھلاتی ہیں آب وہوا کی تربیتیں
کہ ہے پیاز کو لاف منافع بلبوس
ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش
لغات ورد کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس

فسوں گری دم مشاطۂ نسیم کی دیکھ
کہ مشک نافہ ہوے غنچہ ہائے زلف عروس
صفات آئے جو آئینۂ ہوا میں نظر
لگا[2] خواص و عوارض کو اعتبار نفوس
صدا نکلتی ہے مل کر ہوا سے کیا ہو فرق
کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

---

۱ ''شاموس'' نسخہ مجموعۂ ''قصائد مومن'' مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۳) - نول کشور پریس کے نسخوں میں ''خاموس'' ہے - (مرتب)

۲- نسخہ طبع اول و دوم نول کشور (صفحہ ۱۳ ، حاشیہ صفحہ ۹) ''اگا'' نسخہ مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی (صفحہ ۵) میں بھی یہی ہے - طبع ششم نول کشور (صفحہ ۱۳) میں ''ہوا'' ہے اور ''قصائد مومن'' مطبوعہ الناظر پریس (صفحہ ۱۴) میں ''لگا'' ہے - (مرتب)

ہے دشت ، بزم طرب ، کثرت نتائج سے
نہ کیوں ہو شکل حماری کو ناز شکل عروس
ہوائے سیر چمن زار کی وہ مستی ہے
کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظت ناموس
عجب نہیں ہے کہ گل رنگ کی ہوس سے اگر
خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس
مزاج دھر میں یہ اعتدال آیا ہے
کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس
عجب نہیں کہ بسان مگس عسل اگلے
گر ان دنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس
نمو کا معجزہ صل[1] علیہ پھر گندم
ہوائے جنبش غربال سے بنے ہے سبوس
رطوبت ایسی نظر آئی داغ لالہ میں
کہ چاک چاک حسد سے ہوا دل افیوس
قبائے گل کو گر اطلس سے دیجیے تشبیہ
سیاہ پوش "جعل" ہو درون ماتم "سوس"
قوائے نامیہ کو ناگوار ہے کتنا
کہ ھضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس
ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب
کہ پشت ماھی پہ گل ھائے اشرفی ھیں فلوس
کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی
کہ صرف رنگرزاں ہو گئی بجائے "ایوس"

۱- "صل علیہ" نسخہ مجموعہ "قصائد مومن" مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ (صفحہ ۱۲) اور نسخہ طبع اول و دوم مطبع نول کشور (صفحہ ۲، ۹) نسخہ طبع ششم (صفحہ ۱۲) میں "صل علی کہ" ہے - (مرتب)

هو کیوں کہ ایسی رطوبت پہ سنگ راہ نسیم
بنا ہے شبنم گل ، آب گینۂ فانوس
خزانہ خاک میں ہر تنگ دل ملاتا ہے
زبس کہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس
نوید مالک گلزار کو کہ زر کی جگہ
ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنج دقیانوس
یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا
مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انہیں ملبوس
چمن کی خاک سے گل‌گونہ اب بناتے ہیں
شگفتہ تا دم رخصت بھی ہو عذار عروس
خمیدہ شاخ سے یوں رنگ گل چمکتا ہے
کہ جس طرح سے بھڑک اٹھے مشعل منکوس
پڑھے ہے مرغ گلستاں وہ مطلع رنگیں
کہ سن کے بس جسے رہ جائے ''سن'' ہی بلبل طوس

مطلع ثانی

زبان لال کہاں اور مدیح تاج خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس
ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے
پرستش گل خورشید میں ہے گرم مجوس
شگفتہ تر ہے چمن ، روضہ ہائے جنت سے
ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار
عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

(۲)

زمزمہ سنجیٔ طبع بہ مضمونِ بادخوانیِ نسیم گلشنِ نبوت و شمالِ چمنِ رسالت

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبح شب ہجر ، نالہاے خروس
ہے اس طرح فرح انگیز کوکوے قمری
کہ جیسے فوج مظفر میں شور و غلغل کوس
نواے طوطی شکر فشاں کی لذت سے
سماع و رقص میں ، اہل مذاق جوں طاؤس
غبار صحن چمن کیمیاے عیش و نشاط
بہار لالہ و گل سیمیاے عرض شموس
صفا سے وہ در و دیوار باغ کا عالم
کہ آشیانے میں دشوار طائروں کو جلوس
زہے فریب صفا خاک بیز ہے گل چیں
پڑے جو وسعت گل زار میں گلوں کے عکوس
ہجوم سبزہ نے کی بس کہ رنگ آمیزی
زمیں پہ چادر مہتاب بن گئی ہے سدوس[1]
ہوئی ہے سقف فلک مانع قدافرازی
وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس

۱- سبز مصری چادر۔

مجھ کو بھی بچا لے جیسے تو نے
یوسف کو گناہ سے بچایا

وہ رفعت حال دے کہ جس نے
منصور کو دار پر چڑھایا

اس کا مرے دل پہ ایک پرتو
جس شعلے نے طور کو جلایا

"مومن" کہیے کس سے حال آخر
ہے کون ترے سوا خدایا

اللہ مرے گناہ بے حد
وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا

ہے عام خطاب ''یا عبادی''
اس نے تو کچھ آسرا بندھایا

عالم میں نہ ہوئے گا وگرنہ
مجھ سا کوئی ''منکر السجایا''

کیوں کر نہ ہو تیری آس تو نے
افلاک کو بے ستوں تھمایا

اس دام سے مجھ کو تو چھڑا دے
داؤد نے جس میں دل پھنسایا

دل زلف سے ہو رہا تو جانوں
''زندان زرنگ'' سے چھڑایا

وہ عشق دے جس کا نام اسلام
وہ شیوہ ، نبی نے جو بتایا

وہ نعرۂ ''علمہ بحالی''
جس نے کہ آس آگ کو بجھایا

کچھ آب زنی کرے نہیں تو
سر نار جحیم نے آٹھایا

نسخۂ اول طبع نول کشور ۱۲۸۴ھ (صفحہ ۱۱) ''بحالے''۔
''بحالے'' نسخۂ نول کشور طبع ۱۸۷۶ع و ۱۸۸۰ع - نسخۂ ۱۹۳۰ع
''بجائے'' 'قصائد مومن' مرتبہ ضیاء احمد بدایونی (صفحہ۸) میں ''علمہ بحالی''
(''علمہ بحالی حسبی عن سوالی'' آسے خود میری حالت کا علم ہے''۔
حضرت ابراهیم نے حضرت جبریل سے پرسشِ حال کے وقت کہا تھا -)

بوسہ جو دیا ذقن کا گویا
سیب خلد بریں کھلایا

یہ بے خبری کہ یاد جس کی
تھی واجب و فرض اسے بھلایا

روٹھا کوئی نازنیں صنم گر
سوگند دروغ کھا منایا[1]

کتنی ہی قضا ہوئیں نمازیں
پر سر کو نہ پاؤں سے اٹھایا

گل پیرہنوں کی آرزو نے
اکثر خز و پرنیاں پنھایا

آیا نہ کبھی خیال جج کا
تلوا سو بار گر کھجایا

نیت ہی تھی توڑنے کی گویا
گر اس نے نماز میں ہنسایا

افسوس شکست صوم یک سو
یہ شکر کہ اس نے ساتھ کھایا

واعظ کی کبھی کوئی نہ مانی
کتنا ہی عذاب سے ڈرایا

ہر چند کہ قول ناصحوں کا
کچھ تلخ نہ تھا، ولے نہ بھایا

توڑا نہ وفا کے سلسلے کو
توبہ ہی پہ زور آزمایا

۱۔ ''منایا'' طبع اول نول کشور (صفحہ ۱۰) ۔ دوسرے نسخوں میں ''بٹھایا'' ہے ۔ (مرتب)

حاصل نہ ہوا سوا ندامت
کس تخم کو خاک میں ملایا

کی گریہ نے کتنی آبیاری
دریا مری چشم سے بہایا

گرداب مرے ڈبونے کو تھا
جو قطرہ کہ خاک پر گرایا

ہر حلقۂ دام آرزو نے
طوق لعنت مجھے پنہایا

دل گرمی شوق شعلہ رو نے
کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا

گہ ساقی سرخ لب کے غم نے
خوں ناب دل و جگر[۱] پلایا

ہم بزمی ماہ وش نے گاھے
جوں بدر سحر تلک جگایا

بتخانے کو رشک کعبہ سمجھے
گر شوق نے گرد کو پھرایا

تھاشور ''فداک''، جائے''لبیک''
اس دشمن دیں نے گر بلایا

کرتے رہے شکر بخت بیدار
ساتھ اپنے صنم نے گر سلایا

۱- ''مجموعۂ قصائد مومن'' مرتبہ ضیاء احمد بدایونی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ ۱۹۲۵ع (صفحہ ٦) میں ''خوں ناب دل و جگر'' ھے - بقیہ نول کشور پریس کے مطبوعہ نسخوں میں ''خونابۂ دلِ جگر'' ھے - (مرتب)

تھا دھیان میں عذر ''لایحیطون''
جب سینے میں دم ذرا سمایا

کیا صعب گزار ہے رہ حمد
جبریل کا پاؤں لڑکھڑایا

چکر میں ہے عقل عرش اعظم
اس نے بھی مگر تجھے نہ پایا

مرغان دراز اجنحہ کو
اس اوج نے خاک پر گرایا

ہے جزو ضعیف، جوہر عقل
عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

میں روح قدس کا ہم زباں ہوں
یہ مرتبہ عجز نے بڑھایا

مومن ہے زمان[1] عرض احوال
میں نے تجھے بے خرد جتایا

رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھ
کیا ابر کرم ہے سر پہ چھایا

اللہ غم بتاں میں یک چند
بے فائدہ جان کو کھپایا

یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے
ھاروت کو چاہ میں پھنسایا

سمجھا نہ کہ ہے رہ خطرناک
دین و دل و عقل کو لٹایا

۱۔ ''زمان'' نسخۂ اول (صفحہ ۹) میں لیکن نسخۂ طبع دوم (صفحہ ۷) طبع ششم (صفحہ ۹) نسخہ مطبع جوہر ہند دہلی (صفحہ ۳) میں ''زبان'' ہے (مرتب) -

عظمت نے سجود کی ، فلک کو
گرد کرۂ زمیں پھرایا

وہ خاتم مرسلیں محمد
جس نے ہمیں شرک سے بچایا

جب بندہ ہے تیرا تو رہا کون
پھر لائق بندگی خدا یا

تو واحد بے نظیر و ہمتا
تو حاکم و خالق برایا

تجھ کو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل
یاں تک نقش دوئی مٹایا

یعنی وہ فنا ازل سے ہے اور
اس ذات کو کب زوال آیا

آوے تری حمد کا توہم
یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا

کام آئی نہ شوخی خموشی
دل کی تپشوں نے جب ستایا

ہوں بندۂ شور عجز ادراک
ناکام کو کام سے لگایا

کیا جانیے ایسے بے زباں نے
کس طرح یہ شور و غل مچایا

معلوم خرد کی نکتہ یابی
یاں علم نے عقل کو گنوایا

''لا علم لنا'' ہے یاد ہر چند
سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا

نے عقلِ بسیط اس کا پر تو
نے نورِ مجرّد اس کا سایا

سبحانک یا الٰہ عالم
عالم ترا عجز نے دکھایا

ہر جاے ہے تیرا جلوہ لیکن
دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا

یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو
پایا ہر شے میں پر نہ پایا

اللہ رے تیری بے نیازی
یعقوب کو مدتوں رلایا

یوسف سے عزیز کو کئی سال
زندانِ عزیز میں پھنسایا

یاں شعلے کو سرکشی کی کیا تاب
ابلیس کو خاک میں ملایا

تجھ کو ہی سزا ہے کبریائی
کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا

مومن کو بقا ہے بعد دیدار
کیا مژدۂ جاں فزا سنایا

گو وصف ہے ''یومنون بالغیب''
پر بندہ تو اس سے باز آیا

یاں تاب کسے کہ خاک و خوں میں
بے تابیِ شوق نے لٹایا

اللہ دکھا دے اپنا دیدار
اکشف بجہالک الغطایا

(۱)

''گہر ریزیٔ خامہ بہ ستایش یگانہ ایست
کہ در یک دانہ بہ آب رساندۂ
اوست و گوھر شب چراغ
بہ تاب آوردۂ او''

الحمد لواھب العطایا
اس شور نے کیا مزہ چکھایا

والشکر لصانع البریہ
جس نے ہمیں آدمی بنایا

احسان ھیں اس کے کیا گراں بار
سر سبع شداد کا جھکایا

کیا پایۂ منت سلیماں
اک بات میں تخت پر بٹھایا

کیوں شکر کریں نہ آلِ داؤد
افسونِ شہنشہی سکھایا

وہ نیّر آسمان تقدیس
جاں سوز مناظر و مرایا

اب بھی نظر اس مجاز میں ھے
کیوں مہر نگاہ میں سمایا

قصائد

مثنویات

مقطعات ۹۷

فہرست

کلیات مومن جلد دوم

عنوان — صفحہ

قصائد

معمیات

بعونِ صانعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
۳۸
اُردو کا کلاسکی ادب
کُلیاتِ مومن
جلد دوم
از
محمد مومن خاں مومن
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

طبع اول : جولائی ، ١٩٦٤ء

تعداد : ٢١٠٠

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاهور

مطبع : مطبع عالیه ، لاهور

مہتمم : ظفرالحسن رضوی

سرورق : زرین آرٹ پریس ، ٦١ ریلوے روڈ - لاهور

قیمت : سات روپے

بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
اردو کا کلاسیکی ادب
کلیاتِ مومن
جلد دوم
از
محمد مومن خاں مومن
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور